مختصر تعارف

مؤلف کتاب عبدالواحد

سن ولادت : ۱۹۵۰ء

تعلیمی کوائف : ۱۔ ایم بی بی ایس ۱۹۷۴ء میں کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج سے پاس کیا۔

۲۔ درس نظامی۔ جامعہ مدنیہ لاہور وفاق المدارس کے عالمیہ کا امتحان ۱۹۸۳ء میں پاس کیا۔

۳۔ تخصص و افتاء۔ جامعہ مدنیہ لاہور میں حضرت مولانا عبدالحمید صاحب مدظلہ اور حضرت مولانا قاری عبدالرشید رحمۃ اللہ علیہ سے کیا۔

تدریسی معمولات : جامعہ مدنیہ میں ۱۹۸۳ء سے تاحال۔

افتاء : دارالافتاء۔ جامعہ مدنیہ۔ لاہور

تصنیفات : ۱۔ اسلامی عقائد

۲۔ اصول دین

۳۔ مسائل بہشتی زیور مکمل دو حصوں میں نئی ترتیب اور اضافوں کے ساتھ

۴۔ مریض و معالج کے اسلامی احکام

۵۔ سونا چاندی اور ان کے زیورات کے اسلامی احکام

۶۔ ڈاکٹر اسرار احمد کے افکار و نظریات تنقید کی میزان میں (نایاب)

۷۔ تحفہ اصلاحی؛ جناب امین احسن اصلاحی صاحب کی کتابوں مبادی تدبر قرآن اور مبادی تدبر حدیث پر تبصرہ و تحقیق حق۔ (غیر مطبوعہ)

۸۔ تحفہ غامدی۔ جناب جاوید احمد غامدی صاحب کے مغالطوں کی نشاندہی اور انکا جواب

۹۔ تحفہ خیر خواہی بجواب مغالطات کیپٹن عثمانی۔

۱۰۔ قرآن و حدیث سے عداوت کیوں؟ منکر حدیث ڈاکٹر قمر زمان کے افکار کا محاسبہ اور جواب

۱۱۔ "جاگیرداری اور اسلام" مولانا طاسین صاحب کے مضمون پر تبصرہ اور انکے مغالطوں کا جواب

۱۲۔ متفرق مقالہ جات جو ماہنامہ انوار مدینہ اور سہ ماہی منہاج میں شائع ہوئے۔

کسب معاش : ۱۔ دو سال فوج کے میڈیکل کور میں بطور کیپٹن ملازمت۔

۲۔ ۱۹۷۹ء سے تاحال محکمۂ اوقاف کے ہسپتال میں ملازمت بطور میڈیکل افسر۔

مسائلِ بہشتی زیور

(حصّہ دوم)

معاملات

حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ

ترتیبِ نو مع اضافاتِ مفیدہ

ڈاکٹر مفتی عبدُالواحِد

(ایم بی بی ایس)

مُفتی جامِعہ مدنیّہ لاہور

مجلسِ نشریاتِ اسلام

۱۔کے۔۳۰ ناظم آباد مینشن۔ ناظم آباد ۱ کراچی ۷۴۶۰۰

فہرست مضامین

تعارف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ کفی و سلام علی عبادہ الذین اصطفی۔ امابعد

اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے دنیوی تعلیم سے آراستہ مسلمانوں کی دینی تعلیم کے لیے ایک نصاب و کورس ترتیب دینے کی توفیق عطا فرمائی۔ یہ کورس تین مضامین پر مشتمل ہے۔

۱۔ اسلامی عقائد

۲۔ اسلامی اصول

۳۔ اسلامی احکام و مسائل

یہ نصاب کسی اچھے عالم دین سے پڑھا جائے جو اس کی خوب اچھی طرح تیاری کر کے پڑھائیں اور تعلیم کی ترتیب یہ ہو کہ روزانہ ایک گھنٹہ تعلیم ہو جس میں دو سبق پڑھائے جائیں۔ ہفتہ وار ناغہ کی رعایت کرتے ہوئے یہ نصاب چھ مہینے میں پورا کرایا جا سکتا ہے۔ احکام و مسائل کا سبق پورے چھ مہینے چلے جبکہ عقائد اور اصول کی کتابیں تین تین مہینے میں مکمل کی جائیں۔ پہلی سہ ماہی میں عقائد کی کتاب پڑھائی جائے اور دوسری سہ ماہی میں اصول کی کتاب کی تعلیم ہو دوران تعلیم اس بات کا اہتمام کیا جائے کہ سبق کے وقت میں سبق سے خارج اور غیر متعلق بحثوں میں نہ لگیں۔

عقائد اور اصول پر اپنے دور کی ضروریات اور اپنے زمانے کے ذوق کے مطابق کوئی جامع کتاب نظر نہ آئی اس لئے ان موضوعات پر معتبر کتابوں سے متفرق مواد کو لے کر ایک

جگہ ترتیب دیا گیا اور اس طرح سے اسلامی عقائد اور اصول دین کے نام سے دو کتابیں وجود میں آئیں۔

احکام و مسائل میں حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور کتاب "مسائل بہشتی زیور" کو اختیار کیا گیا ہے۔ البتہ اس کی نئے سرے سے ایڈیٹنگ (Editing) کی گئی ہے اور بہت سے نئے مسائل اور ابواب کا اضافہ کیا گیا ہے جنکو مشہور و معتبر کتابوں سے لیا گیا ہے۔

یہ کتابیں انشاء اللہ پڑھنے والوں کی دینی ضروریات کو بھی پورا کریں گی بہت سے ذہنی خلجان کو بھی دور کریں گی اور بہت سی گمراہیوں کے مقابلہ میں موثر ہتھیار ثابت ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ ان کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائیں اور نافع خلائق بنائیں۔

زندگی کے تمام ہی شعبوں سے تعلق رکھنے والے حضرات کے لیے انشاء اللہ بہت ہی مفید نصاب ہے جس کی تحصیل بہت ہی مختصر وقت میں کی جا سکتی ہے۔

وہ تمام حضرت جنہوں نے ان کتابوں کی تالیف اور نشر و اشاعت میں تعاون کیا ہے خصوصاً دارالافتاء جامعہ مدنیہ کے معاون مولوی مختار احمد سلمہ اور مولوی حفیظ الرحمٰن سلمہ۔ اللہ تعالیٰ ان کو اس پر بھرپور اجر عطا فرمائیں۔

ہم مجلس نشریاتِ اسلام کے جناب فضل ربی صاحب ندوی کے بھی شکر گزار ہیں کہ انھوں نے اس کتاب کی نشر و اشاعت میں بھرپور تعاون کیا۔

آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

عبد الواحد

دار الافتاء۔ جامعہ مدنیہ لاہور

شعبان المعظم ۱۴۱۹ھ

مقدمہ

الحمدللہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سیدنا و مولانا محمد خاتم النبیین و علیٰ آلہ واصحابہ اجمعین

اللہ تعالیٰ نے جن و انس کی تخلیق کی غایت کھلے کھلے انداز میں یہ بیان فرمائی کہ وہ میری عبادت کریں۔ فرمایا:

وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون

"اور میں نے نہیں پیدا کیا جنوں اور انسانوں کو مگر اس لئے کہ وہ میری عبادت کریں"۔ اسی وجہ سے قرآن پاک میں جابجا عبادت کا حکم دیا گیا۔ فرمایا:

1۔ یایھا الناس اعبدوا ربکم الذی خلقکم والذین من قبلکم لعلکم تتقون

"اے لوگو عبادت کرو اپنے رب کی جس نے پیدا کیا تم اور ان کو جو تم سے پہلے تھے تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ"۔

2۔ وما امروا الا لیعبدوا اللہ مخلصین لہ الدین

"اور ان (یعنی اہل کتاب) کو حکم یہی ہوا کہ عبادت کریں اللہ کی خالص کر کے اس کے واسطے دین کو"۔

جو ذات انتہائی درجے کی عظمت والی ہو اس کے سامنے دلی محبت کے ساتھ انتہائی درجے کی تواضع اور ذلت اختیار کرنے کو عبادت کہتے ہیں۔ اس کی صورتیں یہ ہیں کہ آدمی اس کی خوشی اور اس کی تعظیم کی خاطر ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو جائے اور اپنے آپ کو خوب جھکا دے یہاں تک کہ اس کے سامنے اپنا ماتھا زمین پر ٹیک دے۔ اس کے لئے کھانا

پینا چھوڑدے۔ اس کے نام پر اپنا عزیز مال خرچ کرے اس کے لئے مخصوص ہیئت اختیار کر کے اور نفس کے تقاضوں کو ترک کر کے سفر کرے اور اس کے گھر کے گرد دیوانہ وار چکر لگائے اور اس کے کلمہ کو بلند کرنے کے لئے اپنی جان تک قربان کردے اور اپنا خون زمین پر بہادے۔ دوسرے لفظوں میں نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور جہاد عبادات کے وہ کام میں جن کے لئے انسان کو پیدا کیا گیا ہے۔

عبادت کی احسن اور علی وجہ الاتم ادائیگی چونکہ اس وقت ہو سکتی ہے جب دل محبت اور تعظیم کے جذبہ سے بھرا ہوا ہو تو اس کے لئے ضروری ہے کہ آدمی کو ذہنی و قلبی فراغت اور یکسوئی حاصل ہو۔ یہ یکسوئی اس وقت ممکن ہے جب آدمی کی ایک تو بنیادی ضروریات پوری ہو رہی ہوں اور دوسرے وہ آپس کے جھگڑوں اور رنجشوں سے امن میں ہو۔ اللہ تعالیٰ نے جہاں بنیادی ضرورتیں پوری ہونے کے لئے مسلمانوں کے افراد اور مسلمانوں کی اجتماعیت و حکومت کو احکام دیئے وہیں آپس کے جھگڑوں اور رنجشوں سے بچنے کے لئے آپس کے معاملات کے بارے میں احکام اور ہدایات عطا فرمائیں۔ ان احکام کا بنیادی نکتہ ہی یہی ہے کہ آپس کے جھگڑے کا کوئی اندیشہ نہ رہے۔

ہماری اس گذارش سے یہ بات حاصل ہوئی کہ مسلمان کی زندگی میں عبادت کو اصل کا مقام حاصل ہے اور معاملات کے احکام اس غرض سے ہیں کہ وہ عبادت جو کہ تخلیق کی غرض و غایت ہے اس کی ادائیگی میں یہ مدد و معاون ہیں۔ بعض حضرات نے عبادت کو غلامی کے معنی میں لیا ہے۔ یہ ان کی بڑی غلطی ہے اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان حضرات نے معاملات کو اصل عبادت سمجھ لیا اور نماز روزے وغیرہ کو تربیتی کورس کی حیثیت دے دی جس سے دین کا تصور ہی مسخ ہو کر رہ گیا۔

غلامی کا تصور تو بہت ہی ناقص تصور ہے۔ غلامی میں اطاعت تو ہوتی ہے یعنی غلام اپنے مالک کے حکم کو پورا کرتا ہے لیکن محبت اور تعظیم کے دلی جذبوں کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہوتا بلکہ اس کے برعکس غلام کی اطاعت کے مارے باندھے ہوئے اور جبر کے

ساتھ ہونے کا تصور ذہن میں آتا ہے۔ عبادت کے صحیح تصور میں اور غلامی کے تصور میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ پھر معاملات عام طور سے مباح کام ہوتے ہیں جو کرو تو ثواب نہیں اور نہ کرو تو عقاب نہیں جبکہ عبادت کے کام فی نفسہ ثواب کا باعث ہوتے ہیں۔ البتہ معاملات کے ساتھ جب اچھی نیت شامل ہو جائے مثلاً کسی نے اپنی ضرورت سے زائد آمدنی اس نیت سے کی کہ زائد کمائی سے غریبوں مسکینوں کے ساتھ ہمدردی کرے گا یا دین کی اشاعت میں اس کو خرچ کرے گا تو اس نیت کی وجہ سے وہ مباح کام بھی ثواب والا ہوگیا اس لئے مجازاً اس کو بھی عبادت کہہ دیتے ہیں۔

غرض معاملات کی تصحیح و اصلاح کی اس اعتبار سے تو اہمیت واضح ہے کہ انسانی معاشرہ کا امن اس میں پنہاں ہے لیکن اس اعتبار سے اس کی اور بھی زیادہ اہمیت ہے کہ عام طور سے اسی پر غرض تخلیق کی احسن ادائیگی موقوف ہے۔ اس بات کو سمجھ لیں تو پیش نظر کتاب اور اس موضوع پر دیگر کتابوں کی قدر و قیمت محتاج بیان نہ رہے گی۔

باب : 1

بیچنے اور مول لینے کا بیان

مسئلہ :- جب ایک شخص نے کہا میں نے یہ چیز اتنے داموں پر بیچ دی اور دوسرے نے کہا میں نے لے لی تو وہ چیز بک گئی اور جس نے مول لیا ہے وہی اس کا مالک بن گیا۔ اب اگر وہ یہ چاہے کہ میں نہ بیچوں اپنے پاس ہی رہنے دوں۔ یا یہ چاہے کہ میں نہ خریدوں تو کچھ نہیں ہو سکتا ہے بیچنے والے کو دینا پڑے گا اور خریدار کو لینا پڑے گا اور اس بک جانے کو یعنی مال کا مال سے تبادلہ کرنے کو بیع کہتے ہیں۔

مسئلہ :- ایک نے کہا کہ میں نے یہ چیز دو روپے میں تمہارے ہاتھ بیچی۔ دوسرے نے کہا مجھے منظور ہے یا یوں کہا میں اتنے داموں پر راضی ہوں اچھا میں نے لے لی تو ان سب باتوں سے وہ چیز بک گئی۔ اب نہ تو بیچنے والے کو یہ اختیار ہے کہ نہ دے اور نہ لینے والے کو یہ اختیار ہے کہ نہ خریدے۔ لیکن یہ حکم اس وقت ہے کہ دونوں طرف سے یہ بات چیت ایک ہی جگہ بیٹھے بیٹھے ہوئی ہو۔ اگر ایک نے کہا میں نے یہ چیز چار روپے کو تمہارے ہاتھ بیچی اور دوسرا چار روپے کا سن کر کچھ نہیں بولا اٹھ کھڑا ہوا یا کسی اور سے صلاح لینے چلا گیا یا اور کسی کام کو چلا گیا اور جگہ بدل گئی تب اس نے کہا اچھا میں نے چار روپے کو خرید لی تو ابھی وہ چیز نہیں بکی۔ ہاں اگر اس کے بعد وہ بیچنے والا یوں کہدے کہ میں نے دیدی یا یوں کہے اچھا لے لو تو البتہ بک جائے گی اسی طرح اگر وہ بیچنے والا اٹھ کھڑا ہوا یا کسی کام کو چلا گیا تب دوسرے نے کہا میں نے لے لی تب بھی وہ چیز نہیں بکی۔ خلاصہ مطلب یہ ہوا کہ جب ایک ہی جگہ دونوں طرف سے بات چیت ہو گی تب وہ چیز بکے گی۔

مسئلہ :- کسی نے کہا یہ چیز ایک روپیہ میں دیدو اس نے کہا میں نے دے دی اس سے بیع نہیں ہوئی البتہ اس کے بعد اگر مول لینے والے نے پھر کہدیا کہ میں نے لے لی تو بک

گئی۔

مسئلہ:- کسی نے کہا یہ چیز ایک روپیہ کو میں نے لے لی اس نے کہا لے لو تو بیع ہو گئی۔

مسئلہ:- کسی نے کسی چیز کے دام چکا کر اتنے دام اس کے ہاتھ پر رکھے اور وہ چیز اٹھالی اور اس نے خوشی سے دام لے لئے پھر نہ تو اس نے زبان سے کہا کہ میں نے اتنے داموں پر یہ چیز بیچی نہ اس نے کہا میں نے خریدی تو اس لین دین ہو جانے سے بھی چیز بک جاتی ہے اور بیع درست ہو جاتی ہے۔

مسئلہ:- بے پوچھے گچھے بڑے بڑے چار امرود اس کی ٹوکری میں سے نکالے اور دس روپے اس کے ہاتھ پر رکھ دیئے اور اس نے خوشی سے روپے لے لئے تو بیع ہو گئی چاہے زبان سے کسی نے کچھ کہا ہو چاہے نہ کہا ہو۔ اس طرح کی بیع کو بیع تعاطی یا بیع معاطاۃ کہتے ہیں (یعنی باہمی لین دین والی بیع)۔ اس سے متعلق یہ دو مسئلے اور ہیں:-

مسئلہ:- بائع اور خریدار ایک شی کے دام پر متفق ہو جائیں۔ پھر خریدار بائع کی رضامندی کے ساتھ بغیر دام دیئے وہ شی لے کر چلا جائے یا خریدار دام ادا کر دے اور اس وقت وہ شی لئے بغیر چلا جائے تو یہ سودا بھی صحیح ہے اور بیع لازم ہو گئی یہاں تک کہ اب ان میں سے کوئی نہیں پھر سکتا۔

مسئلہ:- خریدار کو ایک بازار والوں کا طریقہ معلوم ہے کہ وہ جب خریدار کے دیئے ہوئے پیسوں پر راضی نہ ہوں تو وہ یا تو پیسے واپس کر دیتے ہیں یا اپنی شی کی واپسی کا مطالبہ کرتے ہیں ورنہ وہ اس دام پر راضی ہوتے ہیں اور محض خریدار کی دلجوئی کیلئے خریدار کے پیچھے چلاتے ہیں کہ مجھے منظور نہیں اور میں نہیں دیتا۔ ایسی صورت میں خریدار کوئی شی لے اور بائع کو پیسے دے اور بائع کہے میں اتنے میں نہیں دیتا تو بیع نہ ہو گی۔

مسئلہ:- کسی نے موتیوں کی ایک لڑی کے بارے میں کہا یہ لڑی دس روپیہ کو تمہارے ہاتھ بیچی۔ اس پر خریدنے والے نے کہا اس میں سے پانچ موتی میں نے لے لئے یا یوں کہا آدھے موتی میں نے خرید لئے تو جب تک وہ بیچنے والا اس پر راضی نہ ہو بیع نہیں ہو گی۔

کیونکہ اس نے تو پوری لڑی کا مول کیا ہے تو جب تک وہ راضی نہ ہو لینے والے کو یہ اختیار نہیں ہے کہ اس میں سے کچھ لے لے اور کچھ نہ لے۔ اگر لے تو پوری لڑی لینا پڑے گی۔ ہاں البتہ اگر اس نے یہ کہہ دیا ہو کہ ہر موتی ایک ایک روپے کو' اس پر اس نے کہا اس میں سے پانچ موتی میں نے خریدے تو پانچ موتی بک گئے۔

مسئلہ :- کسی کے پاس چار چیزیں ہیں قلم' دوات' کاپی' پنسل۔ اس نے کہا یہ سب میں نے بیس روپے میں بیچے اس کی منظوری کے بغیر یہ اختیار نہیں ہے کہ بعضی چیزیں لے لے اور بعضی چھوڑ دے کیونکہ وہ سب کو ساتھ ملا کر بیچنا چاہتا ہے ہاں البتہ اگر ہر چیز کی قیمت الگ الگ بتلا دے تو اس میں سے ایک آدھ چیز بھی خرید سکتا ہے۔

مسئلہ :- بیچنے اور مول لینے میں یہ بھی ضروری ہے کہ جو سودا خریدے ہر طرح سے اس کو صاف کر لے کوئی بات ایسی گول مول نہ رکھے جس سے جھگڑا بکھیڑا پڑے۔ اسی طرح قیمت بھی صاف صاف مقرر اور طے ہو جانی چاہیے۔ اگر دونوں میں سے ایک چیز بھی اچھی طرح معلوم اور طے نہ ہو گی تو بیع صحیح نہ ہو گی۔

مسئلہ :- کسی نے روپے کی کوئی چیز خریدی اب وہ کہتا ہے پہلے تم روپے دو تب میں چیز دوں گا اور یہ کہتا ہے پہلے تو چیز دے دے تب میں روپے دوں گا۔ تو پہلے خریدار سے دام دلوائے جائیں گے جب یہ دام دیدے تب بائع سے وہ چیز دلوائیں گے دام کے وصول پانے تک اس چیز کے نہ دینے کا اس کو اختیار ہے اور اگر دونوں طرف سونا چاندی ہے یا دونوں طرف سودا ہے۔ جیسے اشرفی کے بدلے چاندی لینے لگیں یا کپڑے کے بدلے کپڑا لینے لگیں اور دونوں میں یہی جھگڑا آن پڑے تو دونوں سے کہا جائے گا کہ تم اس کے ہاتھ پر رکھو اور وہ تمہارے ہاتھ پر رکھے۔

مسئلہ :- جس طرح زبان سے یا محض لین دین سے سودا ہو جاتا ہے اسی طرح تحریر کے ذریعے دونوں خرید و فروخت کا کوئی معاملہ طے کر لیں تو اس سے بھی سودا ہو جاتا ہے۔ اسی طرح ٹیلی فون پر بھی سودا کیا جائے تو صحیح ہے۔

مسئلہ:۔ جو شخص کوئی گھر فروخت کرے تو اس کی دیوار چھت سب بیع میں داخل ہوں گی اگرچہ ان چیزوں کا علیحدہ علیحدہ نام نہ لیا ہو۔ اسی طرح جس شخص نے کوئی زمین بیچی تو اس میں جتنے بھی درخت کھڑے ہیں خواہ بڑے ہوں یا چھوٹے پھلدار ہوں یا بے پھل کے، سب بیع میں آجائیں گے، اگرچہ تصریحاً" انکا نام نہ لیا جائے۔ البتہ اگر فروخت کرنے والا صریح الفاظ سے کہہ دے کہ گھر کی دیواریں یا چھت یا زمین کے درختوں کو ہم فروخت نہیں کرتے اس صورت میں بیع میں داخل نہ ہوں گے، صرف زمین فروخت میں رہے گی۔

مسئلہ:۔ ایک درخت بیچا جس میں پھل لگ رہا ہے تو اگر فروخت میں پھل کا بھی ذکر کیا ہو تب تو بیع میں داخل ہو کر خریدار کا ہو جاتا ہے اور اگر اس کا ذکر نہیں کیا تو بدستور بیچنے والے کا رہے گا۔ اسی طرح جس زمین میں کھیتی کھڑی ہے اور وہ زمین فروخت کردی تو اگر سودے میں کھیتی کا بھی صراحت کے ساتھ ذکر کیا تب تو وہ بک جائے گی اور اگر اس کا کچھ ذکر نہیں کیا تو وہ بیچنے والے کی رہے گی۔ البتہ اس صورت میں بیچنے والے سے کہا جائے گا کہ وہ اپنا پھل اتار کر درخت کو اور کھیتی کاٹ کر خالی زمین کو خریدار کے سپرد کردے۔

باب : 2

سودا معلوم ہونے کا بیان

مسئلہ :- اناج غلہ وغیرہ سب چیزوں میں اختیار ہے چاہے تول کے حساب سے لے اور یوں کہدے کہ سو روپے کے بیس سیر گیہوں میں نے خریدے اور چاہے یوں ہی مول کرکے لے اور یوں کہدے کہ گیہوں کی یہ ڈھیری میں نے سو روپیہ میں خریدی پھر اس ڈھیری میں چاہے جتنے گیہوں نکلیں سب اسی کے ہیں۔

مسئلہ :- کیلے' مالٹے وغیرہ میں بھی اختیار ہے کہ گنتی کے حساب سے لے لے یا ویسے ہی ڈھیر کا مول کرکے لے لے۔ اگر ایک ٹوکری کے سب مالٹے پچاس روپے میں خرید لئے اور گنتی اس کی کچھ معلوم نہیں کہ کتنے ہیں تو بیع درست ہے اور سب مالٹے اسی کے ہیں چاہے کم نکلیں چاہے زیادہ۔

مسئلہ :- کوئی شخص بیر وغیرہ کوئی چیز بیچنے آیا اس سے کہا کہ پانچ روپے میں اس اینٹ کے برابر تول دے اور وہ بھی اس اینٹ کے برابر تول دینے پر راضی ہو گیا اور اس اینٹ کا وزن کسی کو نہیں معلوم کہ کتنی بھاری نکلے گی تو یہ بیع بھی درست ہے۔

مسئلہ :- مالٹے یا نارنگی وغیرہ کا پورا ٹوکرا ایک سو روپے میں اس شرط پر خریدا کہ اس میں چار سو مالٹے ہیں پھر جب گنے گئے تو اس میں تین سو ہی نکلے۔ لینے والے کو اختیار ہے چاہے لے لے چاہے نہ لے۔ اگر لے گا تو پورا ایک سو روپیہ دینا نہ پڑے گا بلکہ ایک سیکڑے کے دام کم کرکے فقط پچھتر روپے دے اور اگر ساڑھے تین سو نکلیں تو ساڑھے ستاسی روپے غرضیکہ جتنے مالٹے کم ہوں اتنے دام بھی کم ہو جائیں گے اور اگر اس ٹوکرے میں چار سو سے زیادہ مالٹے ہوں تو جتنے زیادہ ہیں وہ بیچنے والے کے ہیں خریدار کو چار سو سے زیادہ لینے کا حق نہیں ہے ہاں اگر پورا ٹوکرا خرید لیا اور کچھ مقرر نہیں کیا کہ اس میں

کتنے مالٹے ہیں تو جو کچھ نکلے سب اسی کا ہے چاہے کم نکلیں اور چاہے زیادہ۔

مسئلہ :- بنارسی دوپٹہ یا چکن کا دوپٹہ یا پلنگ پوش یا چادر وغیرہ کوئی ایسا کپڑا خریدا کہ اگر اس میں سے کچھ پھاڑ لیں تو نکما اور خراب ہو جائے گا۔ اور خریدتے وقت یہ شرط کرلی تھی کہ یہ دوپٹہ تین گز کا ہے پھر جب ناپا تو کچھ کم نکلا تو جتنا کم نکلا ہے اس کے بدلے میں دام کم نہ ہوں گے بلکہ جتنے دام طے ہوئے ہیں وہ پورے دینا پڑیں گے۔ ہاں کم نکلنے کی وجہ سے بس اتنی رعایت کی جائے گی کہ دونوں طرف سے پکی بیع ہو جانے پر بھی اس کو اختیار ہے چاہے لے چاہے نہ لے۔ اور اگر کچھ زیادہ نکلا تو وہ بھی اسی کا ہے اور اس کے بدلے میں دام کچھ زیادہ دینا نہ پڑیں گے۔

مسئلہ :- کسی نے رات کو دو ریشمی ازاربند دس روپے کے لئے۔ جب صبح کو دیکھا تو معلوم ہوا کہ ایک ان میں سوتی ہے تو دونوں کی بیع جائز نہیں ہوئی نہ ریشمی کی نہ سوتی کی۔ اسی طرح اگر دو انگوٹھیاں شرط کر کے خریدیں کہ دونوں کا نگ فیروزہ کا ہے پھر معلوم ہوا کہ ایک میں فیروزہ نہیں ہے کچھ اور ہے تو دونوں کی بیع ناجائز ہے اب اگر ان میں سے ایک کا یا دونوں کا لینا منظور ہو تو اس کی ترکیب یہ ہے کہ پھر سے بات چیت کر کے خریدے۔

قیمت کے معلوم ہونے کا بیان

مسئلہ :- کسی نے مٹھی بند کر کے کہا کہ جتنے دام ہمارے ہاتھ میں ہیں اتنے کی فلانی چیز دے دو اور معلوم نہیں کہ ہاتھ میں کیا ہے روپیہ ہے یا پیسہ یا اشرفی ہے اور ایک ہے یا دو تو ایسی بیع درست نہیں۔

مسئلہ :- کسی شہر میں دو قسم کے روپے چلتے ہیں تو یہ بھی بتلا دے کہ فلانے روپے کے بدلہ میں یہ چیز لیتا ہوں۔ اگر کسی نے یہ نہیں بتلایا فقط اتنا ہی کہا کہ میں نے یہ چیز ایک روپیہ میں بیچی۔ اس نے کہا کہ میں نے لے لی تو دیکھو کہ وہاں کس روپیہ کا زیادہ رواج ہے جس روپیہ کا رواج زیادہ ہو وہی روپیہ دینا پڑے گا اگر دونوں کا رواج برابر ہو تو بیع درست نہیں رہی بلکہ فاسد اور خراب ہو گئی۔

مسئلہ :- کسی کے ہاتھ میں کچھ پیسے ہیں اور اس نے مٹھی کھول کر دکھلا دیا کہ اتنے پیسوں کی یہ چیز دے دو اور اس نے وہ پیسے ہاتھ میں دیکھ لئے اور وہ چیز دیدی لیکن یہ نہیں معلوم ہوا کہ ہاتھ میں کتنے ہیں تب بھی بیع درست ہے اسی طرح اگر پیسوں کی ڈھیری سامنے بچھونے پر رکھی ہو اس کا بھی یہی حکم ہے کہ اگر بیچنے والا اتنے داموں میں چیز بیچ ڈالے اور یہ نہ جانے کہ کتنے پیسے ہیں تو بیع درست ہے۔ غرضیکہ جب اپنی آنکھ سے دیکھ لے کہ اتنے پیسے ہیں تو ایسے وقت اس کی مقدار بتلانا ضروری نہیں ہے اور اگر اس نے آنکھ سے نہیں دیکھا تو ایسے وقت مقدار کا بتلانا ضروری ہے جیسے یوں کہے دس روپے میں ہم نے یہ چیز لی۔ اگر دام نہ دیکھنے کی صورت میں اس کی مقدار مقرر اور طے نہیں کی تو بیع فاسد ہو گئی۔

مسئلہ :- کسی نے یوں کہا آپ یہ چیز لے لیں قیمت طے کرنے کی کیا ضرورت ہے جو دام ہونگے آپ سے واجبی لے لئے جائیں گے۔ میں بھلا آپ سے زیادہ لوں گا - یا یہ کہا کہ آپ یہ چیز لے لیں میں بازار پوچھ کر جو کچھ قیمت ہو گی پھر بتا دونگا یا یوں کہا اسی میل کی یہ چیز فلاں نے لی ہے جو دام انہوں نے دیے ہیں وہی دام آپ بھی دے دیجئے گا یا اس طرح کہا کہ جو آپ کا جی چاہے دے دیجئے گا میں ہرگز انکار نہ کروں گا جو کچھ دے دو گے لے لونگا یا اس طرح کہا کہ بازار سے پوچھوا لو جو اس کی قیمت ہو وہ دے دینا۔ یا یوں کہا فلاں کو دکھا لو جو قیمت وہ کہہ دیں تم دے دینا تو ان سب صورتوں میں بیع فاسد ہے۔ البتہ اگر اسی جگہ قیمت صاف معلوم ہو گئی اور جس گنجلک کی وجہ سے بیع فاسد ہوئی تھی وہ گنجلک جاتی رہی تو بیع درست ہو جائے گی۔ اور اگر جگہ بدل جانے کے بعد معاملہ صاف ہوا تو پہلی بیع فاسد رہی۔ البتہ اس صاف ہونے کے بعد پھر نئے سرے سے بیع کر سکتے ہیں۔

مسئلہ :- کوئی دکاندار مقرر ہے جس چیز کی ضرورت پڑتی ہے اس کی دوکان سے آ جاتی ہے آج سیر بھر چھالیہ منگالیں کل دو سیر گھی آ گیا۔ کسی دن پاؤ بھر تیل وغیرہ لے لیا اور قیمت کچھ نہیں پوچھوائی اور یوں سمجھے کہ جب حساب ہو گا تو جو کچھ نکلے گا دے دیا جائے گا یہ

درست ہے۔ اسی طرح عطار کی دوکان سے دوا کا نسخہ بندھوا منگایا اور قیمت نہیں دریافت کی اور یہ خیال کیا کہ تندرست ہونے کے بعد جو کچھ دام ہونگے دے دیئے جائیں گے یہ بھی درست ہے۔ اس کو بیع استجرار کہتے ہیں۔ اور اگرچہ اس معاملہ میں بھی سودے کے وقت قیمت معلوم نہیں لیکن لوگوں کی ہروقت کی ضرورت کی وجہ سے شریعت نے اس کی گنجائش دی ہے۔

مسئلہ:۔ کسی کے ہاتھ میں ایک روپیہ ہے اس نے کہا کہ اس روپیہ کی یہ چیز ہم نے لی۔ تو اختیار ہے چاہے وہی روپیہ دے چاہے اس کے بدلے کوئی اور روپیہ دے لیکن اگر چاندی کا روپیہ ہو تو دوسرا بھی کھوٹا نہ ہو۔

مسئلہ:۔ کسی نے چاندی کے ایک روپے میں کچھ خریدا تو اختیار ہے چاہے چاندی کا روپیہ دے دے چاہے چاندی کی ریزگاری دیدے۔ بیچنے والا اس کو لینے سے انکار نہیں کر سکتا۔ البتہ اگر تانبے کے پیسے دے تو بیچنے والے کو اختیار ہے چاہے لے چاہے نہ لے۔ اگر وہ تانبے کے پیسے لینے پر راضی نہ ہو تو چاندی کا روپیہ ہی دینا پڑے گا۔

مسئلہ:۔ کسی نے کوئی صندوقچہ بیچا (جس میں تالا جڑا ہو) تو اس کی چابی بھی بک گئی۔ چابی کے دام الگ نہیں لے سکتا اور نہ ہی چابی اپنے پاس رکھ سکتا ہے۔

نیلام:۔ اگر کوئی شخص کسی چیز کو نیلام کر کے بیچے تو وہ جائز ہے یعنی کئی خریدار ہوں اور ان میں جو زیادہ قیمت لگائے اسے وہ سودا دے دے۔

باب : 3

ادھار لینے کا بیان

مسئلہ :- کسی نے اگر کوئی سودا ادھار خریدا تو یہ بھی درست ہے لیکن اتنی بات ضروری ہے کہ کچھ مدت مقرر کرکے کہدے کہ پندرہ دن میں یا مہینہ بھر میں یا چار مہینے میں تمہارے دام دوں گا اگر کچھ مدت مقرر نہیں کی فقط اتنا کہدیا کہ ابھی دام نہیں ہیں پھر دیدوں گا۔ سو اگر یوں کہا ہے کہ میں اس شرط سے خریدتا ہوں کہ دام پھر دوں گا تو بیع فاسد ہو گئی اور اگر خریدنے کے اندر یہ شرط نہیں لگائی خرید کر کہدیا کہ دام پھر دوں گا تو کچھ ڈر نہیں اور اگر نہ خریدنے کے اندر کچھ کہا نہ خرید کر کچھ کہا تب بھی بیع درست ہو گئی۔ اور ان دونوں صورتوں میں اس چیز کے دام ابھی دینا پڑیں گے۔ ہاں اگر بیچنے والا کچھ دن کی مہلت دے دے تو اور بات ہے لیکن اگر مہلت نہ دے اور ابھی دام مانگے تو دینا پڑیں گے۔

مسئلہ :- کسی نے خریدتے وقت یوں کہا کہ فلانی چیز ہم کو دے دو جب پیسے آئیں گے تب دام لے لینا یا یوں کہا جب میرا بھائی آئے گا تب دے دونگا یا یوں کہا جب کھیتی کٹے گی تب دے دونگا یا دکاندار نے اس طرح کہا کہ تم لے لو جب جی چاہے دام دے دینا یہ بیع فاسد ہو گئی بلکہ کچھ نہ کچھ مدت مقرر کرکے لینا چاہئے اور اگر خرید کر ایسی بات کہدی تو بیع ہو گئی اور سودے والے کو اختیار ہے کہ ابھی دام مانگ لے لیکن صرف کھیتی کٹنے کے مسئلہ میں کہ اس صورت میں کھیتی کٹنے سے پہلے نہیں مانگ سکتے۔

مسئلہ :- نقد داموں پر ایک سو روپیہ کے بیس سیر گیہوں بکتے ہیں مگر کسی کو ادھار لینے کی وجہ سے اس نے سو روپیہ کے پندرہ سیر گیہوں دیے تو یہ بیع درست ہے مگر اسی وقت معلوم ہو جانا چاہئے کہ ادھار خرید رہا ہے۔

مسئلہ :- یہ حکم اس وقت ہے جب خریدار سے سودا کرتے وقت پوچھ لیا ہو کہ نقد لو گے یا ادھار۔ اگر اس نے نقد کہا تو بیس سیر دے دیئے اور اگر ادھار کہا تو پندرہ سیر دے دیے۔ اور اگر معاملہ اس طرح کیا کہ خریدار سے یوں کہا کہ اگر نقد لو گے تو ایک سو روپیہ کے بیس سیر ہوں گے اور ادھار لو گے تو پندرہ سیر ہونگے۔ اور خریدار نے کہا کہ دے دو تو یہ بیع جائز نہیں۔

نوٹ :- ایک چیز ہے دکاندار کا بھاؤ اور نرخ بتانا کہ نقد کا نرخ یہ ہے اور ادھار کا یہ ہے اس پر اگر خریدار کہے اچھا دیدو اور دکاندار نکال دے یا تول وغیرہ کر کے دیدے تو یہ طریقہ صحیح نہیں کیونکہ اس سودے میں معلوم نہیں کہ قیمت کتنی طے ہوئی نقد والی ہوئی یا ادھار والی۔ قیمت کے غیر معلوم اور مجہول رہ جانے سے بیع فاسد ہو جاتی ہے۔ اس لئے جب خریدار کہے اچھا دیدو تو دکاندار اس سے پوچھ لے کہ نقد لے رہے ہو یا ادھار لے رہے ہو یا خریدار خود ہی اس طرح کہے کہ مجھے نقد یا ادھار دیدو۔ اس وقت قیمت مجہول نہ رہے گی۔

مسئلہ :- ایک مہینے کے وعدے پر کوئی چیز خریدی پھر ایک مہینہ ہو چکا' تب کہہ سن کر کچھ اور مدت بڑھوالی کہ پندرہ دن کی مہلت اور دیدو تو تمہارے دام ادا کر دوں اور وہ بیچنے والا بھی اس پر رضامند ہو گیا تو پندرہ دن کی مہلت اور مل گئی اور اگر وہ راضی نہ ہو تو ابھی مانگ سکتا ہے۔

مسئلہ :- جب اپنے پاس دام موجود ہوں تو ناحق کسی کو ٹالنا کہ آج نہیں کل آنا۔ اس وقت نہیں اس وقت آنا ابھی کھلے پیسے نہیں ہیں' جب کھلے پیسے ہوں گے تب دام ملیں گے۔ یہ سب باتیں حرام ہیں جب وہ مانگے اسی وقت روپیہ کھلوا کر دام دے دینا چاہئے۔ ہاں البتہ اگر ادھار خریدا ہے تو جتنے دن کے وعدے پر خریدا ہے اتنے دن کے بعد دینا واجب ہوگا اب وعدہ پورا ہونے کے بعد ٹالنا اور چکر لگوانا جائز نہیں ہے لیکن اگر واقعی اس کے پاس نہیں' نہ کہیں سے بندوبست کر سکتا ہے تو مجبوری ہے جب روپیہ آئے اس

وقت نہ ٹالے۔

قرض یا دین ہو اور چاندی کے مقابلے میں روپے کی قیمت متغیر ہو جائے:- زید نے بکر سے ایک شے ایک ہزار روپے میں مثلاً" چھ ماہ کے ادھار پر خریدی۔ اس وقت ایک ہزار روپے کی دس تولہ چاندی آتی ہے۔ چھ ماہ بعد جب ادائیگی کا وقت آیا تو اس وقت چاندی مہنگی ہو گئی اور ایک ہزار میں آٹھ تولہ ملنے لگی۔ تو اب بکر زید سے بجائے ایک ہزار روپے کے (جس کی اب آٹھ تولہ چاندی آتی ہے) دس تولہ چاندی لے سکتا ہے کیونکہ سونا چاندی ثمن خلقی ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کو پیدا ہی اس اہم غرض سے کیا ہے کہ یہ اشیاء کی مالیت کے لئے معیار کا کام کریں اور روپے پیسے ان کے متبادل ہیں تو روپے پیسوں کی مالیت معلوم کرنے کے لئے سونا چاندی معیار ہیں۔

البتہ اگر بکر چاہے کہ وہ زید سے بجائے ایک ہزار کے بارہ سو روپے لے لے تو ایسا نہیں کر سکتا اور روپوں میں اپنا قرض واپس لے گا تو صرف ہزار ہی لے گا۔

اسی طرح اگر چاندی سستی ہو جائے اور بجائے دس تولہ کے بارہ تولہ ملنے لگے تو بکر کو حق ہے کہ وہ زید کو ایک ہزار روپے نہ دے بلکہ صرف دس تولہ چاندی دے۔ یہی حکم ہر قسم کے قرض میں ہے۔

باب : 4

بیع و شراء میں چند خیار

1- خیار شرط یعنی پھیر دینے کی شرط کر لینے کا بیان

مسئلہ :- خریدتے وقت یوں کہدیا کہ ایک دن یا دو دن یا تین دن تک ہم کو لینے نہ لینے کا اختیار ہے جی چاہے گا لیں گے نہیں تو پھیر دیں گے تو یہ درست ہے۔ جتنے دن کا اقرار کیا ہے اتنے دن تک پھیر دینے کا اختیار ہے چاہے لے چاہے پھیر دے۔

مسئلہ :- کسی نے کہا کہ تین دن تک مجھ کو لینے نہ لینے کا اختیار ہے پھر تین دن گزر گئے اور اس نے کچھ جواب نہ دیا نہ وہ چیز پھیری تو اب وہ چیز لینی پڑے گی پھیرنے کا اختیار نہیں رہا۔ ہاں اگر بیچنے والا رعایت کر کے پھیر لے تو خیر پھیر دے۔ بے رضامندی کے نہیں پھیر سکتا۔

مسئلہ :- تین دن سے زیادہ کی شرط کرنا درست نہیں ہے اگر کسی نے چار یا پانچ دن کی شرط کی تو دیکھو تین دن کے اندر اس نے کچھ جواب دیا یا نہیں۔ اگر تین دن کے اندر اس نے پھیر دیا تو بیع پھر گئی اور اگر کہہ دیا کہ میں نے لے لیا تو بیع درست ہو گئی اور اگر تین دن گزر گئے اور کچھ جواب نہ دیا تو بیع فاسد ہو گئی۔

مسئلہ :- اسی طرح بیچنے والا بھی کہہ سکتا ہے کہ تین دن تک مجھ کو اختیار ہے اگر چاہوں گا تو تین دن کے اندر پھیر لوں گا تو یہ بھی جائز ہے۔

مسئلہ :- خریدتے وقت کہہ دیا تھا کہ تین دن تک مجھے پھیر دینے کا اختیار ہے پھر دوسرے دن آیا اور کہہ دیا کہ میں نے وہ چیز لے لی اب نہ پھیروں گا تو اب وہ اختیار جاتا رہا اب نہیں پھیر سکتا بلکہ اگر اپنے گھر ہی میں آکر کہہ دیا کہ میں نے یہ چیز لے لی اب نہ پھیروں گا تب بھی وہ اختیار جاتا رہا۔ اور جب بیع کا توڑنا اور پھیرنا منظور ہو تو بیچنے والے

کے سامنے توڑنا چاہئے اس کی پیٹھ پیچھے توڑنا درست نہیں ہے۔

مسئلہ :۔ کسی نے کہا تین دن تک میرے باپ کو اختیار ہے اگر کہے گا لے لوں گا نہیں تو پھیر دوں گا تو یہ بھی درست ہے اب تین دن کے اندر وہ یا اس کا باپ پھیر سکتا ہے اور اگر خود وہ یا اس کا باپ کہہ دے کہ میں نے لے لی اب نہ پھیروں گا تو اب پھیرنے کا اختیار نہیں رہا۔

مسئلہ :۔ کسی نے تین دن تک پھیر دینے کی شرط ٹھیرا لی تھی پھر وہ چیز اپنے گھر برتنا شروع کر دی جیسے پہننے کی چیز تھی اس کو پہن لیا یا بچھانے کی چیز تھی اس کو بچھانے لگا تو اب پھیر دینے کا اختیار نہیں رہا۔

مسئلہ :۔ ہاں اگر استعمال صرف دیکھنے کے لئے ہوا ہے تو پھیر دینے کا حق ہے مثلاً" سلا ہوا کرتہ یا چادر یا دری خریدی تو یہ دیکھنے کے لئے کہ یہ کرتہ ٹھیک بھی آتا ہے یا نہیں ایک مرتبہ پہن کر دیکھا اور فوراً" اتار دیا یا چادر کی لمبائی چوڑائی اوڑھ کر دیکھی یا دری کی لمبائی چوڑائی بچھا کر دیکھی تو بھی پھیر دینے کا حق حاصل ہے۔

مسئلہ :۔ ایک شخص نے دکاندار سے کہا یہ کپڑا مجھے دو اگر پسند آیا تو میں نے سو روپے میں اس کو خرید لیا۔ یہاں چونکہ اختیار خریدار نے رکھا ہے اس لئے قبضہ کئے ہوئے کپڑے میں ابھی تک مالک کی ملکیت ہے۔ اب اگر وہ کپڑا خریدار کے پاس قدرتی آفت سے ضائع ہو جائے تو خریدار کو اگر ویسا ہی کپڑا ملتا ہو تو اس کو کپڑا دینا ہو گا اور اگر نہ ملتا ہو تو اس کی بازاری قیمت دینی ہو گی اور اگر خریدار نے خود استعمال کر کے اس کو ضائع کر دیا تو اس کو آپس میں طے شدہ قیمت دینی ہو گی۔ خریدار کا کپڑے پر قبضہ سودے کے طور پر ہوا ہے (یعنی مقبوض علی سوم الشراء ہے)۔

مسئلہ :۔ اگر خریدار آپس میں طے شدہ قیمت کا ذکر کئے بغیر یوں کہے' یہ کپڑا مجھے دو اگر پسند آیا تو خرید لیا یا دکاندار نے کہا لو یہ کپڑا تمہیں سو روپے میں دیا لیکن خریدار نے کہا نہیں پہلے میں اس کے بارے میں غور کر لوں پھر اگر خریدار کے پاس وہ کپڑا کسی قدرتی

آفت سے ہلاک ہوا تو خریدار کو کچھ تاوان نہ دینا پڑے گا کیونکہ اس صورت میں قبضہ امانت کا تھا(یعنی مقبوض علی وجہ النظر ہے)۔

مسئلہ :- جو کپڑا ہاتھ سے بنا جاتا ہے تو عام طور سے وہ بعینہ ایک دوسرے کی مثل نہیں ہوتا اور ایک ہی کپڑے کے مختلف تھانوں اور چادروں میں بھی فرق ہوتا ہے کوئی اچھا کوئی درمیانہ اور کوئی ہلکا۔ ایسی حالت میں کسی خریدار نے دو یا تین تھان یا چادریں لیں اور کہا کہ ان میں سے ایک لے لی ہے لیکن تین دن تک ہم کو اختیار ہے کہ اس میں سے جو پسند ہوگی اس کو طے شدہ قیمت پر رکھ لیں گے تو یہ درست ہے اور اس کو خیار تعیین کہتے ہیں۔ چونکہ ہاتھ کے کام میں عام طور سے تین ہی درجے ہوتے ہیں اس لئے تین سے زائد تھانوں یا چادروں میں اجازت نہیں۔

مسئلہ :- جو کپڑا مشین پر بنا جاتا ہے اس میں ایک کوالٹی کا ہر تھان اور چادر بالکل ایک جیسی ہوتی ہے۔ مشین کے بنے ہوئے مختلف کوالٹی یا ڈیزائن کے چند کپڑے لئے کہ ان میں سے ایک لے لیا ہے اور ان میں سے ایک کا انتخاب تین دنوں تک کرلیں گے تو یہ درست نہیں بلکہ سب کو علی وجہ النظر لے یعنی دیکھنے کے لئے بطور امانت لے یا سب کو علی سوم الشراء یعنی سودے کے طور پر لے جیسا کہ اوپر بیان ہوا ہے۔

2- خیار رویت یعنی بے دیکھی ہوئی چیز کے خریدنے کا بیان

مسئلہ :- کسی نے کوئی چیز بے دیکھے ہوئے خرید لی تو یہ بیع درست ہے لیکن جب دیکھے تو اس کو اختیار ہے پسند ہو تو رکھے نہیں تو پھیر دے۔ اگرچہ اس میں کوئی عیب بھی نہ ہو۔ اور جیسی ٹھہرائی تھی ویسی ہی ہو تب بھی رکھنے نہ رکھنے کا اختیار ہے۔

مسئلہ :- کسی نے بے دیکھے اپنی چیز بیچ ڈالی تو اس بیچنے والے کو دیکھنے کے بعد پھیر لینے کا اختیار نہیں ہے۔ دیکھنے کے بعد اختیار فقط لینے والے کو ہوتا ہے۔

مسئلہ :- کوئی سبزی فروش مٹر کی پھلیاں بیچنے کو لایا' اس میں اوپر تو اچھی اچھی تھیں اور

کو دیکھ کر پورا ٹوکرا لے لیا لیکن نیچے خراب نکلیں تو اب بھی عیب کی وجہ سے اس کو پھیر دینے کا اختیار ہے البتہ اگر سب پھلیاں یکساں ہوں تو تھوڑی سی پھلیاں دیکھ لینا کافی ہے چاہے سب پھلیاں دیکھے چاہے نہ دیکھے پھیرنے کا اختیار نہ رہے گا۔

مسئلہ :- امرود یا انار یا نارنگی وغیرہ کوئی ایسی چیز خریدی کہ سب یکساں نہیں ہوا کرتیں تو جب تک سب نہ دیکھے تب تک اختیار رہتا ہے تھوڑے کے دیکھ لینے سے اختیار نہیں جاتا۔

مسئلہ :- اگر کوئی چیز کھانے پینے کی خریدی تو اس میں فقط دیکھ لینے سے اختیار نہیں جائے گا بلکہ چکھنا بھی چاہئے اگر چکھنے کے بعد ناپسند ٹھہرے تو پھیر دینے کا اختیار ہے۔

مسئلہ :- بہت زمانہ ہوگیا کہ کوئی چیز دیکھی تھی اب آج اس کو خرید لیا لیکن ابھی دیکھا نہیں۔ پھر جب گھر لاکر دیکھا تو جیسی دیکھی تھی بالکل ویسی ہی اس کو پایا تو اب دیکھنے کے بعد پھیر دینے کا اختیار نہیں ہے۔ ہاں اگر اتنے دنوں میں کچھ فرق ہوگیا ہو تو دیکھنے کے بعد اس کے لینے نہ لینے کا اختیار ہوگا۔

3- خیارِ عیب یعنی سودے میں عیب نکل آنے کا بیان

مسئلہ :- جب کوئی چیز بیچے تو واجب ہے جو کچھ اس میں عیب و خرابی ہو سب بتا دے نہ بتانا اور دھوکہ دے کر بیچ ڈالنا حرام ہے۔

مسئلہ :- جب خرید چکا تو دیکھا اس میں کوئی عیب ہے' جیسے تھان کو چوہوں نے کتر ڈالا ہے یا دوشالے میں کیڑا لگ گیا ہے یا اور کوئی عیب نکل آیا تو اب اس خریدنے والے کو اختیار ہے چاہے رکھ لے اور لے لے' چاہے پھیر دے لیکن اگر رکھ لے تو پورے دام دینا پڑیں گے' اس عیب کے عوض میں کچھ دام کاٹ لینا درست نہیں البتہ اگر دام کی کمی پر وہ بیچنے والا بھی راضی ہو جائے تو کم کرکے دینا درست ہے۔

مسئلہ :- کسی نے کوئی تھان خرید کر رکھا تھا کہ کسی لڑکے نے اس کا ایک کونا پھاڑ ڈالا یا

قینچی سے کتر ڈالا۔ اس کے بعد دیکھا کہ وہ اندر سے خراب ہے' جابجا چوہے کتر گئے ہیں تو اب اس کو نہیں پھیر سکتے کیونکہ ایک اور عیب تو اس کے ہاں ہو گیا ہے البتہ اس عیب کے بدلے میں جو کہ بیچنے والے کے گھر کا ہے دام کم کر دیئے جائیں۔ اس کے لئے اسے ایسے لوگوں کو دکھایا جائے جو اس کی قیمت سے واقف ہوں اور جو وہ تجویز کریں اتنا کم کر دو۔ البتہ اگر بیچنے والا راضی ہو تو وہ تھان واپس بھی لے سکتا ہے۔

مسئلہ :۔ اسی طرح اگر کپڑا قطع کر چکا تب عیب معلوم ہوا تب بھی پھیر نہیں سکتا۔ البتہ دام کم کر دیئے جائیں گے لیکن اگر بیچنے والا کہے کہ میرا قطع کیا ہوا دے دو اور اپنے سب دام لے لو میں دام کم نہیں کرتا تو اس کو یہ اختیار حاصل ہے' خریدنے والا انکار نہیں کر سکتا۔ اگر قطع کر کے سی بھی لیا تھا پھر عیب معلوم ہوا تو عیب کے بدلے دام کم کر دیئے جائیں گے اور بیچنے والا اس صورت میں اپنا کپڑا نہیں لے سکتا۔

مسئلہ :۔ اور اگر خریدار نے کپڑے میں کوئی ایسا عمل کیا جس سے کپڑے میں کوئی زائد چیز تو نہیں لگتی لیکن بائع اس کو واپس لینے پر قادر نہ رہے تو خریدار اپنے عمل کی وجہ سے دام کم نہیں کرا سکتا مثلاً" خریدار نے وہ کپڑا بیچ ڈالا یا اپنے نابالغ بچے کو ہبہ کرنے اور پہنانے کی نیت کر کے قطع کر لیا' پھر اس میں عیب نکلا تو اب دام کم نہیں کئے جائیں گے اور اگر بالغ اولاد کی نیت سے قطع کیا اور پھر عیب نکلا تو چونکہ بالغ اولاد کو قبضہ دیئے بغیر ہبہ مکمل نہیں ہوتا لہٰذا اب دام کم کر دیئے جائیں گے۔

مسئلہ :۔ کسی نے فی انڈا دو روپے کے حساب سے کچھ انڈے خریدے جب توڑے تو سب گندے نکلے تو سارے دام پھیر سکتا ہے اور ایسا سمجھیں گے کہ گویا اس نے بالکل خریدا ہی نہیں اور اگر بعضے گندے نکلے بعضے اچھے تو گندوں کے دام پھیر سکتا ہے اور اگر کسی نے بیس روپے درجن کے حساب سے مثلاً" دو سو انڈے خرید لئے اور ان میں کچھ خراب نکلے تو دیکھو کتنے خراب نکلے اگر سو میں پانچ چھ خراب نکلے تو اس کا کچھ اعتبار نہیں اور اگر زیادہ خراب نکلے تو خراب کے دام حساب سے پھیر لے۔ البتہ اگر بیچنے والا سو میں

چار پانچ یا ایک دو بھی خراب نکلیں واپس لے لیتا ہے تو خریدنے والے کے واپس کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

مسئلہ :۔ کھیرا' ککڑی' خربوزہ' تربوز' بادام' اخروٹ وغیرہ کچھ خریدا۔ جب توڑے اندر سے بالکل خراب نکلے تو دیکھو کہ کام میں آسکتے ہیں یا بالکل نکمے اور پھینک دینے کے قابل ہیں۔ اگر بالکل خراب اور نکمے ہوں تب تو یہ بیع بالکل صحیح نہیں ہوئی اپنے سب دام پھیر لے اور اگر کسی کام میں آسکتے ہوں تو جتنے دام بازار میں لگیں اتنے دیئے جائیں پوری قیمت نہ دی جائے گی۔

مسئلہ :۔ اگر سو بادام میں چار' پانچ ہی خراب نکلے تو کچھ اعتبار نہیں اور اگر زیادہ خراب نکلے تو جتنے خراب ہیں ان کے دام کاٹ لینے کا اختیار ہے۔

مسئلہ :۔ سو روپیہ کے پندرہ کلو گیہوں خریدے یا سو روپیہ کا ڈیڑھ کلو گھی لیا۔ اس میں سے کچھ تو اچھا نکلا اور کچھ خراب نکلا تو یہ درست نہیں ہے کہ اچھا اچھا لے لے اور خراب خراب پھیر دے' بلکہ اگر لے تو سب لینا پڑے گا اور پھیرے تو سب پھیرے' ہاں البتہ اگر بیچنے والا خود راضی ہو جائے کہ اچھا اچھا لے لو اور جتنا خراب ہے' وہ پھیر دو تو ایسا کرنا درست ہے' بغیر اس کی مرضی کے نہیں کر سکتا۔

مسئلہ :۔ عیب نکلنے کے وقت پھیر دینے کا اختیار اسی وقت ہے جب عیب دار چیز کے لینے پر کسی طرح رضامندی ثابت نہ ہوتی ہو اور اگر خریدار اسی کے لینے پر راضی ہو جائے تو اب اس کا پھیرنا جائز نہیں۔ البتہ بیچنے والا خوشی سے پھیر لے تو پھیرنا درست ہے جیسے کسی نے ایک بکری یا گائے وغیرہ کوئی چیز خریدی' جب گھر آئی تو معلوم ہوا کہ یہ بیمار ہے یا اس کے بدن میں کہیں زخم ہے' پس اگر دیکھنے کے بعد اپنی رضامندی ظاہر کرے کہ خیر ہم نے عیب دار ہی لے لی تو اب پھیرنے کا اختیار نہیں رہا اور اگر زبان سے تو نہیں کہا لیکن ایسے کام کئے جس سے رضامندی معلوم ہوتی ہے جیسے اس کی دوا علاج کرنے لگا' تب بھی پھیرنے کا اختیار نہیں رہا۔

مسئلہ :- بکری کا گوشت خریدا پھر معلوم ہوا کہ بھیڑ کا گوشت ہے تو پھیر سکتا ہے۔

مسئلہ :- موتیوں کا ہار یا اور کوئی زیور خریدا اور کسی وقت اس کو پہن لیا یا جوتہ خریدا اور پہنے پہنے چلنے پھرنے لگا تو اب عیب کی وجہ سے پھیرنے کا اختیار نہیں رہا۔ ہاں اگر اس وجہ سے پہنا ہو کہ پاؤں میں دیکھوں آتا ہے یا نہیں اور پاؤں کو چلنے میں کچھ تکلیف تو نہیں ہوتی تو اس آزمائش کے لئے ذرا دیر کے پہننے سے کچھ حرج نہیں اب بھی پھیر سکتا ہے۔ اسی طرح اگر کوئی چارپائی یا تخت خریدا اور کسی ضرورت سے اس کو بچھا کر بیٹھا یا تخت پر نماز پڑھی اور استعمال کرنے لگا تو اب پھیرنے کا اختیار نہیں رہا۔ اسی طرح اور سب چیزوں کا حکم ہے۔ اگر اس سے کام لینے لگے تو پھیرنے کا اختیار نہیں رہتا۔ ہاں عیب کی وجہ سے جو اس کی قیمت میں کمی ہوئی ہے اتنے دام واپس لے سکتے ہیں۔

مسئلہ :- بیچتے وقت' بیچنے والے نے کہہ دیا کہ خوب دیکھ بھال لو' اگر اس میں کچھ عیب نکلے یا خراب ہو تو میں ذمہ وار نہیں۔ اس کہنے پر بھی خریدار نے لے لیا تو اب چاہے جتنے عیب اس میں نکلیں پھیرنے کا اختیار نہیں ہے اور اس طرح بیچنا بھی درست ہے۔ اس کہہ دینے کے بعد عیب کا بتلانا واجب نہیں ہے۔

باب : 5

بیع باطل، فاسد اور مکروہ کا بیان

بیع کی تعریف:۔

باہمی رضامندی سے ایک مال کا دوسرے مال سے تبادلہ کرنے کو بیع کہتے ہیں۔

مال:۔ اس چیز کو کہتے ہیں جس کی طرف طبیعت کا میلان ہوتا ہو اور ضرورت کے وقت کے لئے اس کی ذخیرہ اندوزی کی جاسکے۔ کبھی تو کوئی شے تمام انسانوں کے نزدیک مال ہوتی ہے۔ مثلاً" گندم اور کبھی صرف بعض لوگوں کے نزدیک مال ہوتی ہے، جیسے شراب۔

مال متقوم اور مال غیر متقوم:۔

مال اگر ایسی شے ہو کہ شریعت اسلامیہ میں اس سے نفع اٹھانا مباح ہو تو وہ مال متقوم کہلاتا ہے اور اگر ایسی شے ہو کہ شریعت اسلامیہ میں اس سے نفع اٹھانا مباح نہ ہو تو اس کو مال غیر متقوم کہتے ہیں۔ مثلاً" شراب مال ہے کیونکہ بعض دین سماوی والے اس کو مال سمجھتے ہیں لیکن چونکہ شریعت اسلام میں اس سے نفع اٹھانا جائز نہیں ہے، اس لئے وہ مال غیر متقوم ہے۔

بیع باطل:۔

یہ وہ بیع ہوتی ہے جو اپنی اصل اور ذات کے اعتبار سے صحیح نہ ہو اور شرع میں بالکل لغو اور غیر معتبر ہو۔ اس کا حکم یہ ہے کہ خریدنے والا شے کا مالک نہیں ہوتا۔ وہ شے اب تک بیچنے والے کی ملک میں رہی۔ اس لئے خریدنے والے کو نہ تو اس کا کھانا یا استعمال کرنا جائز، نہ کسی کو دینا جائز، کسی طرح سے اپنے کام میں لانا درست نہیں۔

بیع باطل کی مندرجہ ذیل وجوہ ہیں۔

1- عدم رضامندی :- مثلاً" فریقین خرید و فروخت تو کریں لیکن ساتھ میں یہ کہہ دیں کہ ہم ویسے ہی جھوٹ موٹ بیع کر رہے ہیں۔ اسی طرح اگر پہلے سے جھوٹ موٹ کرنے کا طے کرلیا ہو پھر لوگوں کے سامنے بیع کرلی تو حکم کے اعتبار سے یہ بیع باطل ہے کیونکہ اس میں خریدار کو ملکیت حاصل نہیں ہوتی۔

2- عدم مالیت :- اس کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں۔

i- ملکیت کی صلاحیت نہ ہونے کی وجہ سے جیسے آزاد آدمی کی بیع۔

ii- عدم وجود کی وجہ سے جیسے بکری کے موجودہ حمل سے جو آئندہ حمل ہوگا اس کی بیع۔

iii- وجود کے غیر یقینی ہونے کی وجہ سے جیسے انڈے میں موجود چوزے کی بیع یا حمل کی بیع (بعض ذرائع سے اگر حمل کے وجود کا یقین ہو جائے تب بھی اس کا تو یقین نہیں کہ وہ زندہ پیدا ہوگا)۔

iv- عدم تقوم یعنی مال کے غیر متقوم ہونے کی وجہ سے جیسے خمر اور خنزیر کی بیع۔

v- عدم منفعت کی وجہ سے جیسے مردار کی بیع۔

vi- بائع کی ملک نہ ہونے کی وجہ سے جیسے غاصب یا فضولی جب خود اپنے لئے بیع کرے تو اس کے حق میں بیع باطل ہوگی

3- عدم عاقد یعنی دو سودا کرنے والوں کا نہ ہونا یا ان میں عقد کرنے کی اہلیت کا نہ ہونا مثلاً" ایک ہی شخص دونوں کی نمائندگی کرے اور یوں کہے کہ فلاں کی یہ شے میں نے فلاں کے ہاتھ اتنے میں فروخت کی یا اگر خود فروخت کرنے والا ہے اور خریدار کا نمائندہ ہے تو یوں کہے کہ میں نے اپنی یہ شے فلاں کے ہاتھ اتنے میں فروخت کی یا خود اپنی طرف نسبت کرتے ہوئے یوں کہے کہ میں نے یہ شے بیچی اور میں نے یہ شے اتنے میں خریدی وغیرہ یا سودا کرنے والا دیوانہ اور مجنون ہو یا نا سمجھ بچہ ہو جس کو خرید و فروخت کی کچھ سمجھ نہ ہو۔

4- بیع کا حقیقتاً" نفع سے خالی ہونا جیسے چاندی کی ایک ڈلی کو ہموزن اور وصف میں یکساں ایک ڈلی کے بدلہ میں فروخت کرنا۔ البتہ اگر وصف جدا جدا ہوں تو بیع جائز ہے۔

5- مبیع کا نہ ہونا جیسے مبیع کا ذکر کئے بغیریوں کہے کہ میں نے ہزار روپے میں سودا خریدا۔

مسئلہ :- آدمی کے بال اور ہڈی وغیرہ کسی چیز کا بیچنا ناجائز اور باطل ہے اور ان چیزوں کا اپنے کام میں لانا اور برتنا بھی درست نہیں۔ انسانی بالوں پر مشتمل وگ (wig) یا انسانی بالوں کے گنجے سر پر استعمال کے لئے کسی اور صورت میں ان کو خریدنا اور استعمال کرنا حرام ہے۔

مسئلہ :- خون کی بیع جائز نہیں خواہ انسان کا ہو یا کسی جانور کا ہو' لیکن اگر کسی مریض کی ہلاکت کا خطرہ ہو اور خون بلا قیمت نہ ملتا ہو تو ایسی حالت میں مریض کے لئے قیمت دے کر خون حاصل کرنا جائز ہے' مگر خون دینے والے کے لئے اس کی قیمت لینا درست نہیں۔

مسئلہ :- کوئی مرغی یا بکری گائے وغیرہ مر گئی تو اس کی بیع حرام اور باطل ہے۔ بلکہ اس مری چیز کو کسی کافر کو کھانے کے لئے دینا بھی جائز نہیں۔ اس کی کھال اتروا کر اور دباغت دے لینے کے بعد کھال کو بیچنا اور اپنے کام میں لانا جائز ہے۔

مسئلہ :- جانور کے تھن میں جو دودھ بھرا ہوا ہے دوہنے سے پہلے اس کا بیچنا باطل ہے۔ پہلے دوہ لے پھر بیچے۔

مسئلہ :- بھیڑ دنبہ وغیرہ کے بال جب تک کاٹ نہ لے تب تک بالوں کا بیچنا ناجائز اور باطل ہے۔ کیونکہ کٹنے سے پہلے انکی حیثیت جانور کے محض وصف کی ہے اس لئے وہ فی ذاتہ غیر متقوم ہیں۔

مسئلہ :- بچوں کے کھیل کے لئے مٹی یا پلاسٹک یا کسی بھی چیز کی بنی ہوئی گڑیاں اور مورتیاں خریدے تو یہ بیع باطل ہے۔ شریعت کے نزدیک ان کھلونوں کی کچھ قیمت نہیں لہذا اس کے کچھ دام نہ دلائے جائیں گے اور اگر کوئی توڑ دے تو کچھ تاوان بھی دینا نہ

پڑے گا۔ ایسے کھلونوں کا بنانا بھی حرام ہے۔

بیع فاسد:۔

جب بیع اپنی ذات اور اصل کے اعتبار سے تو ہو جاتی ہے لیکن وصف کے اعتبار سے اس میں خلل آجائے تو وہ بیع فاسد ہوتی ہے۔

اس کا حکم یہ ہے کہ جب تک خریدنے والے کے قبضہ میں نہ آجائے تب تک وہ خریدی ہوئی شے اس کی ملک میں نہیں آتی اور جب قبضہ کرلیا تو ملک میں تو آگئی لیکن حلال طیب نہیں ہے۔ اس لئے اس کو کھانا پینا یا کسی اور طرح سے اپنے کام میں لانا درست نہیں۔ لیکن یہ حکم اس وقت ہے جب بیع کو برقرار رکھا جائے اور اس میں گناہ بھی ہے لہٰذا اصل یہ ہے کہ ایسی بیع کرنے والے اس کو ختم کر کے صحیح اور شرعی طریقے سے از سر نو بیع کریں۔

بیع فاسد کی مندرجہ ذیل وجہیں:۔

1- بیع میں نزاع اور جھگڑے کا احتمال ہو جو مندرجہ ذیل وجوہ سے پیدا ہوتا ہے۔

i- مبیع کو خریدار کے سپرد کرنا بائع کی قدرت میں نہ ہو مثلاً" بھاگے ہوئے جانور کی بیع' البتہ جو شخص یہ کہتا ہو کہ وہ بھاگا ہوا جانور میرے پاس ہے تو اس کے ہاتھ فروخت کرنا صحیح ہے۔

ii- اس کے سپرد کرنے میں ضرر و نقصان ہو جیسے چھت میں لگے ہوئے معین شہتیر کی بیع کیونکہ اس کو نکال کر سپرد کرنے میں چھت کو نقصان پہنچتا ہے۔

iii- مبیع کی ذات غیر معین رہے مثلاً" یوں کہا کہ ان دو کپڑوں میں سے ایک کپڑا فروخت کیا۔

iv- وصف کے اعتبار سے بیع غیر معین رہے جیسے بھیڑ کی پشت پر لگی ہوئی اون فروخت کی تو اون کو کہاں سے کاٹا جائے اور اس کی مقدار کتنی ہو

اس میں جھگڑے کا احتمال ہے۔

2- بعض امور لازمہ کا ترک ہونا

i- ثمن (یعنی طے کردہ قیمت) کا غیر متقوم ہونا جیسے گندم کو شراب کے عوض فروخت کیا۔

ii- بیع میں ثمن کی ادائیگی کے لئے ایسی مدت مقرر کرنا جو متعین نہ ہو مثلاً" یہ کہ جب گندم کٹے گی اس وقت ادائیگی کریں گے' حالانکہ اس میں کمی بیشی ہو جاتی ہے۔

3- اس میں ربوا اور سود کا شبہ ہو جیسے ایک شے پانچ سو روپے میں فروخت کی اور ابھی قیمت پر قبضہ نہیں کیا تھا کہ وہی شے واپس چار سو میں خرید لی۔ اب اس شخص کے پاس اپنی شے بھی واپس آئی اور سو روپے بھی زائد آئے اور چونکہ ابھی قیمت پر قبضہ نہیں کیا تھا اس لئے قرض کے معاملہ پر سو روپے زائد ملے

4- ایجاب و قبول کا طریقہ شریعت کے مخالف ہو مثلاً" دونوں میں سے ہر ایک بغیر دیکھے بھالے اور بغیر سوچے سمجھے مثلاً" دوسرے کے کپڑے کو ہاتھ لگا دے اور اس کو بیع سمجھیں۔ یا دونوں میں سے ہر ایک اپنا کپڑا دوسرے کی طرف پھینک دے حالانکہ دوسرے کے کپڑے کو دیکھا تک نہ ہو یا خریدار جو شے لینا چاہتا ہے اس پر کنکری ڈال دے۔ ایام جاہلیت میں عربوں میں خرید و فروخت کے یہ طریقے رائج تھے اور سمجھتے تھے کہ ان سے بیع لازم ہو جاتی ہے۔ پہلے طریقے کا نام ملامسہ دوسرے کا منابذہ اور تیسرے کا القاء حجر تھا۔ حدیث میں ان سے منع کیا گیا۔

5- ایسی شرط لگانا جو عقد کا تقاضا نہ ہو اور اس سے مراد ایسی شرط ہے جس میں کسی ایک کا نفع ہو۔

i- خریدار کا نفع ہو مثلاً" اس شرط پر کپڑا خریدا کہ بائع اس کو خریدار کے لئے سی کر بھی دے یا اس شرط پر خریدا کہ بائع اس کو قرض بھی دے۔

ii- بائع کا نفع ہو مثلاً" بائع اس شرط پر مکان فروخت کرے کہ وہ اس میں

ایک مہینہ سکونت رکھے گا۔

iii- مبیع جبکہ وہ انسان ہو اس کا نفع ہو مثلاً" اس شرط پر غلام فروخت کیا کہ وہ خریدار کی خدمت نہیں کرے گا۔

iv- اجنبی شخص کا فائدہ ہو مثلاً" اس شرط پر فروخت کیا کہ خریدار آگے اس اجنبی کے ہاتھ فروخت کرے گا یا اس اجنبی کو قرض دے گا۔

مسئلہ :- بیع میں ایسی شرط لگانا جس کا عقد تقاضا کرتا ہو جیسے یہ شرط کرنا کہ مبیع میں ملکیت خریدار کی ہوگی یا ایسی شرط لگانا جس کا عقد تقاضا تو نہ کرتا ہو لیکن اس میں کسی کا نفع نہ ہو مثلاً" یہ شرط کرنا کہ خریدار خریدی ہوئی شے کو آگے فروخت نہ کرے تو اس میں کچھ حرج نہیں ہے۔

مسئلہ :- ایسی شرط جس سے بیع فاسد ہوتی ہے اگر فریقین عقد سے پیشتر وہ شرط طے کرلیں اور پھر عقد میں اس شرط کا ذکر نہ کریں تو بیع صحیح ہوگی مثلاً" پہلے یہ طے کرلیا کہ اگر زید بکر سے یہ سامان خریدے گا تو بکر زید کو دس ہزار روپیہ قرض دے گا۔ پھر زید نے بکر سے سامان خریدا لیکن سودا کرتے ہوئے قرض کی شرط ذکر نہیں کی تو بیع صحیح ہوگی۔" کیونکہ عقد میں ذکر نہ ہونے کی وجہ سے قانون کی نظر میں وہ شرط مفقود ہے اور نہ تو زید قرض لینے کا قانونی حق رکھتا ہے اور نہ ہی بکر قانوناً قرض دینے کا پابند ہوتا ہے۔"

مسئلہ :- کسی کمپنی کے حصص خریدتے ہوئے وہ شرائط جو کمپنی کے میمورنڈم (Memorandum) میں لکھی ہوتی ہیں ان کا اطلاق عقد کے وقت ہی معتبر ہے' کیونکہ ان شرائط کو قانوناً معتبر سمجھا جاتا ہے لہٰذا اس میں جو ناجائز شرائط درج ہونگی وہ معاملہ کو فاسد کردینگی"

مسئلہ :- اگر یہ بات عقد میں ذکر ہو کہ اگر خریدار نے بروقت ادائیگی نہ کی تو اس کا بیعانہ ضبط ہو جائے گا تو بیع فاسد ہو جائے گی اور اگر بیع ہو جانے کے بعد اس کو ذکر کیا تو بیع صحیح ہوگی البتہ شرط لغو ہوگی۔

مسئلہ :- بیعانہ کرتے وقت جو یہ شرط طے کرتے ہیں کہ اگر خریدار نے بروقت ادائیگی نہ کی تو اس کا بیعانہ ضبط ہو جائے گا اور اگر بائع اپنے سودے سے پھر گیا تو وہ خریدار کو بیعانہ

کی دگنی مقدار واپس کرے گا تو یہ شرط ناجائز ہے نہ بائع بیعانہ ضبط کر سکتا ہے اور نہ ہی خریدار دگنی مقدار لے سکتا ہے۔ خریدار اگر بیع کے فسخ پر راضی ہے تو وہ صرف اپنا بیعانہ واپس لے سکتا ہے اور اگر فسخ کرنے پر راضی نہیں تو عدالت کے ذریعے سے خریدی ہوئی شے وصول کرنے کا حقدار ہے۔

مسئلہ :- جو شرط عقد کے تقاضے کے خلاف ہو لیکن اس کا عام رواج ہو جائے (بشرطیکہ ایسی شرط کی کسی حدیث میں صریح ممانعت نہ آئی ہو) تو اس کی شرط کرنا جائز ہے جیسے بازار سے موٹر سائیکل خریدی اور چونکہ رواج ہے کہ کمپنی یا اس کا ڈیلر چھ مہینے کی مفت سروس اور گارنٹی مہیا کرتے ہیں اس لئے خریدار نے خریدنے میں یہ شرط لگائی کہ اس کو بھی یہ سہولت دی جائے گی تو یہ جائز ہے او، اس سے سودا فاسد نہیں ہوگا۔

مسئلہ :- کچھ اناج گھی' تیل وغیرہ دس روپے کا کلو یا اور کچھ نرخ طے کر کے خریدا تو دیکھو کہ اس بیع ہونے کے بعد اس نے تمہارے یا تمہارے بھیجے ہوئے آدمی کے سامنے تول کر دیا ہے یا تمہارے اور تمہارے بھیجے ہوئے آدمی کے سامنے نہیں تولا بلکہ کہا تم جاؤ ہم تول کر گھر بھیج دیتے ہیں یا پہلے سے الگ تولا ہوا رکھا تھا' اس نے اسی طرح اٹھا دیا پھر نہیں تولا۔ یہ تین صورتیں ہوئیں۔ پہلی صورت کا حکم یہ ہے کہ گھر میں لاکر اب اس کا تولنا ضروری نہیں ہے بغیر تولے بھی اس کا کھانا پینا بیچنا وغیرہ سب صحیح ہے اور دوسری اور تیسری صورت کا حکم یہ ہے کہ جب تک خود نہ تول لے تب تک اس کا کھانا پینا بیچنا وغیرہ کچھ درست نہیں۔ اگر بغیر تولے بیچ دیا تو یہ بیع فاسد ہو گئی' پھر اگر تول بھی لے تب بھی یہ بیع درست نہیں ہوئی۔ کیونکہ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غلہ کو بیچنے سے منع فرمایا یہاں تک کہ اس میں بائع اور خریدار کے صاع یعنی (تول و پیمائش جاری نہ ہو جائیں۔ اور آدمی بائع و خریدار اس وقت بنتا ہے جب وہ سودا کرتا ہے۔ اس سے پہلے وہ بائع یا خریدار نہیں بنتا۔

مسئلہ :- بیچنے سے پہلے اس نے تول کر تم کو دکھایا اس کے بعد تم نے خرید لیا اور پھر دوبارہ اس نے نہیں تولا تو اس صورت میں بھی خریدنے والے کو پھر تولنا ضروری ہے بغیر

تولے کھانا اور بیچنا درست نہیں اور بیچنے سے پہلے اگرچہ اس نے تول کر دکھا دیا ہے لیکن اس کا کچھ اعتبار نہیں۔

مسئلہ :- زمین اور مکان وغیرہ کے علاوہ اور جتنی چیزیں ہیں ان کے خریدنے کے بعد جب تک قبضہ نہ کرلے تب تک ان کو فروخت کرنا درست نہیں ہے۔

مسئلہ :- قبضہ کرنے کے لئے یہ ضروری نہیں کہ اس چیز کو خریدار سے لے کر اپنی جگہ پر لے آئے بلکہ اتنا بھی کافی ہے کہ بائع کے گودام میں یا دکان پر چلا جائے اور بائع اس کے لئے سامان علیحدہ کر کے اس کو کہہ دے کہ یہ تمہارا سامان ہے اٹھا لو۔ یہ قبضہ ہوگیا پھر چاہے خریدار وہیں بائع کے گودام میں بطور امانت رکھی رہنے دے۔ اسی طرح اگر خریدار خود نہ جائے اپنے وکیل اور ملازم کو بھیج دے اور بائع اس کے سامنے سامان الگ کر کے رکھ دے اور اس کو کہہ دے کہ یہ تمہارا ہے اس کو اٹھا لو تو اس سے بھی خریدار کا قبضہ ثابت ہو جاتا ہے۔ اسی سے یہ بات بھی نکلتی ہے کہ اگر خریدار کسی دوسرے شہر سے سامان منگوا رہا ہے اور وہ ٹرانسپورٹر کو اپنا وکیل بنا دے تو ٹرانسپورٹر کا قبضہ خریدار کا قبضہ قرار پائے گا لیکن اس صورت میں اگر سفر کے دوران سامان ہلاک و ضائع ہوگیا تو خریدار اس کا ذمہ دار ہوگا۔

یہ مسئلہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہے جبکہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک کھانے پینے کی چیزوں کے علاوہ اشیاء میں قبضہ سے پیشتر بھی فروخت جائز ہے۔ اول تو اسی کی کوشش کرنی چاہئے کہ قبضہ سے قبل فروخت نہ کرے لیکن جہاں عام رواج کی بنا پر اس پر عمل کرنا دشوار ہو تو ان دو اماموں کے قول کے مطابق کھانے پینے کی چیزوں کو چھوڑ کر اور چیزوں میں قبضہ سے قبل فروخت کرنے کی گنجائش ہے اور یہ امام ابو حنیفہؒ کے قواعد کے منافی بھی نہیں ہے۔

مسئلہ :- بیرون ملک سے مال منگوایا ہے یا کسی دوسرے شہر سے منگوایا ہے لیکن ابھی اپنے شہر میں نہیں پہنچا تو اس کو فروخت نہ کیا جائے کیونکہ ابھی اس کو خریدار کے سپرد کرنے کی قدرت بائع کو حاصل نہیں ہے۔ البتہ خریدنے کے خواہشمند لوگوں سے وعدہ کر لیا

جائے کہ جب مال پہنچے گا تو اس نرخ پر مہیا کر دیں گے اور مال آنے پر سودا کیا جائے۔

مسئلہ :- جس زمین پر کوئی دوسرا قوت والا شخص قابض ہو اور مالک کے پاس اس کو بے دخل کرنے کی قدرت نہیں تو اس حالت میں زمین (یا مکان) کی فروخت بھی صحیح نہیں۔ پہلے اس کو خالی کروائے پھر اس کو فروخت کرے۔

بیع مکروہ

اس میں بیع ہو تو جاتی ہے لیکن حقیقت بیع سے خارج کسی وجہ سے گناہ ہوتا ہے۔

مسئلہ :- جمعہ کی پہلی اذان کے وقت سے بیع مکروہ تحریمی ہے کیونکہ اس سے جمعہ کے لئے سعی میں خلل آتا ہے۔ البتہ اگر جمعہ کے لئے جاتے ہوئے چلتے چلتے دو آدمی کوئی سودا کرلیں تو کچھ حرج نہیں کیونکہ اس سے کچھ خلل نہیں آتا۔

مسئلہ :- جب کسی شے کی اصل قیمت لگائی جاچکی ہو پھر کوئی ایسا شخص جس کا خریدنے کا ارادہ نہ ہو وہ دام بڑھا کر لگائے تاکہ دوسرے اس کو زائد داموں میں خریدنے پر آمادہ ہو جائیں، یہ مکروہ ہے۔

مسئلہ :- جب بائع اور خریدار کے درمیان ایک شے کی قیمت پر اتفاق ہو جائے اس کے بعد کوئی اور شخص اپنے دام لگائے تو یہ بھی مکروہ ہے۔

مسئلہ :- شہر کے بیوپاری آنے والے غلہ کو شہر سے باہر جاکر رستے ہی میں خرید لیں تاکہ زائد قیمت پر شہر والوں کے ہاتھ فروخت کریں جبکہ شہر میں غلہ کی کمیابی ہو۔

مسئلہ :- شہر کے بیوپاری باہر جاکر غلہ لانے والوں کو دھوکہ دیں کہ شہر کے نرخ گرے ہوئے ہیں اور اس طرح خود ان سے سستے داموں خرید لیں اور غلہ والوں کو شہر کے اصل نرخ کا علم ہی نہ ہو۔

مسئلہ :- جبکہ شہر میں غلہ کی کمیابی ہو شہر کا کوئی بیوپاری زیادہ قیمت کے لالچ میں غلہ دیہات والوں یا کسی دوسرے علاقہ والوں کے ہاتھ فروخت کرے۔

مسئلہ :- شہری دیہات والوں کے لئے دلال اور آڑھتی بن جائیں اور زیادہ آڑھت اور کمیشن کی خاطر مہنگے داموں غلہ فروخت کریں جبکہ اگر دیہات والے خود غلہ فروخت کرتے تو سستا فروخت کرتے۔ تو شہر والوں کا ایسا کرنا مکروہ ہے۔ البتہ اگر آڑھتی اور ایجنٹ صحیح داموں میں فروخت کریں تو کوئی حرج اور کراہت نہیں۔

مسئلہ :- کسی کو پہلے تم نے کچھ رقم بطور قرض دی یا کسی وجہ سے اس کے ذمے تمہاری کچھ رقم آتی ہو اب تم اگر اس شخص سے تھوڑا تھوڑا سودا لے کر رقم کٹواتے رہو تو یہ جائز نہیں ہے مکروہ ہے۔ اور سودے میں جو کچھ رعایت قرض کے سبب سے کراؤ گے وہ سود ہوگی۔

البتہ اگر سودا کیا اور بائع کو پیشگی رقم دیدی مثلاً" قصاب سے تین ہزار روپے کا گوشت لینا طے ہوا اور اس کو وہ رقم پیشگی ادا کر دی پھر اس سے روز ایک کلو بکری کا گوشت لینے لگے اور پیشگی ادائیگی کی وجہ سے قصاب نے گوشت کے نرخ بجائے سو روپے کے نوے روپے لگائے تو کثرت رواج کی بنا پر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق یہ صورت جائز ہے۔

مسئلہ :- لوہے تانبے اور پیتل کی انگوٹھی اور مردانہ وضع کی سونے کی انگوٹھی بنانا اور ان کی خرید و فروخت مکروہ اور ناجائز ہے کیونکہ جس چیز کا استعمال ناجائز ہے اس کی خرید و فروخت بھی ناجائز ہوتی ہے۔

باب : 6

متفرقات

باغ کے پھل کی بیع کی مختلف صورتیں:-

1- جب تک پھول پھل کی صورت نہ اختیار کرلے اس کی بیع بالاتفاق ناجائز ہے۔
2- پھل آنے کے بعد خواہ وہ انسان یا حیوان کے لئے قابل انتفاع ہو یا نہ ہو اس کی بیع جائز ہے۔
3- کچھ پھل ظاہر ہوا اور کچھ ظاہر نہیں ہوا تو اس میں اختلاف ہے۔ جواز راجح ہے۔
4- پورا پھل نکلنے کے بعد بیع بالاتفاق جائز ہے۔
5- بیع صحیح ہونے کے بعد بائع نے خریدار کو پھل درخت پر چھوڑنے کی صراحةً یا دلالةً اجازت دیدی تو پھل حلال رہے گا۔

مسئلہ:- خربوزہ، تربوز وغیرہ کا حکم بھی مثل پھلوں کے ہے۔

خودرو گھاس کی بیع:-

کسی کی زمین میں خودبخود گھاس اگی، نہ اس نے لگایا نہ اس کو پانی دے کر سینچا تو یہ گھاس بھی کسی کی ملک نہیں جس کا جی چاہے کاٹ لے اور جو کاٹے وہی اس کا مالک بن جاتا ہے۔ بغیر کاٹے نہ اس کا بیچنا درست ہے اور نہ کسی کو کاٹنے سے منع کرنا درست ہے۔ البتہ اگر پانی دے کر سینچا اور دیکھ بھال کی ہو تو اس کی ملک ہو جائے گی۔ اب بغیر کاٹے بیچنا بھی جائز ہے۔

تالاب میں مچھلی کی بیع:-

تالاب میں مچھلی کے مملوک ہونے یا نہ ہونے کی تین صورتیں ہیں.

1- مچھلی پکڑ کر یا خرید کر تالاب میں چھوڑی ہو۔ اس کا حکم یہ ہے کہ وہ مچھلی اور اس کی نسل سب اس چھوڑنے والے کی مملوک ہیں دوسرے کو بغیر اجازت پکڑنا درست نہیں ہے۔

2- خود مچھلی پکڑ کر یا خرید کر تو تالاب میں نہیں چھوڑی لیکن تالاب میں نہر سے مچھلیوں کے آنے کی کوئی خاص تدبیر کی ہے یا آجانے کے بعد ان کے روک لینے کا کوئی خاص انتظام کیا ہے۔ اس کا حکم یہ ہے کہ اس طرح کی تدبیر اور انتظام کرنے سے بھی مچھلیاں اس شخص کی ملک بن جاتی ہیں۔

3- مذکورہ بالا دو صورتوں میں سے کوئی بھی صورت نہیں ہوئی بلکہ قدرتی طور پر مچھلیاں پیدا ہو گئیں یا نہر سے آگئیں نہ ان کے جمع کرنے کا کوئی اہتمام کیا اور نہ ان کے روک دینے کا کوئی انتظام کیا۔ اس کا حکم یہ ہے کہ پکڑنے سے قبل مچھلی کسی کی ملک نہ ہوگی۔

بیع کا جواز و عدم جواز:۔

جن صورتوں میں مچھلی داخل ملک ہی نہیں ہوئی اس میں تو پکڑے بغیر مچھلی کی بیع کرنا مطلقاً" جائز نہیں ہے اور جن صورتوں میں داخل ملک ہو گئی اس میں دیکھنا چاہئے۔ اگر پکڑنے کے لئے کچھ حیلہ و تدبیر کی ضرورت ہے تب بھی بیع جائز نہیں کیونکہ پکڑے بغیر اس کے سپرد کرنے پر قدرت نہیں اور اگر بلا کسی تدبیر کے پکڑنا آسان ہو تو بیع جائز ہے مثلاً کسی چھوٹے گڑھے یا چھوٹے سے تالاب میں ہو کہ ہاتھ ڈال کر پکڑ سکتا ہے۔

قسطوں پر خرید و فروخت:۔

مسئلہ :۔ قسطوں پر خرید و فروخت کی فقط اتنی صورت کہ بائع اپنا سامان خریدار کو اسی وقت دیدے جبکہ خریدار اس سامان کی قیمت یکمشت نقد نہ دے بلکہ طے شدہ قسطوں میں ادا کرے تو یہ خرید و فروخت جائز ہے۔

مسئلہ :۔ قسطوں پر فروخت کرنے والا جب بتائے کہ نقد اتنے میں اور ادھار یعنی قسطوں

میں اتنے میں تو یہ بائع کی طرف سے بھاؤ بتائے گئے۔ اب اگر خریدار یہ وضاحت کر دے کہ میں قسطوں پر لیتا ہوں تو یہ بیع صحیح ہوگی اور اگر خریدار نے فقط اتنا کہا کہ میں نے یہ سامان خریدا تو قیمت مجہول رہی لہٰذا بیع فاسد ہوئی۔

مسئلہ :- قسطوں پر سودا کرتے وقت عام طور سے یہ شرط ذکر کی جاتی ہے کہ اگر خریدار نے ایک یا دو قسطیں بروقت ادا نہ کیں تو اس کو زائد رقم یعنی جرمانہ ادا کرنا ہوگا تو یہ شرط جائز نہیں ہے کیونکہ زائد رقم سود بنتی ہے اور سودا کرتے وقت ایسی شرط لگانے سے سودا بھی فاسد ہو جاتا ہے۔

مسئلہ :- اسی طرح قسطوں پر خرید و فروخت میں یہ شرط کرنا کہ اگر تمام قسطیں ادا نہ کیں تو فروخت کیا ہوا سامان بھی واپس لیا جائے گا اور ادا شدہ قسطیں بھی ضبط کرلی جائیں گی یہ شرط فاسد ہے جس سے سودا بھی فاسد ہوتا ہے۔

مسئلہ :- قسطوں پر بیع میں یہ شرط کرنا جائز ہے کہ اگر خریدار مقررہ وقت پر قسط ادا نہ کر سکا تو اس کو باقی اقساط فی الفور ادا کرنی ہوں گی۔

اگر یہ معاملہ اس طرح ہوا ہو کہ بائع نے کہا ادھار لینے کی صورت میں قیمت دس ہزار ہوگی جو ماہانہ قسطوں میں وصول کی جائے گی تو اس صورت میں خریدار اگر وقت سے پہلے ادائیگی کر دے تو قیمت میں کچھ کمی نہ کی جائے گی۔

اور اگر یہ معاملہ مرابحہ کے طور پر ہوا ہو مثلاً" بائع نے کہا ہو کہ یہ شے میں نے آٹھ ہزار روپے میں خریدی ہے اور ایک سو روپے ماہانہ نفع کے حساب سے یہ شے دو سال کی ماہانہ اقساط پر تمہارے ہاتھ دس ہزار چار سو میں فروخت کی' خریدار اگر کسی بھی وقت باقی قسطیں فی الفور ادا کردے تو باقی مہینوں کا نفع ساقط ہو جائے گا۔

دین کی ادائیگی میں ایک معاملہ :-

مسئلہ :- آج کل بعض تاجر دین موجل (یعنی وہ دین جس کی ادائیگی کی تاریخ ابھی نہیں آئی) میں یہ معاملہ کرتے ہیں کہ وہ اپنے دین کے کچھ حصے کو اس شرط پر چھوڑ دیتے ہیں کہ

مدیون باقی دین فی الحال ادا کر دے۔ مثلاً" زید پر خالد کا ایک ہزار روپیہ دین ہو جس کی ادائیگی دو ماہ بعد کرنی ہے۔ اب خالد زید سے کہتا ہے کہ میں سو روپے دین کے چھوڑتا ہوں بشرطیکہ تم نو سو روپے فی الحال ادا کر دو۔ فقہ کی اصطلاح میں اس کو ضع و تعجل (کچھ چھوڑ دو، اور باقی جلدی وصول کرلو) کا نام دیا جاتا ہے۔

یہ معاملہ ناجائز ہے کیونکہ اس صورت میں وہ کثیر دین کو قلیل نقد کے عوض میں فروخت کر رہا ہے۔

مسئلہ :- دین موجل میں کمی اگر تعجیل کے ساتھ مشروط نہ ہو اور دائن بغیر شرط کے دین کا کچھ حصہ ساقط کر دے اور مدیون بغیر کسی شرط کے دین جلدی ادا کر دے تو جائز ہے۔ مثلاً" اوپر والی مثال میں خالد زید سے کہتا ہے کہ لو میں نے سو روپے چھوڑ دیئے اب اگر تم باقی رقم فوراً" ادا کر دو تو تمہاری مہربانی ہے اور زید نو سو فوراً" ادا کر دے تو صحیح ہے۔

مسئلہ :- دین کی ادائیگی کا وقت آچکا ہو تو اس وقت اس میں کچھ حرج نہیں ہے کہ دائن اپنا کچھ دین چھوڑ دے اور باقی وصول کر لے۔ اسی طرح قرض جس کو لوگ عام طور سے قرض حسنہ کہتے ہیں یعنی مقروض نے قرضخواہ سے رقم وصول کی ہو اس میں بھی ایسا ہو سکتا ہے۔

شیئرز (SHARES) کی حقیقت :-

اولاً" تو یہ شرکت اموال ہے اور پھر عقد اجارہ ہے۔

اس کی وضاحت یہ ہے کہ جب ایک کمپنی قائم کی جاتی ہے تو ابتداء" چند سرمایہ دار (جو ترقی دینے والے حصہ دار کہلاتے ہیں) ایک سکیم مرتب کر کے اور قواعد و ضوابط متعین کر کے متعلقہ سرکاری محکمہ سے اپنی رجسٹریشن کراتے ہیں۔ اسی طرح کسی معتبر بینک سے یہ ضمانت حاصل کی جاتی ہے کہ اگر (عوام کو) پیش کردہ حصص پر سرمایہ فراہم نہ ہو سکے تو بینک اتنے اتنے حصے خریدنے کو تیار ہے۔ رجسٹریشن کے بعد اشتہار کے ذریعے کمپنی میں شیئرز (حصص) کی صورت میں شرکت کی کھلی اور عمومی پیشکش کی جاتی ہے۔ کبھی پہلے

سے موجود کمپنی بھی اپنے کاروبار کو فروغ دینے کے لئے عوام کو سرمایہ کاری کی کھلی پیشکش کرتی ہے خواہشمند لوگ اپنی اپنی قوت کے مطابق کم یا زیادہ حصے خریدتے ہیں۔ اس طرح سے حصص کے خریداروں اور ابتدائی سرمایہ کاری کرنے والوں کا سرمایہ مل کر مشترکہ ہو جاتا ہے اور شرکت اموال کی صورت بن جاتی ہے۔ بظاہر تو یہ حصص کی خرید ہوتی ہے لیکن درحقیقت یہ مختلف لوگوں کا اپنے سرمایہ کو اکٹھا کرنے کی صورت ہے۔

کمپنی کے ڈائریکٹران اس سرمایہ میں کاروبار کرتے ہیں اور اس کام پر اجرت وصول کرتے ہیں جو کمپنی کے اخراجات کی مد میں شمار ہوتی ہے۔ تمام اخراجات نکال کر جو نفع ہوتا ہے وہ شیئر ہولڈرز (یعنی اصحاب حصص) پر ان کے سرمایہ کے تناسب سے تقسیم کر دیا جاتا ہے۔ اس کا طریقہ یہ کیا جاتا ہے کہ سرمایہ کو مثلاً" دس دس روپے کے حصص کی صورت میں لیا جاتا ہے اور نفع کو کل حصص پر تقسیم کر دیا جاتا ہے۔ کمپنی کے ڈائریکٹران اپنی اجرت وصول کرتے ہیں اور اپنے سرمایہ پر فی حصہ نفع میں دوسرے حصہ داروں کے ساتھ مساوی طور پر شریک ہوتے ہیں۔ لہذا یہ شرعاً" اجارہ (یعنی اجرت پر کام کرنے) کی صورت ہے اور اگرچہ عرف عام میں اس کو شرکت کہا جاتا ہے لیکن شرعی نقطہ نگاہ سے یہ معاملہ شرکت کا نہیں بلکہ اجارہ کا ہے۔

شیئرز کی خرید و فروخت کا حکم:۔

کمپنیوں میں عام طور سے دو خرابیاں پائی جاتی ہیں۔

1- ڈائریکٹران وغیرہ کی اجرتیں مجہول ہوتی ہیں' یعنی معاملہ کرتے ہوئے علم نہیں ہوتا کہ وہ کتنی اجرت وصول کریں گے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ان کی بنیادی تنخواہیں متعین ہوتی ہیں لیکن ان کے بھتوں اور Allowances (الاؤنسز) کی مقدار پہلے سے متعین نہیں ہوتی' حالانکہ یہ بھی اجرت ہی کا حصہ ہیں۔ لہذا ان کی مقدار کے مجہول و نامعلوم رہنے سے کل تنخواہ و اجرت مجہول رہ جاتی ہے جو عقد اجارہ کے صحیح ہونے کے منافی ہے اور مشاہدہ سے معلوم ہوا کہ یہ جہالت

اتنی معمولی بھی نہیں ہوتی کہ اس کو نظرانداز کیا جاسکے۔

2- کمپنی کے ڈائریکٹران اور اصحاب حصص کے درمیان جو عقد اجارہ طے پاتا ہے اس میں ایک شرط فاسد بھی ہوتی ہے اور وہ یہ کہ کمپنی کے ڈائریکٹران کو یہ حق حاصل ہو گا کہ وہ کمپنی کیلئے قرضہ لے سکتے ہیں اور اس پر سود ادا کرسکتے ہیں یہ بات چونکہ ڈائریکٹران کے اختیارات کے بیان میں اور کمپنی کے میمورنڈم آف ایسوسی ایشن (Memorandum of Association) میں مذکور ہوتی ہے لہٰذا جب کوئی شخص کمپنی کے شیئرز خریدتا ہے تو وہ اس شرط کو تسلیم کرتے ہوئے خریدتا ہے اور چونکہ یہ شرط مقتضائے عقد کے خلاف ہے لہٰذا فاسد ہے جس سے عقد اجارہ فاسد ہو جاتا ہے۔

مزید دو مفاسد:-

1- کمپنی جو سود کی ادائیگی کرے گی چونکہ وہ شیئر ہولڈرز کی جانب سے ہوگی لہٰذا ان پر بھی سود دینے کی معصیت لازم آئے گی۔

2- اگر کوئی شیئرز ہولڈر یہ چاہے کہ ان خرابیوں سے بچنے کے لئے اپنے حصص واپس کردے تو وہ کمپنی کو تو حصص واپس نہیں کرسکتا' یعنی دوسرے لفظوں میں وہ کمپنی سے اپنا عقد اجارہ ختم نہیں کرسکتا بلکہ اس کے پاس فقط ایک ہی صورت ہے اور وہ یہ کہ اپنے حصص کسی اور کے ہاتھ فروخت کرے اور وہ خریدار کمپنی کے ڈائریکٹران کے ساتھ فاسد اجارہ کرے۔ گویا معصیت سے نکلنے کی بس یہی صورت ہے کہ کسی دوسرے کو اس معصیت میں مبتلا کردے۔

حاصل حکم:- ان مذکورہ خرابیوں کی صورت میں شیئرز کی خرید و فروخت ناجائز ہے البتہ اگر کہیں یہ خرابیاں نہ ہوں تو پھر جائز ہے۔

جس کے پاس حرام مال ہو یا حرام طریقے سے کمایا ہو:-

حرام طریقے سے مال کمانا حرام ہے لہٰذا ایسے ناجائز ذرائع مثلاً" بینک اور

انشورنس کی ملازمت یا فلم، ٹیلی وژن، تصویر سازی، ویڈیو اور گانے بجانے کے آلات کے ذریعے مال حاصل کرنے کو ترک کرنا ضروری ہے۔

اگر کسی نے مذکورہ بالا حرام ذرائع سے یا رشوت یا غصب یا سود کے ذریعے سے مال حاصل کر ہی لیا ہو تو ضروری ہے کہ وہ مال اصل مالک کو واپس کرے اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو ثواب کی نیت کے بغیر اس کو صدقہ کر دے اور اگر بالفرض اس کو اپنی ضرورت میں خرچ کرلیا ہو تو اتنی ہی رقم صدقہ کرنا اس پر لازم رہے گا۔

مسئلہ :- اگر کسی کے پاس حرام پیسے ہوں اور وہ دکاندار کے پاس آکر کہتا ہے کہ ان پیسوں کے عوض مجھے یہ سامان دیدو تو خریدا ہوا مال بھی حرام ہوگا۔ اسی طرح اگر اس نے وہ پیسے اولاً دکاندار کو دیئے اور پھر دکاندار سے ان کے عوض کوئی سامان خریدا تو خریدا ہوا مال حرام ہوگا کیونکہ ان صورتوں میں صراحت کی وجہ سے خریدا ہوا سامان حرام مال کا بدل بنا، لہٰذا حرام ہوا۔

البتہ چونکہ آجکل حرام کی کثرت ہے اس لئے یہ گنجائش ہے کہ اگر پیسوں کی طرف اشارہ کئے بغیر دکاندار سے سامان خریدے اور پھر وہ پیسے قیمت کے طور پر دیدے تو خریدا ہوا سامان خریدار کے لئے حرام نہ ہوگا اور دکاندار کے لئے اس کی دی ہوئی قیمت حرام نہ ہوگی کیونکہ جب خریدار نے حرام مال کی صراحت نہیں کی تو سودا خریدار کے ذمے قرض کے بدلے میں ہوا ہے، البتہ گاہک کے ذمے ہوگا کہ وہ قیمت کے بقدر اور مال صدقہ کرے۔ مثلاً ایک شخص نے رشوت میں سو روپے لئے اور دکاندار سے ان روپوں کے ذکر کے بغیر یا ان کی طرف اشارہ کئے بغیر پھل خریدا اور وہ سو روپے اس پھل کی قیمت میں دیدیئے۔ تو گنجائش کی وجہ سے اگرچہ یہ پھل اس کے لئے حرام نہ ہوگا لیکن اس کے ذمے ہوگا کہ وہ جائز طریقے سے مزید سو روپے حاصل کر کے ان سو روپوں کے بدلے میں صدقہ کرے۔

اسی طرح اگر کسی نے دوسرے کی جائز ملازمت کی جس سے دوسرے کی کسی برائی کی اعانت نہ ہوتی ہو اور دوسرے نے حرام روپیہ سے اس کو اجرت دی تو ملازم کیلئے

اجرت لینا جائز ہے لیکن مالک پر لازم ہوگا کہ اس نے جتنی اجرت دی ہے اس کے بقدر جائز آمدنی میں سے صدقہ کرے۔

بیع بالوفا:۔

اپنی زمین کی بیع کی مگر مشتری سے جداگانہ وعدہ لے لیا یعنی بیع کے اندر شرط نہیں ٹھہرائی بلکہ اس سے علیحدہ مستقل وعدہ لے لیا کہ ہم ایک سال کے اندر مثلاً" تم کو زرثمن واپس کردیں تو تم اس بیع کو فسخ کرکے یہ فروخت شدہ زمین ہم کو واپس دے دینا۔ یہ صورت جو قصداً" رہن ہے اور ظاہراً" بیع ہے اس کو بیع بالوفاء کہتے ہیں۔

یہ صورت متقدمین علماء کے نزدیک تو جائز نہیں کیونکہ اصل مقصود رہن کرنا ہے' بیع کا تو محض نام ہے صرف اس غرض کے لئے کہ مرہون زمین کے منافع جائز ہو جائیں۔ اور اگر بیع بھی کہا جائے تب بھی یہ شرط فاسد کے ساتھ مشروط ہے اور گو لفظوں میں اس معاہدہ کو صیغہ بیع سے جدا کر دیا گیا تاہم جانبین کا مقصود تو یہی ہے کہ بیع میں یہ شرط داخل رہے۔ یہی وجہ ہے کہ مشتری اگر وعدہ خلافی کرے تو آپس میں تکرار ہوتا ہے۔

البتہ بعض متاخرین نے اس کی اجازت دی ہے۔

لہٰذا بغیر شدید لاچاری کے اس کا ارتکاب نہ کرے اور شدید لاچاری میں بائع کو اختیار ہے کہ وہ متاخرین کے فتویٰ پر عمل کرے۔

بیع عینہ:۔

اس کی صورت یہ ہے کہ زید نے بکر سے سو روپے قرض مانگے۔ بکر نے کہا میں قرض تو نہیں دیتا البتہ سو روپے کا مال ایک سو بیس میں لے جاؤ اور سو روپے میں کسی کے ہاتھ فروخت کرکے اپنا کام کرلو اور جب تمہارے پاس ہو ایک سو بیس بطور زرثمن مجھ کو ادا کر دینا۔ یہ صورت بھی مکروہ اور ناجائز ہے۔

سٹہ :-

ایک شکل یہ ہے کہ مثلاً" ایک مہینے کے ادھار پر سونے کی ایک مخصوص مقدار مثلاً" دس تولے کا سودا کرلیا جاتا ہے۔ خریدار سونے پر قبضہ نہیں کرتا۔ جب قیمت کی ادائیگی کی تاریخ آتی ہے تو سونے کے اس دن کے نرخ کو دیکھ لیا جاتا ہے۔ خرید کے دن اور ادائیگی کے دن کے سونے کے نرخوں میں جو فرق (Difference) ہوتا ہے اس کی ادائیگی کر دی جاتی ہے۔ مثلاً" خرید کے دن سونے کا نرخ پانچ ہزار روپے تولہ تھا۔ ادائیگی کے دن پانچ ہزار ایک سو روپے تولہ ہوگیا تو خریدار بائع سے ایک سو روپے فی تولہ کے حساب سے ایک ہزار روپے وصول کرلے گا اور اگر نرخ گر کر چار ہزار نو سو رہ گیا تو خریدار بائع کو ایک ہزار روپے دے گا۔

نہ تو مشتری سونے پر قبضہ کرتا ہے اور نہ ہی بائع قیمت پر قبضہ کرتا ہے بس نرخ میں کمی بیشی سے جو فرق (Difference) آتا ہے اس کا لین دین کرلیتے ہیں۔

کاروبار کی یہ شکل بالکل حرام اور ناجائز ہے۔

اسی طرح کا سٹہ سٹاک ایکسچینج یا دوسری کمپنیوں کے ذریعے دیگر اجناس میں بھی ہوتا ہے۔ ایسے سودے کو جس میں سامان پر قبضے کے لئے کوئی آئندہ تاریخ مقرر ہو جاتی ہے' انگریزی میں Future Sale کہتے ہیں۔ اس میں عام طور سے جنس کا لینا مقصود نہیں ہوتا بلکہ قبضے کی تاریخ سے پیشتر ہی یا اس تاریخ پر بائع سے واپس سودے کا معاملہ کرلیتے ہیں اور نفع یا نقصان برابر کرلیتے ہیں۔ مثلاً" یکم دسمبر کو معاملہ طے ہوا کہ یکم جنوری کو کپاس کی سو گانٹھیں دینی ہوں گی (ایک لاکھ روپے کے عوض) واپس سودے کے وقت اگر قیمت ایک لاکھ دس ہزار ہوگئی تو بائع خریدار کو دس ہزار روپے دے کر معاملہ صاف کرلے گا اور اگر اس وقت قیمت نوے ہزار ہوگئی تو بائع خریدار سے دس ہزار لے کر معاملہ صاف کرلے گا۔

یہ بھی بالکل ناجائز شکل ہے۔

باب : 7

حقوق کی اقسام اور ان کے احکام

حقوق خواہ شریعت سے ثابت ہوں یا عرف و رواج سے ان کی دو بڑی قسمیں ہیں:

I- وہ حقوق جو محض دفع ضرر کے لئے ہوں مثلاً" حق شفعہ اور بیوی کی باری کا حق۔ یہ اصالۃ" ثابت ہونے والا حق نہیں ہے کیونکہ اصل یہ ہے کہ بائع اور خریدار نے باہمی رضامندی سے جب کوئی بیع کی تو کسی تیسرے شخص کو ان دونوں کے درمیان مداخلت کا حق حاصل نہیں ہے لیکن شریعت نے شریک جائیداد' شریک حقوق جائیداد اور پڑوسی کو دفع ضرر کے لئے حق شفعہ دیا ہے۔ اسی طرح شوہر کی باری میں بیوی کا حق بھی بیوی سے دفع ضرر کے لئے ہے ورنہ شوہر کو اختیار ہے کہ اپنی بیوی سے جب چاہے متمتع ہو اور اس کے ساتھ رات گزارے۔

ان حقوق کا حکم یہ ہے کہ کسی طور سے انکا عوض لینا جائز نہیں' نہ فروختگی کے ذریعہ اور نہ صلح و دستبرداری کے ذریعہ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب صاحب حق اپنا حق کسی دوسرے کو دینے پر راضی ہوگیا تو یہ ظاہر ہوگیا کہ اس کے حق نہ ہونے سے اسے کوئی ضرر لاحق نہیں ہوگا۔ اور جب ضرر ثابت نہیں تو اس کو دفع کرنے کا حق بھی نہ ہوگا کہ جس کا عوض لیا جاسکے۔

II- وہ حقوق جو دفع ضرر کے لئے نہیں ہیں بلکہ اصالۃ ثابت ہیں۔ ان کی پھر مندرجہ ذیل قسمیں ہیں۔

1- وہ حقوق جو فی الحال ثابت نہیں بلکہ مستقبل میں متوقع ہیں مثلاً" مورث کی زندگی میں حق وراثت۔ ایسے حقوق کا عوض لینا کسی صورت میں جائز نہیں۔

2- وہ حقوق جو فی الحال ثابت ہیں:

i- لیکن وہ حقوق ایک شخص سے دوسرے شخص کی طرف منتقل ہونے

کے لائق نہیں ہیں مثلاً" حق قصاص اور شوہر بیوی کے ساتھ نکاح باقی رکھنے کا حق۔

ایسے حقوق کا بیع کے طریقے پر تو عوض لینا جائز نہیں ہے لیکن ان پر مال کے بدلے میں صلح کرنا یا دستبردار ہونا جائز ہے۔

ii- وہ حقوق ایک شخص سے دوسرے شخص کی طرف منتقل ہوسکتے ہیں:

ا۔ وہ حقوق جو اشیاء کے ساتھ وابستہ ہیں اور دائمی منافع سے عبارت ہیں مثلاً" راستے میں چلنے کا حق (یعنی حق مرور) اور کھیتی کے لئے پانی لینے کا حق (حق شرب) اور پانی بہانے کا حق (حق تسییل)۔

ایسے حقوق کی خرید و فروخت جائز ہے۔ اسی طرح حق تعلی یعنی اوپر کی منزل کے حق کی خرید و فروخت جائز ہے کیونکہ جب نچلی قائم ہو تو اوپر کی منزل کا تعلق نچلی منزل کی چھت کی اوپری سطح سے ہوتا ہے۔

ب۔ حق وظیفہ یعنی اوقاف میں موت تک کی ملازمت مثلاً" مسجد کے امام یا موذن وغیرہ کو اس ملازمت پر باقی رہنے کا اور زندگی بھر عقد اجارہ باقی رکھنے کا حق۔

اس حق کی بیع اگرچہ جائز نہیں لیکن مال کے بدلے میں اس سے دستبرداری جائز ہے۔

ج۔ وہ حقوق جو کسی مباح الاصل چیز پر کسی شخص کا پہلے قبضہ کرنے کی وجہ سے حاصل ہوتے ہیں مثلاً" افتاد بنجر زمین میں نشانات لگانے کے بعد اسے قابل کاشت بنانے اور ملکیت میں لینے کا حق۔ اس کو حق اختصاص کہتے ہیں۔

ایسے حقوق کی بیع جائز نہیں البتہ شوافع اور حنابلہ کے نزدیک

مال کے بدلے میں ان سے دستبرداری جائز ہے۔

تنبیہہ : بیع اور دستبرداری میں یہ فرق ہے کہ بیع کے ذریعہ وہ حق بعینہ مشتری کی طرف منتقل ہو جاتا ہے جبکہ دستبرداری کی صورت میں حق منتقل نہیں ہوتا بلکہ صاحب حق کی مزاحمت ختم ہو جاتی ہے اور وہ یہ کہہ دیتا ہے کہ (میں تو دستبردار ہوتا ہوں) اور تم کوشش کرکے اس حق کو حاصل کرلو۔

1- تجارتی نام (Trade Name) اور تجارتی نشان (Trade Mark) کی بیع:

کوئی نام اور کوئی نشان استعمال کرنے کا حق ہر شخص کو حاصل ہوتا ہے۔ کوئی کمپنی جب کسی نام یا نشان کی اپنے حق میں رجسٹریشن کراتی ہے تو اس کی غرض یہ ہوتی ہے کہ کوئی اور شخص یا کمپنی اس نام اور نشان کا استعمال نہ کرے تاکہ یہ موہوم نقصان سے محفوظ رہے۔ رجسٹریشن کرانے سے اس کو نام و نشان کے استعمال کا حق حاصل نہیں ہوتا کیونکہ وہ تو پہلے ہی سے حاصل ہے بلکہ اس کے ذریعہ سے دوسروں کو اس کے استعمال سے روک دیا جاتا ہے۔ لہٰذا یہ دوسروں پر پابندی لگوانے کا حق ہے جو بزعم خویش دفع ضرر کیلئے ہوتا ہے۔

اس کا حکم یہ ہے کہ اس پر کسی بھی صورت میں عوض نہیں لے سکتے خواہ بیع ہو یا دستبرداری کی صورت ہو۔

2- Copyrights (کاپی رائٹ):

کسی شخص کو کسی شے کی ایجاد یا طباعت میں پہل کرنے کی وجہ سے اس شے کی صنعت یا طباعت کا اس طرح سے حق حاصل ہوتا کہ دوسرے اس کی صنعت یا طباعت سے روک دیئے جائیں۔ ایسے حق کو کاپی رائٹ کہتے ہیں۔ حکومت پہل کرنے والے کو کاپی رائٹ کا حق اس لئے دیتی ہے کہ پہل کرنے والا اپنی جانب میں یہ سمجھتا ہے کہ دوسروں کی صنعت یا طباعت سے اس کی آمدنی اور نفع میں کمی آئے گی جو اس کا نقصان ہے۔ اس موہوم نقصان کو دفع کرنے کے لئے وہ حکومت سے کاپی رائٹ کے لئے درخواست کرتا

ہے۔

1- عام حالات میں کاپی رائٹ کے تحت دوسروں پر پابندی لگوانی جائز نہیں۔ البتہ بعض خصوصی حالات میں مثلاً طباعت کی صورت میں اگر کوئی طابع پہلے کو محض نقصان پہنچانے اور تنگ کرنے کیلئے فقط خرچہ کی قیمت پر یا اپنا نقصان کرکے خرچ سے بھی کم قیمت پر کتاب بازار میں لانے کا اعلان کرتا ہے جبکہ پہلا طابع اس کو واجبی نفع پر فروخت کر رہا ہے تو حکومت دوسرے پر پابندی لگا سکتی ہے اور پہلا طابع دوسرے پر پابندی لگوا سکتا ہے۔

2- کاپی رائٹ یا حق تصنیف یا حق طباعت پر کسی طرح سے بھی اجرت یا عوض لینا جائز نہیں ہے نہ بیع کی صورت میں نہ صلح کی صورت میں اور نہ ہی دستبرداری کی صورت میں۔

3- مصنف اگر خود طباعت و اشاعت نہیں کر سکتا تو دیگر طریقوں سے وہ اپنی کتاب کا فائدہ حاصل کر سکتا ہے مثلاً

ا۔ مسودہ کسی ناشر کے ہاتھ فروخت کر سکتا ہے۔

ب۔ مصنف کسی ناشر کے ساتھ شرکت عنان کا معاملہ کر سکتا ہے۔ وہ اس طرح کہ مصنف اپنا مسودہ ناشر کے ہاتھ مناسب قیمت پر فروخت کر دے اور اس قیمت کو اپنی طرف سے شرکت میں اپنا راس المال بنا دے اور نفع کی باہمی تقسیم کی شرح طے کر لے۔ یہ شرکت صرف اس کتاب سے متعلق ہو سکتی ہے۔

4- طابع اول نے جس ڈیزائننگ اور خاص طرز کتابت و طباعت کو اختیار کیا ہے دوسرا کوئی طابع و ناشر اس کو نقل نہ کرے بلکہ اپنے لئے جدا طرز اختیار کرے۔ اس کے لئے اول کی نقل کرنا شرعاً منع ہو گا کیونکہ اس سے طابع اول کو نقصان پہنچ سکتا ہے اور وہ اس طرح کہ وہ پہلے طبع کی نقل اور فوٹو لے کر کم خرچ پر کتاب چھاپ سکتا ہے۔ اور اگر دوسرا طابع پہلے کی فوٹو تو نہیں لیتا لیکن بعینہ اسی طرح کی کتاب اور ڈیزائننگ کراتا ہے تو اس طریقے سے طابع اول اور گاہک کو

دھوکا دیا جا سکتا ہے۔

رائلٹی (Royalty) کی شرعی حیثیت:

1- یا تو یہ حق طباعت کا معاوضہ ہو تو جیسے اوپر ذکر ہوا یہ جائز نہیں ہے۔

2- اور یا یہ مسودہ کی قیمت ہو۔ عام طور سے جو طریقہ رائج ہے کہ ناشر جتنی مرتبہ بھی طبع و اشاعت کرے گا ہر مرتبہ اتنی فیصد کتب یا انکی قیمت مصنف کو دے گا تو اس میں مسودہ کی قیمت مجہول رہتی ہے اور یہ جہالت ایسی نہیں جو کسی نزاع کا باعث نہ بنے کیونکہ طابع و ناشر کی مرضی پر دارومدار ہو گا کہ وہ آئندہ کتاب چھاپتا ہے یا نہیں اور اگر چھاپتا ہے تو کب اور کتنی چھاپتا ہے اور ہو سکتا ہے کہ مصنف کی مرضی ناشر کی مرضی کے موافق نہ ہو۔

اگر یہ کہیں کہ مصنف اگر راضی نہ ہو تو وہ ناشر کو مزید ایڈیشن نکالنے کی اجازت نہ دے تو جواب یہ ہے کہ اس صورت میں رائلٹی کو مسودہ سے نفع اُٹھانے کی اجرت سمجھنا پڑے گا حالانکہ یہ ممکن نہیں کیونکہ اول تو کتاب اجارہ (کرایہ) پر دینا جائز نہیں۔ علاوہ ازیں ناشر کیلئے ایک مرتبہ کا نفع اٹھانا کافی ہے۔ اپنی کتاب ایک دفعہ چھاپنے کے بعد وہ اصل مسودہ سے مستغنی ہو جاتا ہے اور آئندہ طباعت میں اس کو اسکی ضرورت نہیں رہتی جبکہ رائلٹی ہر طباعت پر وصول کی جاتی ہے۔ غرض رائلٹی کی مروجہ صورتیں کسی طرح بھی جائز نہیں ہیں۔

3- تجارتی لائسنس:

اس لائسنس کی حقیقت یہ ہے کہ موجودہ دور میں اکثر ممالک اس بات کی اجازت نہیں دیتے کہ حکومتی لائسنس کے بغیر سامان در آمد یا بر آمد کیا جائے۔ ایک عمومی پابندی کی حالت میں کسی کو لائسنس مل جانے کا مطلب یہ ہے کہ اس کو در آمد بر آمد کرنے کا حق حاصل ہو گیا جو اس کو اصالتہ" حاصل ہوا ہے۔

اگر لائسنس کسی مخصوص فرد یا مخصوص کمپنی کے نام ہو اور قانون دوسری کمپنی کی

طرف اس کی منتقلی کی اجازت نہ دیتا ہو تو ایسے لائسنس کی بیع جائز نہیں۔

البتہ اگر لائسنس کھلا ہو کسی مخصوص فرد یا مخصوص کمپنی کے نام نہ ہو یا ہو تو کسی مخصوص نام پر لیکن کسی دوسرے کو منتقل کرنے کی قانون میں اجازت ہو تو اس کو فروخت کیا جاسکتا ہے عرف و رواج کی بنا پر۔

4- مکانوں اور دکانوں کی پگڑی:

پگڑی کسی مکان یا دکان میں حق قرار کا نام ہے۔ بسااوقات مالک مکان یا مالک دکان اپنا مکان یا دکان طویل مدت کیلئے کرایہ پر دیتا ہے اور کرایہ دار سے کرایہ داری طے کرتے وقت ماہانہ یا سالانہ کرایہ کے علاوہ ایک بڑی رقم یکمشت لیتا ہے۔ کرایہ دار یکمشت رقم دے کر اس بات کا حقدار ہو جاتا ہے کہ کرایہ داری طویل مدت تک یا تاحیات باقی رکھے۔ پھر بسا اوقات کرایہ دار اپنا حق کسی دوسرے کرایہ دار کی طرف منتقل کر دیتا ہے اور اس سے اس وقت کے مطابق رقم لیتے ہیں مالک اگر کرایہ دار سے مکان یا دکان واپس لینا چاہے تو اس کو بھی کرایہ دار کو اتنی رقم ادا کرنی ہوتی ہے جس پر دونوں راضی ہوں۔

اس یکمشت لئے جانے والی رقم کو پگڑی یا سلامی کہتے ہیں۔ اس کا حکم یہ ہے کہ یہ جائز نہیں ہے اس لئے کہ یہ رشوت ہے کیونکہ جب ماہانہ کرایہ پر دکان لی اور اجارہ کی کوئی مدت طے نہیں کی تو مالک دکان کو اختیار اور حق ہے کہ وہ کسی بھی مہینے کرایہ دار سے دکان خالی کرنے کا مطالبہ کر دے یا اگر کسی مدت کے لئے لی ہو تو اس مدت کے پورا ہونے پر خالی کرنے کا مطالبہ کر سکتا ہے۔ اس میں کرایہ دار کا ضرر اور نقصان ہوتا ہے۔ دراصل اس ضرر اور نقصان سے بچنے کیلئے اور مالک دکان کے حق و اختیار میں رکاوٹ پیدا کرنے کیلئے پگڑی دی جاتی ہے۔ اور ایسا حق جو دفع ضرر کیلئے ہو اس پر کسی بھی صورت میں عوض لینا جائز نہیں ہے۔

ذخیرہ اندوزی:

جس ذخیرہ اندوزی سے انسانوں کی غذائی اجناس اور چوپایوں کے چارے میں قلت

پیدا ہو جائے یا مہنگائی ہو جائے اور اس طرح شہر والوں کو نقصان اور ضرر ہوتا ہو تو وہ ذخیرہ اندوزی بالاتفاق ناجائز ہے۔

غذائی اجناس کے علاوہ دیگر اشیاء میں امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ذخیرہ اندوزی جائز ہے لیکن امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہر ضرورت کی چیز میں ذخیرہ اندوزی ناجائز ہے۔

باب : 8

اصل دام پر نفع لیکر یا دام کے دام پر بیچنے کا بیان

مسئلہ :- ایک چیز ہم نے ایک سو روپے کی خریدی تھی تو اب اپنی چیز میں ہم کو اختیار ہے چاہے ایک سو روپے ہی میں بیچ دیں اور چاہے پانچ سو ہزار روپے میں بیچیں اس میں کوئی گناہ نہیں۔ لیکن اگر معاملہ اس طرح طے ہوا۔ کہ اس نے کہا دس پیسہ روپیہ یعنی دس فیصد منافع لیکر ہمارے ہاتھ بیچ ڈالو۔ اس پر تم نے کہا اچھا ہم نے روپے پیچھے دس پیسے نفع پر بیچا تو اب اس سے زیادہ نفع لینا جائز نہیں اس طرح کے سودے کو مرابحہ کہتے ہیں یا یوں ٹھہرا کہ جتنے میں خریدا ہے اس پر چار روپے نفع لے لو۔ اب بھی ٹھیک دام بتا دینا واجب ہے اور چار روپے سے زیادہ نفع لینا درست نہیں۔ اسی طرح اگر تم نے کہا کہ یہ چیز ہم تم کو خرید کے دام پر دیں گے کچھ نفع نہ لیں گے۔ تو اب کچھ نفع لینا درست نہیں۔ خرید ہی کے دام ٹھیک ٹھیک بتانا واجب ہے اور اس طرح کے سودے کو تولیہ کہتے ہیں۔

مسئلہ :- کسی سودے کا یوں مول کیا کہ بائع سے کہا پانچ پیسے روپیہ کے نفع پر (یعنی پانچ فیصد نفع پر) بیچ ڈالو۔ اس نے کہا کہ اچھا میں نے اتنے ہی نفع پر بیچا۔ یا تم نے کہا کہ جتنے کو لیا ہے اتنے ہی دام پر بیچ ڈالو۔ اس نے کہا اچھا تم وہی دے دو نفع کچھ نہ دینا لیکن اس نے ابھی یہ نہیں بتایا کہ یہ چیز کتنے کی خریدی ہے تو دیکھو اگر اسی جگہ اٹھنے سے پہلے وہ اپنی خرید کے دام بتا دے تب تو یہ بیع صحیح ہے۔ اور اگر اسی جگہ نہ بتائے بلکہ یوں کہے آپ لیجائیے حساب دیکھ کر بتلایا جائے گا یا اور کچھ کہا تو وہ بیع فاسد ہے۔

مسئلہ :- لینے کے بعد اگر معلوم ہوا کہ اس نے چالاکی سے اپنی خرید غلط بتائی ہے اور نفع وعدہ سے زیادہ لیا ہے تو خریدنے والے کو دام کم دینے کا اختیار نہیں ہے بلکہ اگر خریدنا منظور ہے تو وہی دام دینا پڑیں گے جتنے میں اس نے بیچا ہے۔ البتہ یہ اختیار ہے کہ اگر لینا

منظور نہ ہو تو پھیر دے۔ اور اگر خرید کے دام پر بیچ دینے کا اقرار تھا اور یہ وعدہ تھا کہ ہم نفع نہ لیں گے پھر اس نے اپنی خرید غلط اور زیادہ بتائی تو جتنا زیادہ بتایا ہے اس کے لینے کا حق نہیں ہے لینے والے کو اختیار ہے کہ فقط خرید کے دام دے اور جو زیادہ بتایا وہ نہ دے۔ فرق کی وجہ یہ ہے کہ تولیہ میں اگر بائع کی بتائی ہوئی زائد قیمت پر سودے کو جائز قرار دیں تو وہ تولیہ نہیں رہتا جبکہ مرابحہ میں خیانت کی صورت میں وہ بیع مرابحہ ہی رہتی ہے۔

مسئلہ :- کوئی چیز تم نے ادھار خریدی تو اب جب تک دوسرے خریدنے والے کو یہ نہ بتا دو کہ بھائی ہم نے یہ چیز ادھار لی ہے اس وقت تک اس کو نفع پر بیچنا یا خرید کے دام پر بیچنا ناجائز ہے بلکہ بتا دے کہ یہ چیز میں نے ادھار خریدی تھی پھر اس طرح نفع لیکر یا دام کے دام پر بیچنا درست ہے البتہ اگر اپنی خرید کے داموں کا کچھ ذکر نہ کرے یعنی مرابحہ اور تولیہ قسم کی بیع نہ ہو بلکہ عام بیع ہو تو پھر چاہے جتنے دام پر بیچ دے' درست ہے اور ادھار خریدنے کا ذکر کرنے کی ضرورت نہیں۔

مسئلہ :- ایک کپڑا دس روپے کا خریدا۔ پھر ایک روپیہ دے کر اس کو رنگوایا یا اس کو دھلوایا یا سلوایا تو اب ایسا سمجھیں گے کہ گیارہ روپے میں اس نے مول لیا۔ لہٰذا اب گیارہ روپے اس کی اصلی قیمت ظاہر کر کے نفع لینا درست ہے مگر یوں نہ کہے کہ گیارہ روپے میں' میں نے خریدا ہے بلکہ یوں کہے کہ گیارہ روپے میں یہ چیز مجھ کو پڑی ہے تاکہ جھوٹ نہ ہونے پائے۔

مسئلہ :- ایک بکری چار سو روپے کی مول لی۔ پھر مہینہ بھر تک رہی اور ایک سو روپیہ اس کی خوراک میں لگ گیا تو اب پانچ سو روپے اس کی اصلی قیمت ظاہر کر کے نفع لینا درست ہے۔ البتہ اگر وہ دودھ دیتی ہے تو جتنا دودھ دیا ہے اتنا گھٹا دینا پڑے گا۔ مثلاً" اگر مہینہ بھر میں پچاس روپے کا دودھ دیا ہے تو اب اصلی قیمت ساڑھے چار سو روپے ظاہر کرے اور یوں کہے کہ ساڑھے چار سو میں مجھ کو پڑی۔

مسئلہ :- اسی طرح اصل قیمت میں مزدوری اور باربرداری کی اجرت اور جو چونگی ٹیکس وغیرہ ادا کیا گیا ہو اس کو بھی شامل کیا جائے گا۔

مسئلہ :- مرابحہ موجل ہو یعنی ایک شخص نے ایک چیز دس روپے میں خریدی اور وہی چیز دوسرے کے ہاتھ مرابحہ کے ساتھ دس ماہ کے ادھار پر بیس روپے کی فروخت کی یعنی اس طرح کہہ کر فروخت کی کہ یہ شے مجھ کو دس روپے کی پڑی ہے اور میں نے تمہارے ہاتھ ماہانہ ایک روپیہ نفع کے حساب سے دس مہینے کے ادھار پر بیس روپے میں اس کو فروخت کیا یا فقط یوں کہا کہ مجھے یہ شے دس روپے میں پڑی ہے اور میں نے دس مہینے کے ادھار کی بنا پر دس روپیہ نفع لگا کر تمہارے ہاتھ فروخت کی۔

اس صورت میں اگر خریدار پانچ ماہ بعد ہی اس شے کی کل قیمت ادا کر دے یا اس کا پانچ ماہ بعد انتقال ہو جائے تو بائع صرف پانچ روپے نفع لے گا اور پانچ روپے چھوڑ دے گا۔ یہ صورت متاخرین حنفیہ کے نزدیک جائز ہے۔

اگر خریدار دس ماہ سے دو ماہ تاخیر ساتھ ادائیگی کرے تو بائع اس سے مزید دو روپے نفع نہیں لے سکے گا کیونکہ دس ماہ کے بعد مزید مہلت دینے کا بائع پابند نہیں ہے اور وہ قانون کی مدد سے خریدار سے اپنی رقم وصول کر سکتا ہے اس لئے سودا بیس روپے سے زائد نہ ہو سکے گا۔

باب : 9

سودی لین دین سے بچنے کا بیان

سودی لین دین کا بڑا بھاری گناہ ہے۔ قرآن مجید اور حدیث شریف میں اس کی بڑی برائی اور اس سے بچنے کی بڑی تاکید آئی ہے۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سود دینے والے اور لینے والے اور بیچ میں پڑ کے سود دلانے والے سودی دستاویز لکھنے والے گواہ شاہد وغیرہ سب پر لعنت فرمائی ہے اور فرمایا ہے کہ سود دینے والا اور لینے والا گناہ میں دونوں برابر ہیں اس لیے اس سے بہت بچنا چاہئے اس کے مسائل بہت نازک ہیں۔ ذرا ذرا سی بات میں سود کا گناہ ہو جاتا ہے اور انجان لوگوں کو پتہ بھی نہیں لگتا کہ کیا گناہ ہوا۔

مسئلہ :- ہمارے رواج میں سب چیزیں چار قسم کی ہیں۔ ایک تو خود سونا چاندی یا ان کی بنی ہوئی چیز۔ دوسرے انکے علاوہ وہ چیزیں جو تول کر بکتی ہیں جیسے اناج غلہ' لوہا' تانبہ' روئی' ترکاری وغیرہ۔ تیسرے وہ چیزیں جو گز سے ناپ کر بکتی ہیں جیسے کپڑا' چوتھے وہ جو گنتی کے حساب سے بکتی ہیں جیسے انڈے' بکری' گائے' گھوڑا وغیرہ۔ ان سب چیزوں کا حکم الگ الگ سمجھ لو۔

پہلی فصل: سونے چاندی اور ان کی چیزوں کا بیان :

چاندی سونے کے خریدنے کی کئی صورتیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ چاندی کو چاندی سے اور سونے کو سونے سے خریدا۔ جیسے چاندی کے ایک روپیہ کی چاندی خریدنا منظور ہے یا اشرفی سے سونا خریدا۔ غرض کہ دونوں طرف ایک ہی قسم کی چیز ہے تو ایسے وقت دو باتیں واجب ہیں ایک تو یہ کہ دونوں طرف کی چاندی یا دونوں طرف کا سونا برابر ہو۔ دوسرے یہ کہ جدا ہونے سے پہلے ہی پہلے دونوں طرف سے لین دین ہو جائے کچھ ادھار باقی نہ رہے

اگر ان دونوں باتوں میں سے کسی بات کے خلاف کیا تو سود ہو گیا مثلاً چاندی کے ایک روپے کی چاندی تم نے لی تو وزن میں ایک روپے کے برابر لینا چاہئے۔ اگر چاندی کے روپے بھر سے کم لی یا اس سے زیادہ لی تو یہ سود ہو گیا۔ اس طرح اگر تم نے چاندی کا روپیہ تو دے دیا لیکن اس نے چاندی ابھی نہیں دی تھوڑی دیر میں تم سے الگ ہو کر دینے کا وعدہ کیا یا اس طرح تم نے ابھی چاندی کا روپیہ نہیں دیا چاندی ادھار لے لی تو یہ بھی سود ہے۔

مسئلہ :- دوسری صورت یہ ہے کہ دونوں طرف ایک قسم کی چیز نہیں بلکہ ایک طرف چاندی اور ایک طرف سونا ہے اس کا حکم یہ ہے کہ وزن کا برابر ہونا ضروری نہیں چاندی کے ایک روپے کا چاہے جتنا سونا ملے جائز ہے اس طرح ایک اشرفی کی چاہے جتنی چاندی ملے جائز ہے لیکن جدا ہونے سے پہلے ہی پہلے لین دین ہو جانا کچھ ادھار نہ رہنا یہاں بھی واجب ہے' جیساکہ ابھی بیان ہوا۔

سونے کی سونے کے عوض اور چاندی کی چاندی کے عوض کمی بیشی کے ساتھ بیع کے عدم جواز کی عقلی دلیل

چونکہ اللہ تعالیٰ نے سونے چاندی کی تخلیق کرنسی کے طور پر کی ہے لہٰذا وہ کسی بھی شکل میں ہوں ان کی کرنسی (Currency) کی حیثیت ختم نہیں ہوتی بلکہ برقرار رہتی ہے۔ اور کرنسی صرف وہ شے بن سکتی ہے جو خود مقصود بالذات نہ ہو (یعنی ذات کے اعتبار سے اس کی احتیاج نہ ہو) اور وہ دیگر اشیاء کی تعیین میں معیار و میزان (Standard) کا کام دے سکے۔ علاوہ ازیں حقیقی معیار وہ ہوتا ہے جو خود بدلتا نہ ہو۔ چونکہ سونے چاندی میں یہ صفات پائی جاتی ہیں لہٰذا خرید و فروخت کے معاملات میں وہ اپنی خلقت کے اعتبار سے معیار اور وسیلہ و ذریعہ ہیں۔

اگر سونے کی سونے کے عوض اور چاندی کی چاندی کے عوض بیع میں کمی بیشی کو روا رکھا جائے تو دو خرابیاں لازم آتی ہیں:

1- جس کو ذریعہ اور وسیلہ قرار دیا تھا وہ مقصود بالذات بن جاتا ہے اور یہ بات کرنسی ہونے کی منافی ہے۔

2- سونے چاندی کی معیاریت اور میزانیت باقی نہیں رہتی۔

اس کا بیان یہ ہے کہ اشیاء کی مالیت کی تعیین جب ہم مثلاً" چاندی سے کرتے ہیں اور ایک من گندم کی مالیت کی تعیین کی تو وہ پانچ تولے چاندی ہوئی۔ اب اگر پانچ تولے چاندی کا تبادلہ چھ تولے چاندی کے ساتھ کریں تو خود پانچ تولے چاندی چھ تولے چاندی کے مقابل اور مساوی ہوئی اور اس طرح حساب لگانے سے ایک من گندم چھ تولے چاندی کے مساوی بھی ہوئی۔ اس طرح سے چاندی کی معیاریت ختم ہو گئی کیونکہ اب حتمی طور سے طے نہیں کر سکتے کہ ایک من گندم کی مالیت پانچ تولے چاندی ہے یا چھ تولے چاندی ہے غرض جو شخص سونے چاندی میں سود کا معاملہ کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی حکمت اور تخلیق کی خلاف ورزی کا مرتکب ہوتا ہے اور معاشی نظام کے اختلال کا باعث بنتا ہے۔

سونے چاندی کے زیورات کے کاروبار سے متعلق چند مسائل:-

مسئلہ :- ایک زرگر اپنے یہاں کچھ زیور تیار کرتا ہے جس میں 22 کیرٹ کا سونا لگاتا ہے۔ نگینے وغیرہ بھی لگاتا ہے پھر اس زیور کو دکاندار کے پاس بیچنے کے لئے لے جاتا ہے۔ دکاندار اس زیور کو پسند آنے پر اپنے یہاں رکھ لیتا ہے۔ پھر مزدوری تو اسی وقت یا کچھ دن بعد دے دیتا ہے اور اس زیور (جس میں نگینے وغیرہ بھی جڑے ہیں اور سونا بھی 22 کیرٹ کا ہے) کے وزن کے مساوی خالص سونا کچھ دن بعد یکمشت یا قسطوں میں ادا کرتا ہے۔

یہ جاننا چاہئے کہ وہ سونا جس میں کچھ کھوٹ ملا ہو لیکن وہ کھوٹ مغلوب ہو یعنی سونے کی مقدار سے کم ہو سونے کے بدلے میں اس کی خرید و فروخت میں اس کا حکم وہی ہوتا ہے جو خالص سونے کا ہوتا ہے۔

مذکورہ صورت بیع کی ہے اجارہ کی نہیں اور چونکہ دونوں جانب سونا ہے لہٰذا ادھار

ناجائز ہے۔ اس صوت کا متبادل جائز طریقہ یہ ہے کہ دکاندار زرگر سے زیور کو ادھار روپوں میں خرید لے اور وہ قیمت پھر یکشت یا قسطوں میں ادا کرے۔

مسئلہ :- بہت سے لوگ اپنی رقم لگا کر مکمل زیورات تیار کرنے کا کام کرتے ہیں۔ ان زیورات میں اصلی جواہرات یا نقلی نگینے جڑے ہوتے ہیں۔ کچھ زیورات بغیر نگینہ کے ہوتے ہیں یعنی سادہ ہوتے ہیں۔

تیار زیوارات عام طور پر بنانے والے لوگ دکانداروں کے ہاتھ فروخت کرتے ہیں۔ ان کے لین دین کا مروجہ طریقہ یہ ہے کہ تمام زیورات کل وزن کی بنیاد پر فروخت کئے جاتے ہیں۔

کل وزن کے بدلے خالص سونا لیا جاتا ہے اور مزدوری بھی وزن کے حساب سے مقرر ہوتی ہے۔ عام طور پر فروخت کرنے والے کو خالص سونا اور رقم حاصل ہوتی ہے۔ اس کی بنیاد یہ ہے کہ کل وزن کے بدلے جو خالص سونا مل رہا ہے وہ زیور میں موجود ملاوٹ شدہ سونا اس کی چھیجت اور نگینوں کی قیمت کے عوض ملتا ہے اور نقد رقم مزدوری کے بدلے مل رہی ہے۔ واضح رہے کہ مزدوری کی رقم کا تعین نگینوں کی عمدہ یا ناقص اقسام اور کام کی عمدہ بناوٹ اور خوبصورتی کی بنیاد پر کیا جاتا ہے۔

اس صورت میں پہلے تو یہ معلوم کر لینا ضروری ہے کہ زرگر اپنا زیور دکاندار کے ہاتھ فروخت کر رہا ہے دکاندار کے سونے پر دکاندار کا مطلوبہ عمل نہیں کر رہا۔ لہٰذا مزدوری کا جو ذکر کیا گیا ہے وہ حقیقت میں مزدوری نہیں ہے بلکہ زیور کی قیمت ہی کا ایک حصہ ہے۔

مثلاً" پانچ تولے جڑاؤ زیور کے بدلے پانچ تولے سونا اور دو ہزار مزدوری کے نام سے جو طے ہوئے ہوں تو درحقیقت پانچ تولے جڑاؤ زیور کی قیمت پانچ تولے خالص سونا اور دو ہزار روپے ہوئی۔

اب اگر زیور جڑاؤ ہے اور نگینے جڑے ہوئے ہیں اور اس میں ملاوٹ شدہ سونا مثلاً" تین تولہ ہو اور نگینوں کا وزن دو تولہ ہو تو بشرطیکہ دونوں طرف سے لین دین نقد و

نقد ہو یا کم از کم زیور کے ساتھ ساتھ اس میں موجود ملاوٹ شدہ سونے کے وزن کے مقابل خالص سونے پر بھی قبضہ جدا ہونے سے پہلے ہو جائے تو یہ سودا صحیح ہے کیونکہ زیور میں موجود ملاوٹ شدہ سونے کے مقابلے میں اتنی مقدار میں خالص سونا ہو جائے گا اور نگینوں کے مقابلے میں دو تولے خالص سونا اور دو ہزار روپے بن جائیں گے۔

لیکن اگر زیور سادہ ہو اور اس میں کچھ نگینے نہ جڑے ہوں تو پھر یہ معاملہ ناجائز اور سود کا بن جائے گا کیونکہ اس وقت پانچ تولے سادہ زیور کے مقابلہ میں پانچ تولے خالص سونا اور دو ہزار روپے ہوں گے۔ یہ دو ہزار روپے بلابدل ہو کر سود بن جائیں گے۔

مسئلہ :- کچھ زیورات پر میناکاری کی جاتی ہے۔ مینا ایک خاص قسم کا رنگ دار شیشہ ہوتا ہے جس کو باریک پیس کر سونے پر چپکایا جاتا ہے اور بیل بوٹے بنائے جاتے ہیں۔ ان زیوارات کے لین دین میں بھی پورے وزن کے بدلے سونا دیا جاتا ہے یعنی مینا کا وزن کاٹ کر نہیں دیا جاتا۔

یہ صورت جائز ہے بشرطیکہ دونوں طرف سے لین دین نقد ہو ادھار نہ ہو۔ قیمت میں سے کم از کم اتنی مقدار کے سونے پر قبضہ ضروری ہے جتنا کہ زیور میں کھوٹ ملا سونا موجود ہے۔

مسئلہ :- دو تولے سونا اور ایک تولہ چاندی کو ایک تولہ سونا اور پچاس تولے چاندی کے عوض فروخت کرنا صحیح ہے۔ اور یوں سمجھیں گے کہ دو تولے سونا پچاس تولے چاندی کے عوض میں اور ایک تولہ چاندی ایک تولہ سونے کے عوض میں ہے۔ ایسا ہم اس وقت سمجھیں گے جب خرید و فروخت کرنے والوں نے اپنی زبان سے کچھ اور نہ کہا ہو اور اگر انہوں نے یوں کہا کہ دو تولہ سونا ایک تولے سونے کے عوض میں اور ایک تولہ چاندی پچاس تولے چاندی کے عوض میں تو اب ان کی تصریح کے ہوتے ہوئے ان کی تصریح کا اعتبار ہو گا اور معاملہ سود کا ہو جائے گا۔

مسئلہ :- اپنی انگوٹھی کسی کی انگوٹھی سے بدل لی تو دیکھو۔

(الف) :- اگر دونوں پر نگ لگا ہے تب تو بہر حال یہ بدل لینا جائز ہے چاہے دونوں کی چاندی (اگر وہ چاندی کی ہوں یا دونوں کا سونا اگر وہ سونے کی ہوں) برابر ہو یا کم زیادہ سب درست ہے۔ البتہ ہاتھ در ہاتھ ہونا ضروری ہے۔

(ب) :- اور اگر دونوں سادی یعنی بے نگ کی ہوں تو برابر ہونا شرط ہے۔ اگر ذرا بھی کمی بیشی ہو گئی تو سود ہو جائے گا۔

(ج) :- اور اگر ایک پر نگ ہے اور دوسری سادی ہو تو اگر سادی میں زیادہ چاندی ہو تو یہ بدلنا جائز ہے ورنہ حرام اور سود ہے اسی طرح اگر اسی وقت دونوں طرف سے لین دین نہ ہو ایک نے تو ابھی دے دی دوسرے نے کہا میں ابھی تھوڑی دیر میں فلاں جگہ سے آکر دے دونگا تو یہاں بھی سود ہو گیا۔

مسئلہ :- ایک (چاندی کا) کامدار دوپٹہ یا ٹوپی وغیرہ دس تولے چاندی کے عوض خریدی تو دیکھیں گے اس دوپٹہ یا ٹوپی میں کتنی چاندی لگی ہے۔ اگر اس میں مثلاً" پانچ تولے چاندی کا کام ہوا ہے تو پانچ تولے چاندی تو اسی وقت دینا ضروری ہے باقی پانچ تولے چاندی بعد میں بھی دے سکتے ہیں۔

یہی حکم جڑاؤ زیور وغیرہ کی خرید کا ہے مثلاً" جڑاؤ زیور جس میں دو تولے چاندی ہے پانچ تولے چاندی کے عوض خریدا تو خریدار پر لازم ہے کہ وہ دو تولے چاندی تو اسی وقت دے دے۔ قیمت کے باقی تین تولے بعد میں بھی دے سکتا ہے۔

مسئلہ :- سونے کے زیور یا برتن کو سونے یا چاندی کے عوض فروخت کیا اور قیمت کا مثلاً" نصف حصہ آپس میں جدا ہونے سے پہلے ادا کر دیا تو آدھے زیور و برتن میں بیع صحیح ہو جائے گی اور باقی آدھے میں صحیح نہ ہو گی۔ لہٰذا یہ زیور یا برتن بائع و مشتری کے درمیان مشترکہ ہو جائے گا اور مذکورہ مثال میں نصف بائع کا ہو گا اور نصف مشتری کا ہو گا۔

مسئلہ :- زیور میں دو تولے سونا ہو اور تین تولے وزن کے نگینے ہوں اور اس زیور کو پانچ تولے خالص سونے کے عوض فروخت کرنا جائز ہے لیکن قیمت کے پانچ تولہ سونے میں سے

دو تولہ سونا اسی وقت دینا ضروری ہے۔ قیمت کے باقی تین تولہ سونے میں ادھار ہو سکتا ہے۔

مسئلہ :- ایک شخص کے ذمہ مثلاً" پچاس تولہ چاندی کا قرض ہے۔ مقروض نے قرض خواہ کے ہاتھ اس چاندی کے عوض ایک تولہ سونا فروخت کیا تو صحیح ہے۔ اور اگر قرض کی چاندی کا ذکر نہیں کیا بلکہ پچاس تولہ چاندی کو مطلق ذکر کیا یعنی فقط یوں کہا کہ ایک تولہ سونا تمہارے ہاتھ پچاس تولہ چاندی کے عوض فروخت کیا اس سے قرض خواہ کے ذمے بھی پچاس تولہ چاندی ثابت ہوئی پھر مقروض اور قرض خواہ نے آپس میں حساب برابر سرابر کر لیا تو یہ بھی جائز ہے۔

مسئلہ :- کھوٹی اور خراب چاندی دے کر اچھی چاندی خریدنا ہے اور اچھی چاندی وزن میں کھوٹی کے برابر نہیں مل سکتی تو اس کی تدبیر یہ ہے کہ پہلے خراب چاندی روپوں میں بیچ دی جائے اور جو رقم ملے اس پر قبضہ کرنے کے بعد اس سے اچھی چاندی خریدی جائے۔

مسئلہ :- اگر کوئی ایسی چیز ہے کہ چاندی کے علاوہ اس میں کچھ اور بھی لگا ہے مثلاً" جوشن (بازو بند) کے اندر لاکھ بھری ہوئی ہے اور نوگوں پر نگ جڑے ہیں۔ انگوٹھیوں پر نگینے رکھے ہیں یا جوشنوں میں لاکھ تو نہیں ہے لیکن دھاگوں میں گندھے ہوئے ہیں۔ ان چیزوں کو چاندی کے عوض خریدا تو دیکھو اس چیز میں کتنے وزن کی چاندی ہے؟ قیمت کی چاندی کے برابر ہے یا اس سے کم ہے یا زیادہ ہے؟ اگر قیمت کی چاندی سے اس چیز کی چاندی یقیناً کم ہو تو یہ معاملہ جائز ہے اور اگر برابر یا زیادہ ہو تو سود ہو گیا۔ سود سے بچنے کی ترکیب یہ ہے کہ قیمت کی چاندی زیور کی چاندی سے کم رکھو اور قیمت میں باقی روپے شامل کر دو۔ مثلاً" دونوں طرف پانچ پانچ تولے چاندی ہو تو قیمت کی چاندی کو پانچ تولے سے کچھ کم کر دو مثلاً" ساڑھے چار تولہ کر دو اور قیمت میں آدھ تولہ چاندی کے بجائے کچھ روپے مثلاً" پچاس روپے ملا لو۔

مسئلہ :- اگر سونے یا چاندی کا زیور یا برتن سونے چاندی کے عوض خریدا۔ اور اس وقت

قیمت دینے کے لئے نہیں ہے یا ادھار کرنا مقصود ہے تو اس کے جائز ہونے کا طریقہ یہ ہے کہ فروخت کنندہ سے اتنا سونا یا چاندی قرض لے لو اور اس قرض سے قیمت کی ادائیگی کر دو۔ پھر قرض بعد میں اتار دو۔

پرانے زیور سے نئے زیور کا تبادلہ

پہلا طریقہ :- گاہک پرانا مال لاتا ہے تو اس کی قیمت علیحدہ مقرر کر دی جاتی ہے اور نئے مال کی قیمت علیحدہ مقرر کی جاتی ہے اس میں جو فرق ہوتا ہے صرف اس کا لین دین کر لیا جاتا ہے تبادلہ میں بسا اوقات ایسی صورت بھی پیش آتی ہے کہ مثلاً" پرانے مال کا کل وزن 6 تولہ ہوتا ہے اور قیمت ہزار روپے مقرر ہوتی ہے اور نئے مال کا وزن 4 تولہ ہوتا ہے اور قیمت ہزار روپے طے ہوتی ہے یعنی صرف مال کا تبادلہ ہوتا ہے نقد روپوں کا کوئی دخل نہیں ہوتا۔ واضح رہے کہ پرانے مال کا وزن ہمیشہ زیادہ ہوتا ہے۔

حکم :- یہ طریقہ ناجائز ہے۔

پرانے زیور کی نئے زیور سے تبادلہ کی جائز صورت :-

جو آسان اور عام فہم صحیح طریقہ ہے وہ یہ ہے کہ دکاندار گاہک سے روپوں میں اس کا پرانا زیور خرید لے اور گاہک کو روپے ادا کر دے اس کے بعد گاہک جو نیا زیور خریدے اس کی قیمت اس سے وصول کر لے۔ اس کے لئے دکاندار کو صرف اتنا اہتمام کرنا پڑے گا کہ اپنے پاس نقدی کی ایک مقدار حاضر رکھنی پڑے گی لیکن یہ کوئی مشکل بات نہیں ہے۔

اگر زیور کا زیور ہی سے تبادلہ کرنا ہو تو مندرجہ ذیل چند اصول کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔

الف اگر دونوں طرف کا زیور سادہ ہو اور دکاندار کا زیور گاہک کے زیور کے وزن کے مساوی ہو یا اس سے وزن میں کم ہو اور دکاندار گاہک سے مزید کچھ لینا چاہتا ہو تو اپنے زیور کے ساتھ ایمی ٹیشن (Immitation) کی مثلاً" بالیاں ساتھ کر دے۔

اور اگر دکاندار کا زیور گاہک کے زیور سے زیادہ وزن کا ہے۔ تو وہ گاہک سے زائد روپے بھی لے سکتا ہے۔

ب۔ اگر زیور جڑاؤ ہو تو ہر طرح سے زیور کا زیور کے بدلے تبادلہ جائز ہوگا۔ اس وقت ایک طرف کا زائد سونا بمعہ روپے کے (اگر ہو) دوسرے کے نگینوں کی قیمت ہو جائے گی۔ ایسا دونوں طرف سے سمجھا جائے گا۔

ج۔ اگر ایک طرف سادہ زیور ہو اور دوسری طرف جڑاؤ ہو اور دکاندار گاہک سے مزید روپے بھی لینا چاہتا ہو تو اس میں یہ تفصیل ہے۔

1- اگر جڑاؤ زیور دکاندار کا ہو اور سادہ زیور گاہک کا ہو تو خواہ گاہک کے زیور کا سونا دکاندار کے زیور میں موجود سونے سے کم ہو یا زیادہ ہو یا اس کے برابر ہو ہر صورت میں زائد روپے لینا جائز ہے۔

2- اگر سادہ زیور دکاندار کا ہو اور جڑاؤ گاہک کا تو اگر گاہک کے زیور میں سونا دکاندار کے سونے سے کم ہو تو دکاندار گاہک سے روپے لے سکتا ہے اور اگر گاہک کے زیور میں موجود سونا دکاندار کے سونے کے مساوی ہو یا زائد ہو تو دکاندار گاہک سے مزید روپے نہیں لے سکتا بلکہ مزید روپوں کے بغیر بھی تبادلہ جائز نہیں ہوگا۔

دوسرا طریقہ :- تبادلہ کی صورت میں پہلے دکاندار پرانے زیور میں خالص سونے کا تعین کرتا ہے گاہک بھی اس اندازے کو قبول کرتا ہے اور پھر نیا زیور پسند کرتا ہے۔ نئے زیور میں سونے کی موجودہ مقدار میں سے پرانے زیور کے سونے کا وزن منہا کر دیا جاتا ہے۔ زائد سونے کی موجودہ بھاؤ سے قیمت جوڑی جاتی ہے اور مزدوری و نگینے کی قیمت اس میں جمع کر کے لے لی جاتی ہے۔ اگر پرانے زیور میں سونے کا وزن زیادہ ہوتا ہے تو اس کی قیمت واپس کی جاتی ہے۔

حکم :- تبادلہ کا یہ طریقہ جائز نہیں ہے کیونکہ اس کی بعض صورتوں میں سود بنتا ہے۔ مثلاً" نیا اور پرانا زیور دونوں ہی دس دس تولے کے ہوں اور سادے ہوں بغیر نگینے کے

ہوں۔ پرانے زیور میں خالص سونا نو تولے ہو جبکہ نئے زیور میں خالص سونا آٹھ تولے ہو۔ چھ ہزار فی تولہ کے حساب سے پرانا زیور =/54,000 روپے کا ہوا اور نیا زیور =/48,000 روپے کا ہوا۔ نئے زیور کی مزدوری مثلاً" بارہ ہزار روپے ہو تو نیا زیور کل =/60,000 روپے کا بنا۔ اب دکاندار اپنے دس تولے کا نیا زیور دے کر گاہک سے دس تولے کا پرانا زیور اور مزید =/6000 روپے لیتا ہے۔ چونکہ یہ قاعدہ ہے کہ جب سونے کا سونے سے یا چاندی کا چاندی سے تبادلہ کیا جائے تو مقدار میں برابری کرنا واجب ہے اگرچہ ایک طرف کا سونا چاندی خالص ہو اور دوسری طرف کے سونے چاندی میں کھوٹ ملا ہو۔ اس لئے دکاندار جو مزید =/6,000 روپے لے گا وہ سود بنے گا۔

پرانے زیورات کی خریداری:۔

زیورات کی تیاری میں یہ ضروری ہے کہ خالص سونے میں ایک مقررہ شرح سے دوسری دھاتوں کو ملایا جائے۔ اس ملاوٹ میں لوگ مختلف طریقے اختیار کرتے ہیں۔ پرانے زیورات خریدتے وقت خریدار کو اس میں ملاوٹ کی صحیح شرح کا تعین کرنا مشکل ہوتا ہے لہٰذا خریدنے والا اپنے تجربے کی روشنی میں ایک اندازہ قائم کرتا ہے اور پرانے زیورات میں خالص سونے کا تعین کر کے وقت کے بھاؤ سے قیمت مقرر کرتا اور نقد ادا کر کے ان کو خرید لیتا ہے خریدنے کے بعد ان زیورات کو گلا کر سونے کو صاف کر کے خالص سونا حاصل کیا جاتا ہے جو اپنے اندازے سے کچھ کم یا کچھ زیادہ ہوتا ہے۔ اس نفع و نقصان کی شرعاً" کیا حیثیت ہے؟

خریدار نے اپنے تجربے کی روشنی میں اندازہ کر کے بتایا کہ اس زیور میں خالص سونا پانچ تولہ ہے اور وقت کے بھاؤ سے یوں حساب بتایا کہ اس میں پانچ تولے خالص سونا ہے' چھ ہزار روپے فی تولہ کے حساب سے کل تیس ہزار روپے۔ پھر جب گلا کر دیکھا تو خالص سونا ساڑھے پانچ تولہ نکلا تو اس کے ذمے واجب ہوگا کہ وہ آدھا تولہ خالص سونے کی قیمت یعنی تین ہزار روپے زیور کے مالک کو ادا کرے اور اگر اس کا کچھ اتا پتا نہ ہو تو وہ رقم

صدقہ کردے۔

چونکہ اندازے میں کمی بیشی کا احتمال رہتا ہے لہٰذا صحیح اور جائز طریقہ اختیار کرنے کے لئے خریدار کو چاہئے کہ وہ خالص سونے کا اندازہ کر کے جو قیمت بتائے وہ کل زیور کی بتائے یعنی فقط یوں کہے کہ یہ زیور میں تم سے تیس ہزار روپے میں خریدتا ہوں' یوں نہ کہے کہ میں چھ ہزار روپے کے حساب سے تیس ہزار روپے میں خریدتا ہوں۔

سوال: ایک دکاندار کے پاس اپنے فروخت کئے ہوئے زیورات آتے ہیں جن میں خالص سونے کا تعین نسبتاً آسان اور صحیح ہوتا ہے۔ ان زیورات کو بازار کے بھاؤ سے کچھ کم بھاؤ لگا کر خریدا جاتا ہے۔ اس نفع کے بارے میں شریعت کا حکم یہ ہے کہ جب روپوں میں اوپر مذکورہ طریقے کے مطابق خریداری کا معاملہ کیا ہو تو جائز ہے اور نفع حلال ہے۔

سونے چاندی اور ان کے زیورات کی روپوں میں نقد اور ادھار خرید و فروخت

مسئلہ: موجودہ رائج الوقت کاغذی نوٹوں سے سونا چاندی خریدنا جائز ہے۔

اگر کسی کو یہ خیال ہو کہ دو روپے اور اس سے زائد کے نوٹ تو رسید ہوتے ہیں کیونکہ ان پر لکھا ہوتا ہے بینک دولت پاکستان عندالطلب اتنے روپے ادا کرے گا تو اس کا ایک آسان جواب یہ کہ ان کاغذی نوٹوں کا استعمال اتنا کثیر اور عام ہوگیا ہے کہ ان کے رسید ہونے کا تصور معدوم ہو چکا ہے اور عرفاً" و عملاً" ان ہی کو روپیہ اور ثمن سمجھا جاتا ہے۔

مسئلہ: سونے چاندی کے زیور میں ادھار خرید و فروخت کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں:

الف۔ سودا روپوں میں ہوا ہو۔ جب زیور پر آپس میں جدا ہونے سے پہلے گاہک نے قبضہ کرلیا ہو اور قیمت جو روپوں میں ہو اس کو بعد میں کسی مقررہ تاریخ پر دینے کا وعدہ کیا ہو تو یہ جائز ہے۔

ب۔ سودا سونے یا چاندی کے بدلے میں ہوا یعنی زیور کے بدلے میں گاہک سونا

دے گا تو اس صورت میں ادھار جائز نہیں ہے شرعاً" سودے کے صحیح ہونے کے لئے جدا ہونے سے پہلے دونوں طرف سے قبضہ شرط ہے۔

جب روپیہ اور ریزگاری چاندی کی ہو اور پیسہ تانبے کا ہو تو اس صورت میں سونے چاندی کی خرید و فروخت کے مسائل

تنبیہہ :- جب آنوں کا رواج تھا تو ایک روپیہ سولہ آنے کے برابر تھا۔

مسئلہ :- بازار میں چاندی کا بھاؤ بہت تیز ہے یعنی اٹھارہ آنے کی روپیہ بھر چاندی ملتی ہے۔ روپے کی روپے بھر وزن کوئی نہیں دیتا یا چاندی کا زیور بہت عمدہ بنا ہوا ہے اور دس روپے بھر اس کا وزن ہے مگر بارہ سے کم میں نہیں ملتا تو سود سے بچنے کی ترکیب یہ ہے کہ روپے سے نہ خریدو بلکہ پیسوں سے خریدو اور اگر زیادہ لینا ہو تو اشرفیوں سے خریدو یعنی اٹھارہ آنے پیسوں کے عوض میں روپیہ بھر چاندی لے تو کچھ ریزگاری یعنی ایک روپے سے کم اور کچھ پیسے دے کر خرید لو تو گناہ نہ ہو گا لیکن ایک روپیہ نقد اور دو آنے کے پیسے نہیں دینے چاہئیں نہیں تو سود ہو جائے گا۔ اسی طرح اگر آٹھ روپے بھر چاندی' نو روپے میں لینا منظور ہے تو سات روپے اور دو روپے کے پیسے دے دو تو سات روپے کے عوض میں سات روپے چاندی ہو گئی' باقی سب چاندی ان پیسوں کے عوض میں آگئی۔ اگر دو روپے کے پیسے نہ دو تو کم سے کم اٹھارہ آنے کے پیسے ضرور دینے چاہئیں۔ یعنی سات روپے اور چودہ آنے کی ریزگاری اور اٹھارہ آنے کے پیسے دیئے تو چاندی کے مقابلہ میں تو اسی کے برابر چاندی آئی جو کچھ بچی وہ سب پیسوں کی عوض میں ہو گئی' اگر آٹھ روپے اور ایک روپے کے پیسے دو گے تو گناہ سے نہ بچ سکو گے' کیونکہ آٹھ روپے کے عوض میں آٹھ روپے بھر چاندی ہونی چاہئے' پھر یہ پیسے کیسے' اس لئے سود ہو گیا۔ غرضیکہ اتنی بات ہمیشہ خیال میں رکھو کہ جتنی چاندی لی ہے تم اس سے کم چاندی دو اور باقی پیسے دے دو' اگر پانچ روپے بھر چاندی لی ہے تو پورے پانچ روپے نہ دو۔ دس روپے بھر چاندی لی ہو تو پورے دس روپے نہ دو کم دو۔ باقی پیسے شامل کر دو تو سود نہ ہو گا اور یہ بھی یاد رکھو کہ اس

طرح ہرگز سودا نہ طے کرو کہ نو روپے کی اتنی چاندی دے دو بلکہ یوں کہو کہ سات روپے اور دو روپے کے پیسوں کے عوض میں یہ چاندی دے دو۔ اور اگر اس طرح کہا تو پھر سود ہوگیا۔

مسئلہ :۔ اور اگر دونوں لینے دینے والے رضامند ہو جائیں تو ایک آسان بات یہ ہے کہ جس طرف چاندی وزن میں کم ہو اس طرف پیسے شامل ہونے چاہئیں۔

مسئلہ :۔ اور ایک اس سے بھی آسان بات یہ ہے کہ دونوں آدمی جتنے چاہیں روپے رکھیں اور جتنی چاہیں چاندی رکھیں، مگر دونوں آدمی ایک ایک پیسہ بھی شامل کر دیں اور یوں کہدیں کہ ہم اس چاندی اور اس پیسہ کو اس روپے اور اس پیسہ کے بدلے لیتے ہیں، سارے بکھیڑوں سے بچ جاؤ گے۔

مسئلہ :۔ اگر چاندی سستی ہے اور ایک روپے کی ڈیڑھ روپیہ وزن کے برابر ملتی ہے، روپے کی روپیہ بھر لینے میں اپنا نقصان ہے تو اس کے لینے اور سود سے بچنے کی یہ صورت ہے کہ داموں میں کچھ نہ کچھ پیسے ضرور ملا دو۔ مثلاً" دس روپے کی چاندی پندرہ روپے بھر خریدی تو نو روپے اور ایک روپے کے پیسے دے دو یا دو ہی آنے کے برابر پیسے دے دو۔ باقی روپے اور ریزگاری دے دو تو ایسا سمجھیں گے کہ چاندی کے عوض میں اس کے برابر چاندی لی باقی سب چاندی ان پیسوں کے عوض میں ہے، اس طرح گناہ نہ ہوگا اور وہ بات یہاں بھی ضرور خیال رکھو کہ یوں نہ کہو کہ دس روپے کی چاندی دے دو بلکہ یوں کہو کہ نو روپے اور ایک روپے کے پیسوں کے عوض میں یہ چاندی دے دو۔ غرضیکہ جتنے پیسے شامل کرنا منظور ہیں، معاملہ کرتے وقت ان کو صاف کہہ بھی دو ورنہ سود سے بچاؤ نہ ہوگا۔

مسئلہ :۔ کھوٹی اور خراب چاندی دے کر اچھی چاندی لینی ہے اور اچھی چاندی اس کے برابر نہیں مل سکتی تو یوں کرو کہ یہ خراب چاندی پہلے بیچ دو جو دام ملیں ان کی اچھی چاندی خرید لو اور بیچنے و خریدنے میں اسی قاعدے کا خیال رکھو جو اوپر بیان ہوا یا یہاں بھی دونوں آدمی ایک ایک پیسہ شامل کر کے بیچ لو خرید لو۔

مسئلہ :- عورتیں اکثر بازار سے سچا گوٹہ' ٹھپہ' پٹھہ خریدتی ہیں۔ اس میں بھی ان مسئلوں کا خیال رکھو کیونکہ وہ بھی چاندی ہے اور روپیہ چاندی کا اس کے عوض دیا جاتا ہے یہاں بھی آسان بات وہی ہے کہ دونوں طرف ایک ایک پیسہ ملا لیا جائے۔

مسئلہ :- اگر چاندی یا سونے کی بنی ہوئی کوئی ایسی چیز خریدی جس میں فقط چاندی ہی چاندی ہے یا فقط سونا ہے کوئی اور چیز نہیں ہے تو اس کا بھی یہی حکم ہے کہ اگر سونے کی چیز چاندی کے روپوں سے خریدے یا چاندی کی چیز اشرفی سے خریدے تو وزن میں چاہے جتنی ہو جائز ہے۔ فقط اتنا خیال رکھے کہ اسی وقت لین دین ہو جائے کسی کے ذمہ کچھ باقی نہ رہے اور اگر چاندی کی چیز روپوں سے اور سونے کی چیز اشرفیوں سے خریدے تو وزن میں برابر ہونا واجب ہے' اگر کسی طرف کچھ کمی بیشی ہو تو اسی ترکیب سے خریدو جو اوپر بیان ہوئی۔

دوسری فصل : جو چیزیں تل کر بکتی ہیں ان کا بیان

جیسے اناج' گوشت' لوہا' تانبا' سبزی' نمک وغیرہ۔

مسئلہ :- اس قسم کی چیزوں میں سے اگر ایک چیز کو اسی قسم کی چیز سے جبکہ وہ مثلاً" وصف میں مختلف ہو بیچنا اور بدلنا چاہو مثلاً" ایک گیہوں دے کر دوسرے گیہوں لئے یا ایک دھان دے کر دوسرے دھان لئے یا آٹے کے عوض آٹا یا اسی طرح کوئی اور چیز غرضیکہ دونوں طرف ایک ہی قسم کی چیز ہے تو اس میں بھی ان دونوں باتوں کا خیال رکھنا واجب ہے' ایک تو یہ کہ دونوں طرف بالکل برابر ہو' ذرا بھی کسی طرف کمی بیشی نہ ہو ورنہ سود ہو جائے گا۔ دوسری یہ کہ اسی وقت ہاتھ در ہاتھ دونوں طرف سے لین دین اور قبضہ ہو جائے۔ اگر قبضہ نہ ہو تو کم سے کم اتنا ضرور ہو کہ دونوں گیہوں الگ کر کے رکھ دیئے جائیں تم اپنے گیہوں تول کر الگ رکھ دو کہ دیکھو یہ رکھے ہیں' جب تمہارا جی چاہے لے جانا۔ اسی طرح وہ بھی اپنے گیہوں تول کر الگ کر دے اور کہدے کہ یہ تمہارے الگ رکھے ہیں' جب چاہو لے جانا۔ اگر یہ بھی نہ کیا اور ایک دوسرے سے الگ ہو گئے تو سود کا گناہ ہوا۔

مسئلہ :- خراب گیہوں دے کر اچھے گیہوں لینا منظور ہے یا خراب آٹا دے کر اچھا آٹا لینا ہے۔ اس لئے اس کے برابر کوئی نہیں دیتا تو سود سے بچنے کی ترکیب یہ ہے کہ اس گیہوں یا آٹے وغیرہ کو پیسوں سے بیچ دو کہ ہم نے اتنا آٹا دو سو روپے میں بیچا اور دو سو روپے پر قبضہ کر لو۔ پھر اسی دو سو روپے کے عوض اس سے وہ اچھے گیہوں (یا آٹا) لے لو یہ جائز ہے۔

مسئلہ :- اور اگر ایسی چیزوں میں جو تول کر بکتی ہیں دونوں طرف ایک طرح کی چیز نہ ہو جیسے گیہوں دے کر دھان لئے یا جو' چنا' جوار' نمک' گوشت' سبزی وغیرہ کوئی اور چیز لی غرضیکہ ادھر اور چیز ہے اور ادھر اور چیز دونوں طرف ایک چیز نہیں تو اس صورت میں دونوں کا وزن برابر ہونا واجب نہیں۔ سیر بھر گیہوں دے کر چاہے دس سیر دھان وغیرہ لے لو یا چھٹانک ہی بھر لو تو سب جائز ہے۔ البتہ وہ دوسری بات یہاں بھی واجب ہے کہ سامنے رہتے رہتے دونوں طرف سے لین دین ہو جائے یا کم سے کم اتنا ہو کہ دونوں کی چیزیں الگ کر کے رکھ دی جائیں اگر ایسا نہ کیا تو سود کا گناہ ہو گیا۔

مسئلہ :- سیر بھر چنے کے عوض میں سبزی فروش سے کوئی سبزی لی لیکن لین دین کرنے سے پیشتر کسی کام سے تھوڑی دیر کو دوسری جگہ چلا گیا تو یہ ناجائز اور حرام ہے' اب پھر سے معاملہ کرے۔

مسئلہ :- اگر اس قسم کی چیز جو تول کر بکتی ہے روپے پیسے سے خریدی یا کپڑے وغیرہ کسی ایسی چیز سے بدلی ہے جو تول کر نہیں بکتی بلکہ گز سے ناپ کر بکتی ہے یا گنتی سے بکتی ہے مثلاً" ایک تھان کپڑا دے کر گیہوں وغیرہ لئے یا گیہوں چنے دے کر انڈے' کیلے' گلاس ایسی چیزیں لیں جو گن کر بکتی ہیں غرضیکہ ایک طرف ایسی چیز ہے جو تول کر بکتی ہے اور دوسری طرف گنتی سے یا گز سے ناپ کر بکنے والی چیز ہے تو اس صورت میں ان دونوں باتوں میں سے کوئی بات بھی واجب نہیں۔ ایک سو روپے کے چاہے جتنے گیہوں' آٹا' سبزی خریدے اسی طرح کپڑا دے کر چاہے جتنا اناج لے' گیہوں چنے وغیرہ دے کر چاہے جتنے کیلے انڈے

گلاس وغیرہ لے اور چاہے اسی وقت اس جگہ رہتے رہتے لین دین ہو جائے اور چاہے الگ ہونے کے بعد ہر طرح یہ معاملہ درست ہے۔

مسئلہ :۔ ایک طرف چھنا ہوا آٹا ہے دوسری طرف بے چھنا یا ایک طرف موٹا ہے دوسری طرف باریک تو سودا کرتے وقت ان دونوں کا برابر ہونا واجب ہے' کمی زیادتی جائز نہیں اگر ضرورت پڑے تو اس کی وہی ترکیب ہے جو بیان ہوئی اور اگر ایک طرف گیہوں کا آٹا ہے دوسری طرف چنے کا یا جوار وغیرہ کا تو اب وزن میں دونوں کا برابر ہونا واجب نہیں' مگر وہ دوسری بات بہرحال واجب ہے کہ ہاتھ در ہاتھ لین دین ہو جائے۔

مسئلہ :۔ پیانہ میں پیائش کر کے گیہوں کو آٹے سے بدلنا کسی طرح درست نہیں چاہے لٹر کا پیانہ بھر گیہوں دے کر لٹر پیانہ ہی بھر آٹا لو چاہے کچھ کم زیادہ لو بہرحال ناجائز ہے کیونکہ اس پیانہ میں آٹے کو دبا کر بھرا جائے تو وہ زیادہ آئے گا۔ البتہ اگر گیہوں دے کر گیہوں کا آٹا نہیں لیا بلکہ چنے وغیرہ کسی اور چیز کا آٹا لیا تو جائز ہے مگر ہاتھ در ہاتھ ہو۔اور اگر وزن کر کے ایک کلو گندم کو ایک کلو آٹے سے بدلو تو جائز ہے۔

مسئلہ :۔ سرسوں دے کر سرسوں کا تیل لیا یا تل دے کر تلوں کا تیل لیا تو دیکھو اگر یہ تیل جو تم نے لیا ہے یقیناً" اس تیل سے زیادہ ہے جو اس سرسوں اور تل میں نکلے گا تو یہ بدلنا ہاتھ در ہاتھ صحیح ہے کیونکہ زائد تیل پھوک کا عوض بن جائے گا۔ اور اگر اس کے برابر یا کم ہو یا شبہ اور شک ہو کہ شاید اس سے زیادہ نہ ہو تو درست نہیں بلکہ سود ہے۔

مسئلہ :۔ گائے کا گوشت دے کر بکری کا گوشت لیا تو دونوں کا برابر ہونا واجب نہیں کمی بیشی جائز ہے' مگر ہاتھ در ہاتھ ہو۔

مسئلہ :۔ اپنا لوٹا دے کر دوسرے کا لوٹا لیا یا لوٹے کو پتیلی وغیرہ کسی اور برتن سے بدلا تو وزن میں دونوں کا برابر ہونا اور ہاتھ در ہاتھ ہونا شرط ہے' اگر ذرا بھی کمی بیشی ہوئی تو سود ہو گیا کیونکہ دونوں چیزیں تانبے کی ہیں اس لئے وہ ایک ہی قسم کی سمجھی جائیں گی۔ اسی طرح اگر وزن میں برابر ہوں مگر ہاتھ در ہاتھ نہ ہو تب بھی سود ہو گا البتہ اگر ایک طرف

تانبے کا برتن ہو اور دوسری طرف لوہے کا یا پیتل وغیرہ کا تو وزن کی کمی بیشی جائز ہے مگر ہاتھ در ہاتھ ہو۔

مسئلہ :۔ کسی سے سیر بھر گیہوں قرض لئے اور یوں کہا ہمارے پاس گیہوں تو ہیں نہیں ہم اس کے عوض دو سیر چنے دے دیں گے تو جائز نہیں کیونکہ اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ گیہوں کو چنے سے بدلتے ہیں اور بدلتے وقت ایسی دونوں چیزوں کا اسی وقت لین دین ہو جانا چاہئے کچھ ادھار نہ رہنا چاہئے۔ اگر کبھی ایسی ضرورت پڑے تو یوں کرے کہ گیہوں ادھار لے جائے اس وقت یہ نہ کہے کہ اس کے بدلے ہم چنے دیں گے بلکہ کسی دوسرے وقت چنے لا کر کہے' بھائی اس گیہوں کے بدلے تم یہ چنے لے لو یہ جائز ہے۔

مسئلہ :۔ یہ جتنے مسئلے بیان ہوئے سب میں اسی وقت رہتے رہتے سامنے لین دین ہو جانا یا کم سے کم اسی وقت سامنے دونوں چیزیں الگ کر کے رکھ دینا شرط ہے۔ اگر ایسا نہ کیا تو سودی معاملہ ہوا۔

مسئلہ :۔ جو چیزیں تول کر نہیں بکتیں بلکہ گز سے ناپ کر یا گن کر بکتی ہیں ان کا حکم یہ ہے کہ اگر ایک ہی قسم کی چیز دے کر اسی قسم کی چیز لو' جیسے کیلے دے کر دوسرے کیلے لئے یا گلاس دے کر گلاس یا کپڑا دے کر دوسرا ویسا کپڑا لیا' تو برابر ہونا شرط نہیں کمی بیشی جائز ہے لیکن اسی وقت لین دین ہو جانا واجب ہے۔

مسئلہ :۔ اگر ادھر اور چیز ہے اور اس طرف اور چیز اور دونوں تول کر نہیں بکتیں مثلاً" گلاس دے کر انڈا لیا یا گیہوں دے کر انڈے لئے یا مخمل دے کر لٹھا لیا تو بہرحال جائز ہے نہ تو دونوں کا برابر ہونا واجب ہے اور نہ اسی وقت لین دین ہونا واجب ہے۔

مسئلہ :۔ سب کا خلاصہ یہ ہوا کہ علاوہ چاندی سونے کے اگر دونوں طرف ایک ہی چیز ہو اور وہ چیز تول کر بکتی ہو جیسے گیہوں کے عوض گیہوں چنے کے عوض چنا وغیرہ' تب تو وزن میں برابر ہونا بھی واجب ہے اور اسی وقت سامنے رہتے رہتے لین دین ہو جانا بھی واجب ہے اور اگر دونوں طرف ایک ہی چیز ہے لیکن تول کر نہیں بکتی جیسے کیلا دے کر کیلا'

انڈے دے کر انڈے، کپڑا دے کر ویسا ہی کپڑا لیا یا ادھر سے اور چیز ہے اس طرف سے اور چیز لیکن دونوں تول کر بکتی ہیں جیسے گیہوں کے بدلے چنا چنے کے بدلے جوار لینا۔ ان دونوں صورتوں میں وزن میں برابر ہونا واجب نہیں۔ کمی بیشی جائز ہے البتہ اسی وقت لین دین ہونا واجب ہے اور جہاں دونوں باتیں نہ ہوں یعنی دونوں طرف ایک ہی چیز نہیں اس طرف کچھ اور ہے اس طرف کچھ اور۔ اور وہ دونوں وزن کے حساب سے بھی نہیں بکتیں۔ وہاں کمی بیشی بھی جائز ہے اور اسی وقت لین دین کرنا بھی واجب نہیں جیسے کیلا دے کر نارنگی لینا۔

مسئلہ :- چینی کا ایک برتن دوسرے چینی کے برتن سے بدل لیا یا چینی کو تام چینی سے بدلا تو اس میں برابری واجب نہیں ایک کے بدلے دو لے تب بھی جائز ہے۔ اسی طرح ایک سوئی دے کر دو سوئیاں یا تین یا چار لینا بھی جائز ہے لیکن اگر دونوں طرف چینی یا دونوں طرف تام چینی ہو تو اسی وقت سامنے رہتے رہتے لین دین ہو جانا چاہئے اور اگر قسم بدل جائے مثلاً" چینی سے تام چینی بدلی تو یہ بھی واجب نہیں۔

مسئلہ :- پڑوسن آئی کہ تم نے جو سیر بھر آٹا پکایا ہے وہ روٹی ہم کو دے دو۔ ہمارے گھر مہمان آگئے ہیں اور سیر بھر یا سوا سیر آٹا یا گیہوں لے لو یا اس وقت روٹی دے دو پھر ہم سے آٹا یا گیہوں لے لینا' یہ درست ہے کیونکہ پکنے کے بعد روٹی کی جنس آٹے گیہوں سے مختلف جنس ہے۔

مسئلہ :- اگر نوکر سے کوئی چیز منگاؤ تو اس کو خوب سمجھا دو کہ اس چیز کو اس طرح خرید کر لانا' کبھی ایسا نہ ہو کہ وہ بے قاعدہ خرید لائے جس میں سود ہو جائے پھر تم اور سب بال بچے اس کو کھائیں اور حرام کھانا کھانے کے وبال میں سب گرفتار ہوں اور جس جس کو تم کھلاؤ سب کا گناہ تمہارے اوپر پڑے۔

تیسری فصل : غیر سودی بنکاری

مروجہ سودی بنکاری کی یہ دو بنیادیں ہیں:

(1) سرمایہ کاری میں نقصان کا کچھ اندیشہ نہ ہو۔ (2) وہ قطعی نفع سے خالی نہ ہو۔

جبکہ غیر سودی بنکاری کی بنیادیں اس کے بالکل برعکس ہیں۔ اس میں نقصان کا اندیشہ بھی ہو گا اور نفع کا حصول یقینی نہ ہو گا اور پھر نفع ہو تو اس کی مقدار یقینی نہیں بلکہ کم و بیش ہو سکتی ہے۔

لیکن جب بینک کی تعریف میں یہ شامل ہے کہ وہ ایک تجارتی ادارہ ہے اور دیگر تجارتی ادارے نقصان کے اندیشہ اور نفع میں کمی بیشی کا تحمل کرتے ہیں تو کیا وجہ کہ بینک کو سودی نظام پر چلا کر اس کو تجارتی طریقے سے مستثنیٰ کیا جائے اور وہ تجارتی و معاشی میدان میں یہودی کا کردار ادا کرے۔

تنبیہہ 1 :- بنکاری کی اصلاح اور اس کو غیر سودی نظام پر لانے کے لئے بنیادی فکر کو تبدیل کرنا ضروری ہے۔ محض جزوی اصلاح مفید نہ ہو گی۔

تنبیہہ 2 :- معاشرہ میں ایک ادارے کو ایک خاص فکر اور نظام پر چلانے کے لئے ضروری ہے کہ اس ادارے سے وابستگی اور تعلق رکھنے والے تمام افراد اور محکمے خواہ وہ پرائیویٹ سیکٹر میں ہوں یا حکومت میں ہوں یا حکومت خود ہو یہ سب بھی تہہ دل سے اس خاص فکر اور نظام پر قائم ہوں۔ متضاد فکر اور نظام کے خواہاں لوگوں سے اصلاح کی توقع کرنا عبث ہے۔ وہ ایک طرف سے کچھ اصلاح کریں گے بھی تو دوسری طرف سے فوراً ہی بگاڑ کے اسباب بھی پیدا کر لیں گے۔ علاوہ ازیں ایک معاشرہ کا بیک وقت دو متضاد رستوں پر چلنا قطعاً ناممکن ہے۔

تنبیہہ 3 :- غیر سودی نظام ایک علیحدہ مستقل نظام ہے جو اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ سودی نظام کو بنیادوں سے اکھاڑ دیا جائے اور غیر سودی نظام کے قواعد و ضوابط کے تحت بنکاری کا اپنا طریقہ اختیار کیا جائے۔ غیر سودی بنکاری کو سودی بنکاری کا غلام اور اس کی خواہشوں کا تابع نہیں بنایا جا سکتا۔

بینکنگ کا غیر سودی اور شرعی طریق کار:۔

بنکاری کا تعلق دو طرفہ ہوتا ہے۔ ایک طرف اس کا تعلق ان لوگوں سے ہوتا ہے جنہوں نے اپنی رقمیں بینک میں رکھوائیں۔ دوسری طرف ان کے ساتھ تعلق ہوتا ہے جن کو بینک سرمایہ فراہم کرتا ہے۔

بینک کی سرمایہ کاری کے طریقے:۔

I- مرابحہ مؤجلہ:۔

مرابحہ اس کو کہتے ہیں کہ کوئی شخص ایک شے مثلاً" دو سو میں خریدے اور قیمت خرید یا قیمت لاگت پر پانچ یا دس فیصد وغیرہ نفع کے ساتھ فروخت کر دے اور موجلہ ادھار کو کہتے ہیں یعنی پھر وہ رقم ماہانہ قسطوں میں ادا کی جائے۔

ایک شخص کو اپنے کارخانہ کے لئے مشین خریدنی ہے۔ وہ بینک کے پاس آتا ہے۔ بینک اس کو رقم بطور قرض دینے کے بجائے وہ مشین خود خرید کر نفع سے اس شخص کے ہاتھ ادھار فروخت کر دے اور قیمت فروخت قسطوں میں وصول کرلے۔

اس میں اگر بینک کو یہ اشکال ہو کہ پھر خریداری کے لئے اس کو علیحدہ سے عملہ رکھنا پڑے گا اور ذمہ داریوں کا دائرہ بہت پھیل جائے گا تو اس میں یہ آسانی اختیار کی جاسکتی ہے کہ بینک مشین لینے والے شخص کو مشین کی خریداری میں اپنا وکیل مقرر کر دے۔

جب وہ شخص مشین پسند کرلے تو بینک اپنا ایک معتمد علیہ نمائندہ بھیجے جو مشین کی قیمت خرید کی ادائیگی کر دے اور مشین پر اپنا قبضہ ہو جانے کے بعد مشین کے طلبگار شخص کے ہاتھ فروخت کر دے۔ یہ فروختگی بالفعل ہو۔ اور اس وقت بیعنامہ اور ادائیگی کی شرائط کی تکمیل کی جائے۔ محض فرضی کاروائی نہ ہو۔

مشین کو فقط مثال کے طور پر ذکر کیا ہے ورنہ کسی بھی چیز کی خریداری میں ایسا کیا جاسکتا ہے۔

2- کمپنیوں کے حصص خریدنا:-

یہ خیال نہ کیا جائے کہ کمپنیوں کے حصص کے بارے میں دوسری جگہ یہ حکم بتایا گیا ہے کہ وہ صحیح نہیں ہیں کیونکہ جب نظام غیر سودی ہوگا تو کمپنیاں بھی اس سے مستثنیٰ نہ ہوں گی۔ علاوہ ازیں ان کی خرابیوں کو دور کرنا بھی ضروری ہوگا۔

3- مضاربت:-

کسی کمپنی یا کاروباری ادارے کو بینک مضاربت کی بنیاد پر سرمایہ فراہم کرے۔ یعنی سرمایہ بینک کا اور کام ادارے کا۔ نفع کی تقسیم کی شرح متعین ہو۔ اگر نقصان ہو جائے جس میں ادارے یا کمپنی کی کوتاہی اور زیادتی کو دخل نہ ہو تو نقصان بینک کا ہوگا۔

4- مشارکت (Partnership):-

مضاربت اور مشارکت میں ایک اہم فرق یہ ہے کہ مشارکت میں اگر کمپنی اور ادارے کو نقصان ہو اور وہ نقصان راس المال پر اثرانداز ہو رہا ہو تو کمپنی اور بینک دونوں اپنے اپنے سرمائے کے تناسب سے نقصان برداشت کریں گے جبکہ مضاربت میں راس المال پر اثرانداز ہونے والا نقصان پورے کا پورا بینک کے ذمے ہوگا۔

5- اجارہ یعنی لیز (Lease) پر زمین یا مشین دینا:-

6- خود ہی کوئی مال خرید کر نفع سے فروخت کرنا:-

سرمایہ کاری کی یہ صورتیں ہیں جو قابل عمل ہیں۔ ان کو اختیار کرتے ہوئے ضروری ہوگا کہ ان کی تمام شرائط جو شریعت نے بتائی ہیں ان کو پورا کیا جائے۔ ضروری شرط پوری نہ کرنے کی وجہ سے سارا معاملہ شریعت کی نظر میں فاسد ہو جاتا ہے جس سے اجتناب ضروری ہے۔

بینک کی آمدنی کے دیگر ذرائع :-

1- محنتانہ :-

الف۔ کرنٹ اکاؤنٹ (چالو کھاتہ) کھولنے والوں سے بینک محنتانہ وصول کرتا ہے اور کرسکتا ہے۔

ب۔ برآمد کنندہ سے اس کو مہیا کی جانے والی خدمات پر محنتانہ وصول کرتا ہے اور کرسکتا ہے۔

ج۔ صارفین کے بل جمع کرنے پر متعلقہ محکمہ سے محنتانہ وصول کرتا ہے اور کرسکتا ہے۔

2- بٹہ لگانے کا متبادل :-

ہنڈی (Bill of Exchange) ایک خاص قسم کی دستاویز ہوتی ہے۔ جب کوئی تاجر اپنا مال فروخت کرتا ہے تو خریدار کے نام بل بناتا ہے۔ بعض اوقات اس بل کی ادائیگی کسی آئندہ تاریخ میں واجب ہوتی ہے۔ اس بل کو دستاویزی شکل دینے کے لئے مدیون اس کو منظور کرکے اس پر دستخط کردیتا ہے کہ میرے ذمے فلاں تاریخ کو اس بل کی ادائیگی واجب ہے۔ ہنڈی میں لکھا ہوا قرض و دین تو مدیون سے تاریخ ادائیگی آنے پر ہی لیا جاسکتا ہے۔ مگر ادھار فروخت کرنے والے کو اگر رقم کی فوری ضرورت پڑ جائے تو کسی تیسرے شخص کو بل دے کر لکھی ہوئی رقم لے لیتا ہے اور بل کی پشت پر دستخط کرکے اس کے حقوق اس تیسرے شخص کی طرف منتقل کردیتا ہے۔ تیسرا شخص اس پر لکھی ہوئی رقم میں کٹوتی بھی کرتا ہے۔ مثلاً" ہنڈی پر ایک ہزار روپے لکھے ہوئے ہیں تو وہ نو سو پچاس روپے دیتا ہے۔ اس عمل کو بٹہ لگانا اور Discounting of the Bill of Exchange کہتے ہیں۔

یہ طریقہ بل میں کٹوتی کی وجہ سے ظاہر ہے کہ سود کی کھلی شکل ہے۔ غیر سودی بنکاری میں اس کو بالکل چھوڑا بھی جاسکتا ہے اور بینک ایسی سہولت مہیا کرنے سے معذرت کرسکتا ہے۔

لیکن اگر اس کی زیادہ ضرورت پڑتی ہو اور اس کے بغیر شدید دشواری ہو تو ایک تدبیر یہ کی جاسکتی ہے کہ بینک اس شخص کی کوئی معتدبہ شے خرید لے اور قیمت ادا کر دے۔ پھر اس کے بعد وہ شخص دوبارہ وہی شے بینک سے ادھار خرید لے اور وہ بل اور ہنڈی بینک کو دے دے۔ مثلاً" ہنڈی پچاس ہزار کی ہے اور اس میں ادائیگی کی تاریخ تین مہینے بعد کی ہے تو یہ شخص بینک کے ہاتھ اپنی موٹر سائیکل انچاس ہزار میں فروخت کر دے اور رقم وصول کرلے۔ پھر بینک سے وہی موٹر سائیکل تین مہینے کے ادھار پر پچاس ہزار میں خرید لے اور ہنڈی بینک کے حوالے کر دے۔

3- درآمد کنندہ کے ساتھ شراکت:-

جب کوئی شخص دوسرے ملک سے کوئی چیز درآمد کرنا چاہتا ہے تو دوسرے ملک کا تاجر اس بات کا اطمینان چاہتا ہے کہ جب میں مطلوبہ سامان خریدار کو بھیجوں گا تو وہ واقعتاً" قیمت کی ادائیگی کر دے گا۔ لہٰذا درآمد کنندہ برآمد کنندہ کو اطمینان دلانے کے لئے بینک سے ایک ضمانت نامہ حاصل کرتا ہے جس میں بینک برآمد کنندہ کو ضمانت دیتا ہے کہ ادائیگی کا ذمہ دار وہ ہوگا۔ اس ضمانت نامہ کو انگریزی میں Letter of Credit کہتے ہیں اور اس کے حاصل کرنے کو اردو میں ایل سی کھلوانا کہتے ہیں۔ بینک ایل سی کھول کر برآمد کنندہ کے بینک کو بھیج دیتا ہے۔ ایل سی پہنچنے کے بعد وہاں سے مال جہاز میں بک کرا دیا جاتا ہے اور جہازراں کمپنی مال بک ہونے کی رسید جاری کرتی ہے جس کو Bill of Lading کہتے ہیں۔ برآمد کنندہ کا بینک یہ بل آف لیڈنگ بمعہ متعلقہ کاغذات کے ایل سی کھولنے والے بینک کو بھیج دیتا ہے جو یہ درآمد کنندہ کو دے دیتا ہے۔

قیمت کی ادائیگی کے لئے بینک اور درآمد کنندہ کے درمیان مختلف معاہدے ہوتے ہیں۔ کبھی درآمد کنندہ ایل سی کھلواتے وقت ہی پوری رقم کی ادائیگی کر دیتا ہے۔ کبھی ساری ادائیگی بینک سے کاغذات چھڑاتے وقت ہوتی ہے کبھی ایل سی کھولنے کے وقت تھوڑی ادائیگی کی جاتی ہے اور کبھی یہ معاہدہ بھی ہوتا ہے کہ کاغذات آنے پر بینک اپنے پاس سے ادائیگی کر دے گا اور درآمد کنندہ ایک معین مدت کے بعد بینک کو ادائیگی کرے

گا۔ اس صورت میں بینک کا قرض درآمد کنندہ کے ذمے ہو جاتا ہے۔

قرض کی ایک صورت کبھی یہ بن جاتی ہے کہ جب ادائیگی کے بغیر یا کچھ ادائیگی پر ایل سی کھولی گئی کاغذات آتے ہی بینک ادائیگی کردے جبکہ درآمد کنندہ کی طرف سے کسی وجہ سے چند دن تاخیر ہو جائے مثلاً" اس لئے تاخیر ہوگئی کہ بینک کی طرف سے رابطہ کرنے میں کسی وجہ مثلاً" ہڑتال یا چھٹی کی وجہ سے تاخیر ہوگئی۔ ایسی صورت میں اتنے دن کا قرضہ خود بخود ہو جاتا ہے۔

قرضے کی ان دونوں صورتوں میں سودی بنکاری میں بینک سود وصول کرتا ہے۔

اس کی متبادل صورت یہ ہے کہ بینک درآمد کنندہ کے ساتھ سامان کی خرید میں شریک ہو جائے۔ مثلاً" ایک لاکھ کا سامان منگواتا ہے تو بینک مثلاً" دس ہزار میں شریک ہو جائے۔ درآمدات کے کاغذوں میں اس کو لکھنے کی ضرورت نہیں البتہ اپنے کاغذوں میں اس کو لکھ سکتے ہیں۔ جب وہ سامان آجائے تو جس قسم کے حالات ہوں بینک ان کے مطابق نفع لگا کر وہ سامان درآمد کنندہ کے ہاتھ فروخت کردے۔ مثلاً" اگر درآمد کنندہ بینک کی ادائیگی سے پہلے پوری رقم ادا کر چکا ہے تو بینک اس کے ہاتھ اپنا حصہ مثلاً" ساڑھے دس ہزار میں فروخت کردے۔ (بینک یہ نفع محض فراہم کردہ خدمات کو سامنے رکھ کر لگائے) اور اگر تاخیر سے ادا کرنے کی صورت بن رہی ہو تو مثلاً" گیارہ ہزار میں فروخت کردے۔

بینک اور کھاتہ داروں کے درمیان معاملہ :۔

ایک تو بینک کے حاملین حصص (SHARE HOLDERS) ہوتے ہیں جن کو ہم نے بینک کہا ہے اور دوسرے کھاتہ دار ہوتے ہیں۔ یہ آپس میں نفع کی تقسیم مثلاً" نصف نصف کرسکتے ہیں یا کوئی اور تناسب طے کرسکتے ہیں لیکن اس صورت میں بینک کے حاملین حصص اگر عہدیدار بھی ہوں تو اپنے عہدہ کی وجہ سے وہ مزید کسی تنخواہ یا الاؤنس کے حقدار نہیں ہوں گے۔

کھاتہ داروں کی مدت کے اعتبار سے مختلف قسمیں بنادی جائیں مثلاً" ایک ماہ والا

کھاتہ' تین ماہ والا کھاتہ' چھ ماہ والا کھاتہ اور ایک سال والا کھاتہ اور زائد مدت کا کھاتہ جو جس کھاتے میں رقم جمع کرانا چاہے اس میں کرا دے۔ ہر کھاتہ کی سرمایہ کاری اور حساب کتاب بالکل علیحدہ ہو۔ ماہانہ کھاتہ کی ابتداء ہر مہینے کی پہلی تاریخ کو ہو اور سہ ماہی کی یکم جنوری' یکم اپریل' یکم جولائی اور یکم اکتوبر کو ہو اور شش ماہی کھاتہ کی ابتداء یکم جنوری اور یکم جولائی کو ہو اور سالانہ کی یکم جنوری کو ہو۔

ہر کھاتہ کی مدت کے ختم پر حساب کتاب تیار کیا جائے اور اخراجات منہا کر کے نفع میں سے حاملین حصص کو تناسب میں سے ان کا حصہ دے کر باقی اس کھاتہ کے تمام ممبران میں ان کی رقم کے تناسب سے تقسیم کر دیا جائے۔

ایک ماہ والے کھاتہ دار اگر چاہیں تو وہ درخواست دے کر آئندہ آنے والی تاریخ میں سہ ماہی یا شش ماہی یا سالانہ کھاتہ کی طرف منتقل ہو سکتے ہیں۔

دوران مہینہ اگر کوئی شخص کھاتہ کھولے تو اس کو اس مدت کا نفع نہیں ملے گا اور جس کھاتہ میں ہے اس کی مدت ختم ہونے سے پہلے وہ اپنا کھاتہ بند کرنے کا اختیار نہ رکھے گا۔

مختلف مدتوں والے کھاتوں میں نفع کا تناسب مختلف بھی ہو سکتا ہے۔ مثلاً" ایک ماہ کے کھاتہ میں تناسب چالیس اور ساٹھ کا ہو یعنی کھاتہ داروں کے چالیس فیصد اور حاملین حصص کے ساٹھ فیصد' سہ ماہی کھاتہ میں تناسب پینتالیس اور پچپن کا ہو اور شش ماہی میں پچاس پچاس فیصد کا ہو اور سالانہ میں پچپن اور پینتالیس فیصد کا ہو۔

بینک میں اکاؤنٹ کھولنا:۔

موجودہ نفع نقصان کا شراکتی کھاتہ (یعنی PLS اکاؤنٹ) کھولنا جائز نہیں ہے کیونکہ بینک آگے جو سرمایہ کاری کرتا ہے وہ حقیقت کے اعتبار سے سود سے خالی نہیں۔ اگر کسی نے غلطی سے کھول لیا ہو تو وہ اس میں سے اپنا اصل مال نکال لے اور نفع یا سود بینک ہی میں چھوڑ دے۔ اگر کسی نے نفع بھی نکلوالیا ہو تو وہ ثواب کی نیت کے بغیر فقراء پر صدقہ

کردے۔

اگر ضرورت اور مجبوری نہ ہو تو چالو کھاتہ یعنی Current Account بھی نہ کھولے لیکن اگر مجبوری ہو تو اس کی گنجائش ہے۔

انعامی بانڈ:۔

اس کی حقیقت یہ ہے کہ حکومت عوام سے قرض لیتی ہے اور بانڈ کے نام سے قرض کی رسید جاری کرتی ہے اور لوگوں کو قرض دینے پر آمادہ کرنے کے لئے حکومت نے انعامی سکیم ساتھ نکالی ہے۔ موہوم انعام کے لالچ میں بانڈ خریدنا یہ جوئے کی صورت ہے اور شرط طے کر کے قرض پر انعام دینا یا لینا یہ سود ہے لہٰذا انعامی بانڈ کی سکیم بالکل حرام ہے اور انعامی بانڈ کی اس سے کم و بیش قیمت پر خرید و فروخت بھی سود ہے اور حرام ہے۔ لہٰذا انعامی بانڈ خریدنا اور اپنے پاس رکھنا ناجائز ہے۔ اگر کبھی مجبوری سے کسی گاہک سے لینا پڑ جائے تو فوراً اس کو بھنوا لیا جائے۔

اگر غلطی سے بانڈ خرید لیا اور اس پر انعام نکل آیا تو اس سے خلاصی کی فقط یہ صورت ہے کہ اس بانڈ کو جلا دیا جائے۔

حکومت کی جاری کردہ بچت سکیموں میں شرکت ناجائز ہے:۔

اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ یہ تمام سکیمیں سود سے خالی نہیں۔

لیزنگ اور مضاربہ کمپنیوں کی سرمایہ کاری کے مروجہ طریقے ناجائز ہیں۔

مروجہ بیمہ کی تمام شکلیں حرام اور ناجائز ہیں:۔

بیمہ کمپنی والے بیمہ کی حمایت میں جو فتوے دکھاتے ہیں وہ ناقابل اعتبار ہیں کیونکہ یا توان میں کتربیونت کی گئی ہے یا قوی شرعی دلائل ان کے خلاف ہیں۔

جہاں کہیں حکومتی مجبوری سے انشورنس کرانی پڑے تو کم سے کم مقدار جس کی اجازت ہو اس پر کرائے اور موقع ملنے پر بیمہ کی رقم نہ لے۔ نقصان برداشت کر لے

کیونکہ بیمہ بھی سود پر مشتمل ہے۔ زیادہ سے زیادہ اپنی جمع کرائی ہوئی اصل رقم واپس لے سکتا ہے۔

مختلف کرنسیوں کا تبادلہ :۔

حکومت کی جانب سے مقرر کی ہوئی شرح تبادلہ سے کم و بیش قیمت پر روپوں کے بدلے دوسرے ملکوں کی کرنسی خرید سکتے ہیں۔ البتہ ایک ہی ملک کی کرنسی مثلاً" پاکستانی روپوں کے دو طرف تبادلہ میں برابری ضروری ہے۔

دارالحرب میں سودی معاملہ :۔

مسئلہ :۔ وہ مسلمان جو ویزا لے کر دارالحرب میں گیا ہو (یعنی مسلم مستامن) اور وہ شخص جو دارالحرب میں مسلمان ہوا ہو (یعنی مسلم حربی) یہ لوگ کافر حربی اور مسلم حربی سے سود لے سکتے ہیں۔

مسئلہ :۔ مسلم اصلی یعنی وہ مسلمان شخص جس کو دارالحرب میں مستقل سکونت کی اجازت مل گئی ہو یا جس دارالاسلام کا وہ پہلے باشندہ تھا وہ دارالحرب میں تبدیل ہوگیا ہو یہ بھی دارالحرب میں حربی سے سود لے سکتا ہے۔

یاد رہے کہ یہ سود لینے کی بات ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ دارالحرب میں حربی کا مال مباح ہوتا ہے اور جن لوگوں کا ذکر ہوا یہ حربی کا مال لے سکتے ہیں جبکہ کوئی دھوکہ اور خیانت نہ کی ہو۔ غرض بظاہر لینے میں سود ہے لیکن حقیقت میں سود نہیں ہے بلکہ مباح مال ہے جو حربی کی رضامندی سے لیا ہے۔

رہا دارالحرب میں کسی مسلم مستامن یا مسلم اصلی کا سود دینا اگرچہ کسی کافر کو ہی دے یہ جائز نہیں ہے بلکہ حرام ہے۔

تنبیہہ :۔ یہ ہم نے اصل مسئلہ لکھا ہے۔ البتہ اگر کسی جگہ میں مفاسد کا اندیشہ کر کے وہاں کے علماء اس سے اجتناب کا قول کریں تو ان کے قول پر عمل کیا جائے۔

پراویڈنٹ فنڈ

مسئلہ :- جبری پراویڈنٹ فنڈ میں ملازم کی تنخواہ سے ایک متعین رقم ہرماہ کاٹی جاتی ہے۔ اس پر ہرماہ جو اضافہ محکمہ اپنی طرف سے کرتا ہے پھر مجموعہ پر جو رقم سالانہ بنام سود جمع کرتا ہے' شریعت میں اس کی حیثیت ہبہ اور ہدیہ کی ہے کیونکہ اس پر شرعی اعتبار سے ربوا اور سود کی تعریف صادق نہیں آتی خواہ محکمہ نے اسے سود کا نام لے کر دیا ہو' اس لئے کہ سود ایسا معاملہ ہوتا ہے جو دو طرفہ بنیاد پر طرفین کے درمیان طے ہو کر وجود میں آتا ہے۔ پراویڈنٹ فنڈ کے لئے تنخواہ میں سے جبری کٹوتی کی جاتی ہے اور وہ حصہ ملازم کو نہیں دیا جاتا۔ اس وجہ سے اس حصہ پر نہ تو ملازم کا قبضہ ہوا اور نہ اس کی ملکیت آئی اور نہ ہی اس میں ان کا کوئی تصرف جائز ہے۔ ایسی صورت میں تنخواہ کا وہ حصہ محکمہ کی ملکیت ہے اور اس رقم کے ساتھ محکمہ جو اضافہ کرتا ہے اپنی ملکیت ہی میں کرتا ہے اور اپنی ہی ملکیت میں اضافہ کرنا سود نہیں ہوتا۔ پھر جب محکمہ یہ اضافہ ملازم کو دیتا ہے تو درحقیقت ہدیہ دیتا ہے۔ یہ حکم اس وقت ہے جب محکمہ نے پراویڈنٹ فنڈ کی رقم اپنے پاس رکھی ہو یا کسی کمپنی وغیرہ کو دی ہو تو اپنے طور سے اپنی ذمہ داری پر دی ہو۔

مسئلہ :- قاعدہ ہے کہ کسی حلال چیز کو حرام کی نیت سے استعمال کرنا حرام ہے مثلاً" کوئی شربت کو یہ سمجھ کر پیے کہ یہ شراب ہے تو اگرچہ شربت حلال ہے مگر جو نیت اس نے کی وہ حرام ہے۔ اسی طرح پراویڈنٹ فنڈ کے ساتھ ملنے والی زائد رقم کو ہدیہ سمجھ کر لے سود سمجھ کر نہ لے کیونکہ اس کو سود سمجھ کر لینا حرام ہے۔

مسئلہ :- البتہ پراویڈنٹ فنڈ میں جو رقم اپنے اختیار سے کٹوائی جائے تو اس پر جو رقم محکمہ سود کے نام پر دے گا اس سے اجتناب کیا جائے کیونکہ اس میں شبہ بالربا ہے۔

مسئلہ :- اگر کوئی ملازم اپنے پراویڈنٹ فنڈ میں سے قرض لے تو یہ شرعاً" قرض نہیں ہے اور اگر اس پر محکمہ ملازم سے سود وصول کرے تو وہ حقیقتاً" سود بھی نہیں ہے کیونکہ ملازم نے اپنے حق میں سے رقم لی ہے اور جو سود کے نام پر وہ رقم جمع کراتا ہے وہ اسی کے نام پر جمع ہوتی ہے اور اس کو واپس مل جاتی ہے۔

باب : 10

بیع سلم (FUTURE SALE) کا بیان

تعریف: اس طرح سے بیع کرنا کہ خریدار نے قیمت کی ادائیگی تو ابھی نقد کر دی اور بائع سامان کچھ عرصہ بعد مہیا کرے گا اس کو بیع سلم کہتے ہیں۔

مثلاً فصل کٹنے سے پہلے .... یا کٹنے کے بعد کسی کو دس ہزار روپے دیئے اور یوں کہا کہ دو مہینے یا تین مہینے کے بعد فلاں مہینے میں فلاں تاریخ میں ہم تم سے ان دس ہزار روپے کے گیہوں لیں گے اور نرخ اسی وقت طے کر لیا کہ سو روپے کے بیس سیر کے حساب سے لیں گے تو یہ بیع درست ہے جس مہینے کا وعدہ ہوا ہے اس مہینے میں اس کو اسی بھاؤ گیہوں دینا پڑیں گے چاہے بازار میں گراں بکیں چاہے سستے بازار کے بھاؤ کا کچھ اعتبار نہیں ہے اور اس بیع کو سلم کہتے ہیں لیکن اس کے جائز ہونے کی کئی شرطیں ہیں ان کو خوب غور سے سمجھو۔ اول شرط یہ ہے کہ گیہوں وغیرہ کی کیفیت خوب صاف صاف ایسی طرح بتا دے کہ لیتے وقت دونوں میں جھگڑا نہ پڑے مثلاً" کہہ دے کہ فلاں قسم کا گیہوں دینا' بہت پتلا نہ ہو نہ پالا مارا ہوا ہو' عمدہ ہو خراب نہ ہو۔ اس میں کوئی اور چیز چنے' مٹر وغیرہ نہ ملی ہو۔ خوب سوکھے ہوں گیلے نہ ہوں۔ غرضیکہ جس قسم کی چیز لینا ہو ویسی بتا دینا چاہئے تاکہ اس وقت بکھیڑا نہ ہو۔ اگر اس وقت صرف اتنا کہہ دیا کہ دس ہزار روپے کے گیہوں دے دینا تو یہ ناجائز ہوا۔ یا یوں کہا کہ ان دس ہزار روپے کے دھان دے دینا یا چاول دے دینا اس کی قسم کچھ نہیں بتلائی یہ سب ناجائز ہے' دوسری شرط یہ ہے کہ نرخ بھی اسی وقت طے کر لے کہ سو روپے کے پندرہ کلو یا بیس کلو کے حساب سے لیں گے۔ اگر یوں کہا کہ اس وقت جو بازار کا بھاؤ ہو اس حساب سے ہم کو دینا یا اس سے دو کلو زیادہ دینا تو یہ جائز نہیں۔ بازار کے بھاؤ کا کچھ اعتبار نہ کرو۔ اسی وقت اپنے لینے کا نرخ مقرر کر لو۔ وقت آنے پر اسی مقرر کئے ہوئے بھاؤ سے لے لو۔ تیسری شرط یہ ہے کہ جتنے روپے کے لینا ہوں اسی وقت بتا دو کہ ہم دس ہزار روپے یا بیس ہزار روپے کے گیہوں لیں گے۔ اگر یہ نہیں بتایا اور یوں ہی

گول مول کہہ دیا کہ کچھ رقم کے ہم بھی لیں گے تو یہ صحیح نہیں۔ چوتھی شرط یہ ہے کہ اسی وقت اسی جگہ رہتے رہتے سب روپے دیدے۔ اگر معاملہ کرنے کے بعد الگ ہو کر پھر روپے دیئے تو وہ معاملہ باطل ہوگیا' اب پھر سے کرنا چاہئے۔ اسی طرح اگر پانچ ہزار روپے اسی وقت دے دیئے اور پانچ ہزار روپے دوسرے وقت دیئے تو پانچ ہزار میں بیع سلم باقی رہی اور پانچ ہزار روپے میں باطل ہوگئی۔ پانچویں شرط یہ ہے کہ اپنے لینے کی مدت کم سے کم ایک مہینہ مقرر کرے کہ ایک مہینے کے بعد فلانی تاریخ کو ہم گیہوں لیں گے' مہینے سے کم مدت مقرر کرنا صحیح نہیں اور زیادہ چاہے جتنی مقرر کرے جائز ہے لیکن دن تاریخ مہینہ سب مقرر کردے تاکہ بکھیڑا نہ پڑے کہ وہ کہے میں ابھی نہ دوں گا۔ تم کہو نہیں آج ہی دو۔ اس لئے پہلے ہی سے سب طے کرلو۔ اگر دن تاریخ' مہینہ مقرر نہ کیا بلکہ یوں کہا کہ جب فصل کٹے گی تب دے دینا تو یہ صحیح نہیں۔ چھٹی شرط یہ ہے کہ یہ بھی مقرر کردے کہ فلانی جگہ وہ گیہوں دینا یعنی اسی شہر میں یا کسی دوسرے شہر میں جہاں لینا ہو وہاں پہنچانے کے لئے کہہ دے یا یوں کہہ دے کہ ہمارے گھر پہنچا دینا۔ غرضیکہ جو منظور ہو صاف بتا دے۔ اگر یہ نہیں بتایا تو صحیح نہیں۔ البتہ اگر کوئی ہلکی چیز ہو جس کے لانے اور لے جانے میں کچھ مزدوری نہیں لگتی مثلاً" مشک خریدا سچے موتی یا اور کچھ تو لینے کی جگہ بتانا ضروری نہیں۔ جہاں یہ ملے اس کو دیدے۔ اگر ان شرطوں کے موافق کیا تو بیع سلم درست ہے ورنہ درست نہیں۔

مسئلہ :۔ گیہوں وغیرہ غلہ کے علاوہ اور جو چیزیں ایسی ہوں کہ ان کی کیفیت بیان کر کے مقرر کردی جائے کہ لیتے وقت کچھ جھگڑا ہونے کا ڈر نہ رہے ان کی بیع سلم بھی درست ہے جیسے انڈے' اینٹیں' کپڑا' مگر سب باتیں طے کرلے کہ اتنی بڑی اینٹ ہو' اتنی لمبی' اتنی چوڑی' کپڑا سوتی ہو اتنا باریک ہو اتنا موٹا ہو۔ دیسی ہو یا ولایتی ہو غرضیکہ سب باتیں بتا دینا چاہئیں کچھ گنجلک باقی نہ رہے۔

مسئلہ :۔ سو روپے کی پانچ گٹھڑی یا پانچ کھانچی کے حساب سے بھوسا بطور بیع سلم کے لیا تو یہ درست نہیں کیونکہ گٹھڑی اور کھانچی کی مقدار میں بہت فرق ہوتا ہے' البتہ اگر کسی طرح سے سب کچھ مقرر اور طے کرلے یا وزن کے حساب سے بیع کرے تو درست ہے۔

مسئلہ :- سلم کے صحیح ہونے کی یہ بھی شرط ہے کہ جس وقت معاملہ کیا ہے اس وقت سے لے کر لینے اور وصول پانے کے زمانے تک وہ چیز بازار میں ملتی رہے نایاب نہ ہو۔ اگر اس درمیان میں وہ چیز بالکل نایاب ہو جائے کہ اس ملک کے بازاروں میں نہ ملے گو دوسری جگہ سے بہت مصیبت جھیل کر منگوا سکے تو وہ بیع سلم باطل ہو گئی۔

مسئلہ :- معاملہ کرتے وقت یہ شرط کر دی کہ فصل کے کٹنے پر فلاں مہینے میں ہم نئے گیہوں لیں گے یا فلاں کھیت کے گیہوں لیں گے تو یہ معاملہ جائز نہیں ہے۔ اس لئے یہ شرط نہ کرنا چاہئے پھر وقت مقررہ پر اس کو اختیار ہے چاہے نئے دے یا پرانے۔ البتہ اگر نئے گیہوں کٹ چکے ہوں تو نئے کی شرط کرنا بھی درست ہے۔

مسئلہ :- تم نے دس ہزار روپے کے گیہوں لینے کا معاملہ کیا تھا وہ مدت گزر گئی بلکہ زیادہ ہو گئی مگر اس نے اب تک گیہوں نہیں دیئے نہ دینے کی امید ہے تو اب یہ کہنا جائز نہیں کہ اچھا تم گیہوں نہ دو بلکہ اس گیہوں کے بدلے اتنے چنے یا اتنے دھان یا اتنی فلاں چیز دے دو۔ گیہوں کے عوض کسی اور چیز کا لینا جائز نہیں یا تو اس کو کچھ مہلت دیدو اور بعد مہلت گیہوں لو یا اپنا روپیہ واپس لے لو۔ اسی طرح اگر بیع سلم کو تم دونوں نے توڑ دیا کہ ہم وہ معاملہ توڑتے ہیں گیہوں نہ لیں گے روپیہ واپس دے دو یا تم نے نہیں توڑا بلکہ وہ معاملہ خود ہی ٹوٹ گیا جیسے وہ چیز نایاب ہو گئی کہیں نہیں ملتی تو اس صورت میں تم کو صرف روپے لینے کا اختیار ہے اس روپے کے عوض اس سے کوئی اور چیز لینا درست نہیں۔ پہلے روپیہ لے لو لینے کے بعد اس سے جو چیز چاہو خریدو کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ نہ لو مگر اپنی بیع سلم کا سامان (جبکہ بیع قائم ہو) یا اپنا راس المال (جبکہ بیع فسخ ہو چکی ہو)۔

آرڈر پر سامان بنوانا:-

عربی میں اس کو استصناع کہتے ہیں جس کا معنی ہے طلب صنعت۔

مسئلہ :- یہ بھی بیع سلم ہوتی ہے اور بنوایا جانے والا سامان بیع سلم کا سودا ہوتا ہے لہٰذا

اس میں بھی بیع سلم کی اوپر ذکر کی گئی تمام شرائط کا اعتبار ہوگا۔ البتہ اتنا فرق ہے کہ بیع سلم میں قیمت معاملہ طے کرتے ہی ادا کی جاتی ہے جبکہ آرڈر پر بنوانے میں قیمت مال ملنے سے سے پہلے ادا کرنا ضروری نہیں۔

مسئلہ :۔ بات چیت طے ہوجانے کے بعد کاریگر اپنے عمل پر مجبور ہوگا اور آمر (یعنی آرڈر دینے والا) بھی اپنی بات سے نہیں پھر سکتا۔

مسئلہ :۔ کاریگر اگر کسی دوسرے کے ہاتھ کا بنایا ہوا سامان یا خود اپنا پہلے سے بنایا ہوا سامان مطلوبہ وقت پر آرڈر دینے والے کو دے اور وہ اسے لے لے تو یہ صحیح ہے۔

مسئلہ :۔ بنائی ہوئی شے دونوں کی رضامندی کے بغیر آرڈر دینے والے کے لئے متعین نہیں ہو جاتی۔ کاریگر ایک بنائی ہوئی شے کسی اور کے ہاتھ فروخت کر کے اس کے لئے دوسری بنا سکتا ہے۔ آرڈر دینے والے کو بھی اختیار ہوتا ہے کہ وہ بنائی ہوئی شے لے لے یا خیار رویت کی بنا پر نہ لے۔ اگر کوئی ایسی شے ہو جس کی عام طور سے طلب نہیں ہوتی اور خاص مطالبہ پر ہی بنائی جاتی ہے اور اندیشہ ہے کہ اگر خیار رویت کی بنا پر نہ لی تو کاریگر کا بڑا نقصان ہوگا تو وہ یہ صورت اختیار کر سکتا ہے کہ آرڈر دینے والے کے لئے اجرت پر کام کرے۔ خام مال آرڈر دینے والے کی طرف سے خریدے اور اس خام مال سے اپنی مرضی کی اجرت پر (جو پہلے سے طے کرلی جائے) سامان بنا کر دے۔

باب : 11

قرض لینے کا بیان ۔

مسئلہ :۔ جو چیز ایسی ہو کہ اسی طرح کی چیز تم واپس دے سکتے ہو اس کا قرض لینا درست ہے جیسے اناج' انڈے' گوشت وغیرہ اور جو چیز ایسی ہو کہ اسی طرح کی چیز دینا مشکل ہے تو اس کا قرض لینا درست نہیں جیسے بکری' مرغی وغیرہ۔

مسئلہ :۔ جس زمانے میں پچاس روپے کے دس سیر گیہوں ملتے تھے اس وقت تم نے پانچ کلو گیہوں قرض لئے پھر گیہوں سستے ہو گئے اور پچاس روپے کے بیس سیر ملنے لگے تو تم کو وہی پانچ کلو گیہوں دینا پڑیں گے۔ اسی طرح اگر گراں ہو گئے تب بھی جتنے لئے ہیں اتنے ہی دینا پڑیں گے۔

مسئلہ :۔ جیسے گیہوں تم نے دیئے تھے اس نے اس سے اچھے گیہوں ادا کئے تو اس کا لینا جائز ہے یہ سود نہیں مگر قرض لینے کے وقت یہ کہنا درست نہیں کہ ہم اس سے اچھے لیں گے' البتہ وزن میں زیادہ نہ ہونا چاہئے۔ اگر تم نے دیئے ہوئے گیہوں سے زیادہ لئے تو یہ ناجائز ہو گیا۔ خوب ٹھیک تول کر لینا دینا چاہئے لیکن اگر تھوڑا جھکتا تول دیا تو کچھ ڈر نہیں۔

مسئلہ :۔ کسی سے کچھ روپیہ یا غلہ اس وعدہ پر قرض لیا کہ ایک مہینہ یا پندرہ دن کے بعد ہم ادا کر دیں گے اور اس نے منظور کر لیا تب بھی یہ مدت کا بیان کرنا لغو بلکہ ناجائز ہے۔ اگر اس کو اس مدت سے پہلے ضرورت پڑے اور تم سے مانگے یا بغیر ضرورت ہی مانگے تو تم کو ابھی دینا پڑے گا۔

مسئلہ :۔ تم نے دو کلو گیہوں یا آٹا وغیرہ کچھ قرض لیا' جب اس نے مانگا تو تم نے کہا بھائی اس وقت گیہوں تو نہیں ہیں' اس کے بدلے تم دس روپے لے لو اس نے کہا اچھا۔ تو یہ پیسے اسی وقت سامنے رہتے رہتے دے دینا چاہئے۔ اگر پیسے نکالنے اندر گئے اور اس کے

پاس سے الگ ہوگئے تو وہ معاملہ باطل ہوگیا۔ اب پھر سے کہنا چاہئے کہ تم اس ادھار گیہوں کے بدلے دس روپے لے لو کیونکہ حدیث میں اس سے منع کیا گیا ہے کہ قرض کی بیع قرض سے کی جائے۔

مسئلہ :۔ چاندی کے ایک روپے کے چاندی کے پیسے قرض لئے پھر پیسے گراں ہوگئے اور روپے کے ساڑھے پندرہ آنے چلنے لگے تو اب سولہ آنے دینا واجب نہیں ہیں بلکہ اس کے بدلے چاندی کا روپیہ دے دینا چاہئے۔ وہ یوں نہیں کہہ سکتا کہ میں روپیہ نہیں لیتا پیسے لئے تھے وہی لاؤ۔

مسئلہ :۔ کسی سے ہزار روپے قرض لئے۔ اس وقت چاندی سو روپے تولہ کے حساب سے ایک ہزار روپے کی دس تولہ آتی تھی۔ جب مثلاً سال بعد قرض واپس کرنے لگے تو اس وقت چاندی کے نرخ بڑھے ہوئے تھے اور ایک ہزار کی نو تولہ چاندی ملنے لگی۔ تو قرضخواہ مقروض سے روپوں کے بجائے دس تولہ وصول کرسکتا ہے۔ اسی طرح اگر نرخ گر گئے تب مقروض کو حق حاصل ہے کہ وہ قرضخواہ کو صرف دس تولہ چاندی واپس دے۔

مسئلہ :۔ گھروں میں دستور ہے کہ دوسرے گھر سے اس وقت دس پانچ روٹی قرض منگا لی۔ پھر جب اپنے گھر پک گئی گن کر بھیج دی یہ درست ہے۔

باب : 12

کفالت یعنی کسی کی ذمہ داری لینے کا بیان

مسئلہ :۔ نعیم کے ذمہ کسی کے کچھ روپے یا پیسے ہوتے تھے تم نے اس کی ذمہ داری لے لی کہ اگر یہ نہ دے گا تو ہم سے لے لینا یا یوں کہا کہ ہم اس کے ذمہ دار ہیں یا دیندار ہیں یا ہم ضمانت دیتے ہیں یا اور کوئی ایسا لفظ کہا جس سے ذمہ داری معلوم ہوئی اور اس حقدار نے تمہاری ذمہ داری منظور بھی کر لی تو اب اس کی ادائیگی تمہارے ذمہ واجب ہو گئی' اگر نعیم نہ دے تو تم کو دینا پڑیں گے اور اس حقدار کو اختیار ہے جس سے چاہے تقاضا کرے چاہے تم سے اور چاہے نعیم سے۔ اب جب تک نعیم اپنا قرض ادا نہ کر دے یا معاف نہ کرالے تب تک برابر تم ذمہ دار ہو گے۔ البتہ اگر وہ حقدار تمہاری ذمہ داری معاف کر دے اور کہہ دے کہ اب تم سے کچھ مطلب نہیں ہم تم سے تقاضا نہ کریں گے۔ تو اب تمہاری ذمہ داری نہیں رہی اور اگر تمہاری ذمہ داری کے وقت ہی اس حقدار نے منظور نہیں کیا اور کہا تمہاری ذمہ داری کا ہم کو اعتبار نہیں یا اور کچھ کہا تو تم ذمہ دار اور ضامن نہیں ہوئے۔

مسئلہ :۔ تم نے کسی کی ذمہ داری لے لی تھی یعنی ضمانت دے دی تھی اور اس کے پاس روپے ابھی نہ تھے اس لئے تم کو دینا پڑے تو اگر تم نے اس قرضدار کے کہنے سے ذمہ داری کی ہے تب تو جتنا تم نے حقدار کو دیا ہے اس قرضدار سے لے سکتے ہو اور اگر تم نے اپنی خوشی سے ذمہ داری لی ہے تو دیکھو تمہاری ذمہ داری کو پہلے کس نے منظور کیا ہے' اس قرضدار نے یا حقدار نے اگر پہلے قرضدار نے منظور کیا تب تو ایسا ہی سمجھیں گے کہ تم نے اس کے کہنے سے ذمہ داری لی۔ لہذا اپنا روپیہ اس سے لے سکتے ہو اور اگر پہلے حقدار نے منظور کر لیا تو جو کچھ تم نے دیا ہے قرضدار سے لینے کا حق نہیں ہے بلکہ اس کے ساتھ تمہاری طرف سے احسان سمجھا جائے گا کہ ویسے ہی اس کا قرض تم نے ادا کر دیا

البتہ اگر وہ خود تم کو دے دے تو اور بات ہے۔

مسئلہ :۔ اگر حقدار نے قرضدار کو مہینہ بھر یا پندرہ دن وغیرہ کی مہلت دیدی تو اب اتنے دن اس ذمہ داری کرنے والے سے بھی تقاضا نہیں کرسکتا۔

مسئلہ :۔ اور اگر تم نے اپنے پاس سے دینے کی ذمہ داری نہیں کی تھی بلکہ اس قرضدار کا روپیہ تمہارے پاس امانت رکھا تھا اس لئے تم نے کہا تھا کہ ہمارے پاس اس شخص کی امانت رکھی ہے ہم اس میں سے دے دیں گے' پھر وہ روپیہ چوری ہوگیا یا اور کسی طرح جاتا رہا تو اب تمہاری ذمہ داری نہیں رہی۔ نہ اب تم پر اس کا دینا واجب ہے اور نہ وہ حقدار تم سے تقاضا کرسکتا ہے۔

مسئلہ :۔ کہیں جانے کے لئے تم نے کوئی موٹر کرایہ پر لی اور اس موٹر والے کی کسی نے ذمہ داری لے لی کہ اگر اس نے نہ دی تو میں اپنی موٹر دے دوں گا تو یہ ذمہ داری درست ہے اگر وہ نہ دے تو اس ذمہ دار کو دینا پڑے گا۔

مسئلہ :۔ تم نے اپنی چیز کسی کو دی کہ جاؤ اس کو بیچ دو۔ وہ بیچ آیا۔ لیکن دام نہیں لایا اور کہا کہ دام کہیں نہیں جاسکتے۔ دام کا میں ذمہ دار ہوں خریدار سے نہ ملیں تو مجھ سے لے لینا تو یہ ذمہ داری صحیح نہیں۔

مسئلہ :۔ کسی نے کہا کہ اپنی مرغی اسی میں بند رہنے دو اگر بلی لے جائے تو میرا ذمہ مجھ سے لے لینا۔ یا بکری کو کہا اگر بھیڑیا لے جائے تو مجھ سے لے لینا تو یہ ذمہ داری صحیح نہیں۔

مسئلہ :۔ نابالغ لڑکا یا لڑکی اگر کسی کی ذمہ داری لے لے تو وہ ذمہ داری صحیح نہیں۔

مسئلہ :۔ کفالت یعنی ذمہ داری لینا احسان کا معاملہ ہوتا ہے۔ اس پر اجرت لینا جائز نہیں۔ لہٰذا مال درآمد کرنے کے وقت بینک درآمد کرنے والے کی طرف سے کفالت کرتا ہے اور Letter of Credit جاری کرتا ہے تو اس پر بینک کو اجرت لینا جائز نہیں ہے۔

مسئلہ :- کفالت کی ایک قسم کفالت شخصی (یعنی شخصی ضمانت) ہے اور وہ یہ ہے کہ ضامن مدعی یا عدالت سے کہے کہ میں مطلوب شخص کا ضامن بنتا ہوں اور عندالطلب اگر یہ خود حاضر نہ ہوا تو میں اس کو حاضر کروں گا۔

i- اگر یہ ضامن مطلوب شخص کو طلب پر حاضر نہ کرے تو عدالت اس کو قید کر سکتی ہے۔

ii- ضامن کے ذمہ ہوگا کہ وہ مطلوب شخص کو کمرہ عدالت میں اس طرح حاضر کرے کہ وہ وہاں سے وقت سے پہلے فرار نہ ہونے پائے۔

iii- مطلوب شخص خود ہی حاضر ہو جائے یا ضامن اس کو حاضر کر دے یا ضامن اپنے وکیل یا قاصد کے ہاتھ اس کو حاضر کر دے ہر طرح سے وہ ذمہ داری سے بری الذمہ ہو جائے گا۔

iv- اگر ضامن نے مدعی کو مطلوب شخص کے حاضر کرنے کی ضمانت دی تو ضامن کی ذمہ داری ہوگی کہ وہ مطلوب شخص کو مدعی کے پاس اس طرح سے سپرد کرے کہ وہ اس سے اپنی بات کرنے پر قادر ہو' یہ نہیں کہ مدعی سے ابھی دور ہی ہو تو اس کو فرار ہونے دے۔

v- مطلوب شخص وفات پا جائے تو اس سے بھی ضامن بری الذمہ ہو جاتا ہے۔

vi- اگر مدعی مرجائے تو اس کا وصی یا اس کے وارث ضامن سے مطلوب شخص کو حاضر کرنے کا مطالبہ کر سکتے ہیں۔

باب : 13

حوالہ یعنی اپنا قرضہ دوسرے پر اتار دینے کا بیان

مسئلہ :۔ شفیع کا تمہارے ذمہ کچھ قرض ہے اور راشد تمہارا قرضدار ہے۔ شفیع نے تم سے تقاضا کیا تم نے کہا کہ راشد ہمارا قرضدار ہے تم اپنا قرضہ اسی سے لے لو۔ ہم سے نہ مانگو۔ اگر اسی وقت شفیع یہ بات منظور کرے اور راشد بھی اس پر راضی ہو جائے تو شفیع کا قرضہ تمہارے ذمہ سے اتر گیا۔ اب شفیع تم سے بالکل تقاضا نہیں کرسکتا بلکہ اسی راشد سے مانگے چاہے جب ملے اور جتنا قرضہ تم نے شفیع کو دلایا ہے اتنا اب تم راشد سے نہیں لے سکتے۔ البتہ اگر راشد سے اس سے زیادہ کا قرضدار ہے تو جو کچھ زیادہ ہے وہ لے سکتے ہو۔ پھر اگر راشد نے شفیع کو دے دیا تب تو خیر اور اگر نہ دیا اور مرگیا تو جو کچھ مال و اسباب چھوڑا ہے وہ بیچ کر شفیع کو دلادیں گے اور اگر اس نے کچھ مال نہیں چھوڑا جس سے قرضہ دلادیں یا اپنی زندگی ہی میں مکر گیا اور قسم کھالی کہ تمہارے قرضہ سے میرا کچھ واسطہ نہیں اور گواہ بھی نہیں ہیں تو اب اس صورت میں پھر شفیع تم سے تقاضا کر سکتا ہے اور اپنا قرضہ تم سے لے سکتا ہے اور اگر تمہارے کہنے پر شفیع راشد سے لینا منظور نہ کرے یا راشد اس کو دینے پر راضی نہ ہو تو قرضہ تم سے نہیں اترا۔

مسئلہ :۔ راشد تمہار قرضدار نہ تھا تم نے یوں ہی اپنا قرضہ اس پر اتار دیا اور راشد نے مان لیا اور شفیع نے بھی قبول و منظور کرلیا تب بھی تمہارے ذمہ سے شفیع کا قرضہ اتر کر راشد کے ذمہ ہوگیا اس لئے اس کا بھی وہی حکم ہے جو ابھی بیان ہوا اور جتنا روپیہ راشد کو دینا پڑے گا دینے کے بعد تم سے لے لے اور دینے سے پہلے ہی لینے کا حق نہیں ہے۔

مسئلہ :۔ اگر راشد کے پاس تمہارے روپے امانت رکھے تھے اس لئے تم نے اپنا قرضہ راشد پر اتار دیا پھر وہ روپے کسی طرح ضائع ہوگئے تو اب راشد ذمہ دار نہیں رہا بلکہ اب شفیع تم ہی سے تقاضا کرے گا اور تم ہی سے لے گا۔ اب راشد سے مانگنے اور لینے کا حق

نہیں رہا۔

مسئلہ :۔ راشد پر قرضہ اتار دینے کے بعد اگر تم ہی وہ قرضہ ادا کر دو اور شفیع کو دیدو یہ بھی صحیح ہے۔ شفیع یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں تم سے نہ لوں گا بلکہ راشد ہی سے لوں گا۔

باب : 14

مضاربت کا بیان یعنی ایک کا روپیہ ایک کا کام

مسئلہ :۔ تم نے تجارت کے لئے کسی کو کچھ روپے دیئے کہ اس سے تجارت کرو جو کچھ نفع ہوگا وہ ہم تم بانٹ لیں گے۔ یہ جائز ہے' اس کو مضاربت کہتے ہیں۔ لیکن اس کی کئی شرطیں ہیں' اگر ان شرطوں کے موافق ہو تو صحیح ہے' نہیں تو ناجائز اور فاسد ہے۔ ایک تو جتنا روپیہ دینا ہو وہ بتا دو اور اس کو تجارت کے لئے دے بھی دو' اپنے پاس نہ رکھو۔ اگر روپیہ اس کے حوالہ نہ کیا اپنے ہی پاس رکھا تو یہ معاملہ فاسد ہے۔ دوسرے یہ کہ نفع بانٹنے کی صورت طے کرلو اور بتادو کہ تم کو کتنا ملے گا اور اس کو کتنا۔ اگر یہ بات طے نہیں ہوئی بس اتنا ہی کہا کہ نفع ہم تم دونوں بانٹ لیں گے تو یہ فاسد ہے۔ تیسرے یہ کہ نفع تقسیم کرنے کو اس طرح نہ طے کرو کہ جس قدر نفع ہو اس میں سے ایک ہزار روپے ہمارے باقی تمہارے۔ یا ہزار روپے تمہارے باقی ہمارے۔ غرضیکہ کچھ خاص رقم مقرر نہ کرو کہ اتنی ہماری یا اتنی تمہاری بلکہ یوں طے کرو کہ آدھا ہمارا' آدھا تمہارا۔ یا ایک حصہ اس کا دو حصے اس کے یا ایک حصہ ایک کا باقی تین حصے دوسرے کے غرضیکہ نفع کی تقسیم حصوں کے اعتبار سے کرنا چاہئے نہیں تو معاملہ فاسد ہو جائے گا۔ اگر کچھ نفع ہوگا تب تو وہ کام کرنے والا اس میں سے اپنا حصہ پائے گا اور اگر کچھ نفع نہ ہوا تو کچھ نہ پائے گا۔ اگر یہ شرط کرلی کہ اگر نفع نہ ہوا تب بھی ہم تم کو اصل مال میں سے اتنا دیں گے تو یہ معاملہ فاسد ہے۔ اسی طرح اگر یہ شرط کی کہ اگر نقصان ہوگا تو اس کام کرنے والے کے ذمہ پڑے گا یا دونوں کے ذمہ ہوگا یہ بھی فاسد ہے بلکہ حکم یہ ہے کہ جو کچھ نقصان ہو وہ مالک کے ذمہ ہے اسی کا روپیہ گیا۔

مسئلہ :۔ جب تک اس کے پاس روپیہ موجود ہو اور اس نے اسباب نہ خریدا ہو تب تک تم کو اس کے موقوف کردینے اور روپیہ واپس لے لینے کا اختیار ہے اور جب وہ مال خرید

چکا تو اب موقوفی کا اختیار نہیں ہے۔

مسئلہ :۔ اگر یہ شرط کی کہ تمہارے ساتھ ہم کام کریں گے یا ہمارا فلاں آدمی تمہارے ساتھ کام کرے گا تو یہ (معاملہ) فاسد ہے۔

مسئلہ :۔ مضاربت کا حکم یہ ہے کہ اگر وہ معاملہ صحیح ہوا ہے کوئی فاسد شرط نہیں لگائی ہے تو نفع میں دونوں شریک ہیں جس طرح طے کیا ہو بانٹ لیں اور اگر کچھ نفع نہ ہوا یا نقصان ہوا تو اس آدمی (یعنی کام کرنے والے) کو کچھ نہ ملے گا اور نقصان کا تاوان اس کو نہ دینا پڑے گا۔ اور اگر وہ معاملہ فاسد ہو گیا ہے تو پھر وہ کام کرنے والا نفع میں شریک نہیں ہے۔ بلکہ وہ بمنزلہ نوکر کے ہے۔ یہ دیکھو کہ اگر ایسا آدمی نوکر رکھا جائے تو کتنی تنخواہ دینی پڑے گی، بس اتنی ہی تنخواہ اس کو ملے گی، نفع ہو تب بھی اور نہ ہو تب بھی بہرحال تنخواہ پائے گا۔ اور نفع سب مالک کا ہے لیکن اگر تنخواہ زیادہ بنتی ہے اور جو نفع طے ہوا تھا اگر اس کے حساب سے دیں تو کم بنتا ہے تو اس صورت میں تنخواہ نہ دیں گے نفع بانٹ دیں گے۔

مسئلہ :۔ مضاربت دو قسم کی ہوتی ہے۔ ایک مقید دوسری مطلق۔ مقید اس مضاربت کو کہتے ہیں جس میں روپے دینے والا کسی خاص جگہ کی یا کسی خاص مدت کی یا کسی خاص کاروبار کی قید لگا دے یعنی وہ یہ کہہ دے کہ اس روپے سے تم صرف ملتان یا لاہور ہی میں کام کرسکتے ہو، دوسری جگہ نہیں یا یہ کہہ دے کہ صرف ایک سال کے لئے میں مضاربت پر روپے دے رہا ہوں یا یہ کہہ دے کہ یہ روپے صرف مثلاً" کپڑے ہی کے کام میں لگائے جائیں۔ اور مطلق مضاربت وہ ہے جس میں ان میں سے کوئی قید نہ لگی ہو بلکہ مضارب یعنی کام کرنے والے کی صوابدید پر چھوڑ دیا گیا ہو۔

مسئلہ :۔ مطلق مضاربت کی صورت میں یعنی جبکہ مالک نے مضارب کو کہا ہو کہ تم اپنی صوابدید سے جو چاہو کرو تو مضارب اس مال کو آگے کسی اور کو مضاربت پر بھی دے سکتا ہے کسی کے ساتھ شرکت بھی کرسکتا ہے اور اپنے مال کے ساتھ بھی ملا سکتا ہے۔

مسئلہ:۔ مضارب کے آگے کسی کو مضاربت پر مال دینے کی دو صورتیں ہیں:

الف۔ مالک نے مضارب اول سے کہا ہو کہ اس رقم پر جو نفع ہو وہ ہمارے درمیان نصف نصف ہوگا۔ مضارب اول نے آگے مضارب ثانی کو مال دیا کہ مضارب ثانی کا حصہ ایک تہائی ہوگا۔ اس صورت میں کل نفع میں سے مالک کو نصف ملے گا۔ مضارب ثانی کو تہائی ملے گا اور باقی چھٹا حصہ مضارب اول کا ہوگا۔

ب۔ مالک نے مضارب اول کو کہا کہ تمہیں جو نفع ہو وہ ہمارے درمیان نصف نصف ہوگا۔ مضارب ثانی کے لئے تہائی طے ہوا ہو تو مضارب ثانی کو تہائی ملے گا اور باقی دو تہائی جو مضارب اول کو ملے گا وہ اس کے اور مالک کے درمیان نصف نصف تقسیم ہوگا۔

مسئلہ:۔ اپنے مال کے ساتھ ملانے اور مخلوط کرنے کی صورت یہ ہے کہ مضارب خود اپنا کاروبار بھی کرتا ہے۔ مثلاً" اس کے کاروبار میں اس کے دس ہزار روپے لگے ہوئے ہیں۔ اب زید نے اس کو دس ہزار دیئے اور کہا کہ اپنی صوابدید سے جو چاہے کام کرو اور ہمارا نفع نصف نصف ہوگا۔ مضارب زید کے دس ہزار اپنے کاروبار میں لگا سکتا ہے۔ پھر اگر نفع چار ہزار ہو تو زید کی رقم پر نفع دو ہزار ہوا جو مضارب اور زید کے درمیان نصف نصف تقسیم ہوگا۔ اس طرح سے اس وقت مضارب کو تین ہزار اور زید کو ایک ہزار نفع ملے گا۔

مسئلہ:۔ مضاربت مطلق ہو تو مضارب کو نقد یا ادھار مال خریدنے' بیچنے' کسی اور کو اپنی مدد کے لئے تنخواہ پر یا روزانہ اجرت دے کر رکھ لینے کا بھی حق ہے' اس میں مالک کوئی مداخلت نہیں کر سکتا۔

مسئلہ:۔ مضاربت مطلق ہو تب بھی مضارب کو قرض لینے دینے کا اختیار نہیں جب تک مالک خود اس کی مستقل طور پر اجازت نہ دیدے۔

مسئلہ:۔ مضارب اگر اپنے وطن میں کاروبار کرے تو کھانا کپڑا مضاربت کے مال سے نہیں

لے سکتا البتہ سواری کا خرچ اس صورت میں لے سکتا ہے جب بڑا شہر ہو اور ایک حصے سے دوسرے حصے میں آنے جانے میں کچھ خرچ ہوتا ہو۔

البتہ اگر کسی دوسرے شہر میں جاکر کسی مال کو خریدنے یا بیچنے کی ضرورت پیش آجائے تو وہ کھانے پینے، سواری، کپڑے کی دھلائی کا خرچ لے سکتا ہے۔ لیکن اخراجات کے لینے میں اس کو اس کا لحاظ کرنا پڑے گا کہ جس حیثیت کا وہ خود ہے اس سے زیادہ خرچ نہ کرے مثلاً" وہ ذاتی سفر میں جتنا خرچ کرتا ہے یا اس کے مرتبے کے تاجر عموماً" جتنا خرچ کرتے ہیں اسے بھی اتنا ہی لینے کا حق ہے۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ اپنا ذاتی سفر تو وہ سیکنڈ کلاس میں کرے اور مضارب کی حیثیت سے سفر کرے تو فرسٹ کلاس میں کرے۔ اسی طرح اگر وہ گھر میں دال روٹی کھاتا ہے تو مضارب کی حیثیت سے سفر میں بھی اتنا ہی خرچ کرے گوشت روٹی کا خرچہ نہ لے۔

مسئلہ :۔ مضارب اگر مضاربت کا روپیہ اپنی ضرورت میں خرچ کرلے تو یہ غصب ہے اور اس غصب شدہ رقم میں مضاربت باقی نہیں رہتی۔

مسئلہ :۔ مقید مضاربت کی صورت میں مالک کی بتائی ہوئی قید کے خلاف کرنے سے بھی مضارب غاصب بنتا ہے اور کیا جانے والا کام مضاربت میں شمار نہیں ہوتا بلکہ جب مضارب غاصب بنا تو ہونے والا نفع سارا اس کی ملک ہوا لیکن وہ نفع اس کے لئے پاکیزہ نہیں اور اس پر اس کو صدقہ کرنا واجب ہے۔ علاوہ ازیں مضارب کے ذمے ہوگا کہ وہ مالک کو اس کی پوری رقم لوٹائے خواہ اس کو اپنے کئے ہوئے کام میں نقصان ہی ہوا ہو۔

مسئلہ :۔ غصب کی مذکورہ بالا صورتوں میں مضارب کو گناہ بھی ہوتا ہے۔

مسئلہ :۔ مضارب کے لئے ضروری ہے کہ وہ کاروبار کا مکمل حساب کتاب رکھے اور جو واقعی نفع ہوا ہے اس کو آپس میں تقسیم کرے۔

مسئلہ :۔ اگر مضاربت میں کچھ نقصان ہو جائے تو اول وہ نفع سے پورا کیا جائے گا اصل روپے کو باقی اور محفوظ سمجھیں گے، لیکن جب نقصان نفع سے زیادہ ہوا ہو اب اصل

سرمایہ پر ڈالا جائے گا۔ مثلاً" مالک نے مضارب کو دس ہزار روپے دیئے۔ مضارب نے کام کیا اور ایک ہزار روپے نفع کمائے۔ ابھی یہ نفع آپس میں تقسیم نہیں ہوا تھا کہ اگلے سودے میں مضارب کو نقصان ہوا۔ اگر نقصان ہزار روپے تک ہو تو پہلے حاصل ہونے والا نفع اس نقصان میں منہا ہو گیا اور طرفین میں سے کسی کو کچھ نہ ملے گا اور اگر نقصان ڈیڑھ ہزار کا ہوا تو ہزار نفع میں سے منہا ہوئے۔ باقی پانچ سو مالک کے سرمایہ میں سے گئے۔

باب : 15

شرکت کا بیان

شرکت دو طرح کی ہے ایک شرکت املاک کہلاتی ہے' جیسے ایک شخص مرگیا اور اس کے ترکہ میں چند وارث شریک ہیں یا روپیہ ملا کر دو شخصوں نے ایک چیز خریدی یا ایک شخص نے دو شخصوں کو کوئی چیز ہبہ کر دی۔ اس کا حکم یہ ہے کہ کسی کو کوئی تصرف بلا اجازت دوسرے شریک کے جائز نہیں۔ البتہ کوئی ایسی مشترک چیز ہو جس کے استعمال سے کچھ فرق نہیں پڑتا مثلاً" مشترکہ کمرے میں سکونت اختیار کی تو جائز ہے دوسری شرکت عقود ہے یعنی دو شخصوں نے باہم معاہدہ کیا کہ ہم تم شرکت میں تجارت کریں گے۔

شرکت املاک کے احکام :۔

مسئلہ :۔ ایک آدمی مرگیا اور اس نے کچھ مال چھوڑا تو اس کا سارا مال سب حقداروں کی شرکت میں ہے' جب تک سب سے اجازت نہ لے لے تب تک اس کو اپنے کام میں کوئی نہیں لاسکتا۔ اگر لائے گا اور نفع اٹھائے گا تو گناہ ہو گا۔

مسئلہ :۔ دو آدمیوں نے مل کر کچھ برتن خریدے تو وہ برتن دونوں کے ساجھے میں ہیں۔ دوسرے کی اجازت لئے بغیر اکیلے ایک کو وہ برتن برتنا اور کام میں لانا' بیچ ڈالنا وغیرہ درست نہیں۔

مسئلہ :۔ دو آدمیوں نے اپنے اپنے پیسے ملا کر ساجھے میں امرود' نارنگی' بیر' آم' جامن' ککڑی' کھیرے' خربوزے وغیرہ کوئی چیز مول منگائی اور جب وہ چیز بازار سے آئی تو اس وقت ان میں سے ایک ہے اور ایک کہیں گیا ہوا ہے تو یہ نہ کرو کہ آدھا خود لے لو اور آدھا اس کا حصہ نکال کے رکھ دو کہ جب وہ آئے گا تو اپنا حصہ لے لے گا۔ جب تک دونوں موجود نہ ہوں حصہ بانٹنا درست نہیں ہے۔ اگر اس کی غیر موجودگی میں اپنا حصہ

الگ کر کے کھا لیا تو بہت گناہ ہوا۔ البتہ اگر گیہوں یا اور کوئی غلہ ساجھے میں منگایا اور اپنا حصہ بانٹ کر رکھ لیا اور دوسرے کا اس کے آنے کے وقت اس کو دے دیا یہ درست ہے لیکن اس صورت میں اگر دوسرے کے حصہ میں اس کو دینے سے پہلے کچھ چوری وغیرہ ہو گئی تو وہ نقصان دونوں آدمیوں کا سمجھا جائے گا وہ اس کے حصہ میں ساجھی ہو جائے گا۔

مسئلہ :۔ مشترکہ ملکیت مثلاً" مشترکہ نہر میں جب تعمیر و مرمت کی حاجت ہو تو ملک میں شریک اپنے اپنے حصے کے بقدر خرچ میں شریک ہوں گے۔

مسئلہ :۔ مشترکہ ملکیت کے دو شریکوں میں سے جب ایک شریک دوسرے کی اجازت سے کچھ تعمیر کرائے اور اپنے مال سے واجبی خرچہ کرے تو وہ اپنے شریک سے اس کے حصے کے بقدر خرچ لے گا اگرچہ اس کے شریک نے یہ نہ کہا ہو کہ تم میری طرف سے خرچہ کرلو یا یہ کہ بعد میں تم مجھ سے خرچہ لے لینا۔

مسئلہ :۔ ایسی مشترکہ ملکیت جو قابل تقسیم نہ ہو مثلاً چکی ہو یا دیوار ہو یا بہت چھوٹی کوٹھری ہو اس کی تعمیر و مرمت کی ضرورت پڑ جائے اور ایک شریک کہیں باہر گیا ہو اور دوسرا تعمیر کا ارادہ کرے تو اگر غیر حاضر شریک سے رابطہ کی کوئی صورت نہ ہو یا وہ تعمیر پر آمادہ نہ ہو تو دوسرا شریک متعلقہ سرکاری محکمہ اور حاکم سے اجازت لے لے۔ یہ اجازت غیر حاضر کی اجازت کے قائم مقام ہوگی اور دوسرا شریک غیر حاضر سے بعد میں اس کے حصے کے بقدر خرچہ لے سکے گا۔ اگر متعلقہ محکمہ سے اجازت لئے بغیر دوسرے شریک نے تعمیر کرلی تو اس کو غیر حاضر سے مطالبہ کا حق نہ ہوگا۔

مسئلہ :۔ اگر مشترکہ ملکیت قابل تقسیم ہو مثلاً" بڑا کمرہ ہو اور ایک شریک خرچہ کرنے پر آمادہ نہ ہو تو دوسرا اس کی تقسیم کا مطالبہ کرسکتا ہے اور اگر پہلے کی اجازت کے بغیر دوسرے نے کل خرچہ کیا تو اس کو پہلے سے خرچہ کے مطالبہ کا حق نہ ہوگا۔

مسئلہ :۔ ایک شریک دوسرے سے اس کا حصہ خرید سکتا ہے۔

مسئلہ :۔ باپ سے ملے ہوئے مشترکہ مال میں تجارت صرف ایک بیٹے نے کی اور اس سے بہت سی مزید جائیداد بنائی تو یہ سب مشترک ہی ہوگی۔

شرکت عقود کی اقسام اور احکام

پہلی قسم: شرکت عنان

یعنی دو شخصوں نے روپیہ بہم پہنچا کر اتفاق کیا کہ اس کا کپڑا یا غلہ یا اور کچھ خرید کر تجارت کریں۔ اس میں یہ شرط ہے کہ دونوں کا راس المال نقد ہو خواہ روپیہ یا اشرفی یا پیسے۔ سو اگر دونوں آدمی کچھ سامان شامل کر کے شرکت سے تجارت کرنا چاہیں یا ایک کا راس المال نقد ہو اور دوسرا بعد میں دینے کا وعدہ کرے تو یہ شرکت صحیح نہیں ہوگی۔

مسئلہ:۔ شرکت عنان میں جائز ہے کہ ایک کا مال زیادہ ہو ایک کا کم اور نفع کی شرکت باہمی رضامندی پر ہے یعنی اگر یہ شرط ٹھہرے کہ مال تو کم و زیادہ ہے مگر نفع برابر تقسیم ہوگا یا مال برابر ہے مگر نفع دو اور ایک کی نسبت سے ہوگا تو بھی جائز ہے۔

مسئلہ:۔ اس شرکت عنان میں ہر شریک کو مال شرکت میں تجارت سے متعلق ہر قسم کا تصرف جائز ہے بشرطیکہ خلاف معاہدہ نہ ہو۔ لیکن ایک شریک کا قرض دوسرے سے نہ مانگا جائے گا۔

مسئلہ:۔ اس شرکت کے قرار پانے کے بعد کوئی چیز خریدی نہیں گئی اور پورا مال شرکت یا ایک شریک کا مال تلف ہوگیا تو شرکت باطل ہو جائے گی اور ایک شخص بھی اگر کچھ خرید چکا ہے اور پھر دوسرے کا مال ہلاک ہوگیا تو شرکت باطل نہ ہوگی۔ مال خرید دونوں کا ہوگا اور جس قدر راس المال میں دوسرے شریک کا حصہ ہے اس حصے کے موافق زر ثمن اس دوسرے شریک سے وصول کرلیا جائے گا۔ مثلاً" ایک شخص کے دس ہزار روپے تھے اور دوسرے کے پانچ ہزار۔ دس ہزار روپے والے نے مال خرید لیا تھا اور پانچ ہزار روپے والے کے روپے ضائع ہوگئے۔ سو پانچ ہزار روپے والا اس مال میں ایک تہائی کا شریک ہے اور دس ہزار روپے والا اس سے دس ہزار روپے کا ایک تہائی نقد وصول کرلے گا یعنی تین ہزار تین سو تینتیس روپے تینتیس پیسے اور آئندہ یہ مال شرکت پر فروخت ہوگا۔

مسئلہ:۔ اس شرکت میں دونوں شخصوں کو مال کا مخلوط کرنا ضروری نہیں صرف زبانی

ایجاب و قبول سے یہ شرکت منعقد ہو جاتی ہے۔

مسئلہ :۔ نفع نسبت سے مقرر ہونا چاہئے یعنی آدھا آدھا یا تین تہائی مثلاً" اگر یوں ٹھہرا کہ ایک شخص کو ہزار روپے ملیں گے باقی دوسرے کا یہ جائز نہیں۔

مسئلہ :۔ سوداگری کے مشترکہ مال میں کچھ نقصان ہو گیا یا کچھ چوری ہو گیا تو انکے سرمائے کے تناسب سے دونوں کا نقصان ہوا یہ نہیں ہے کہ جو نقصان ہو وہ سب ایک ہی کے سر پڑے اگر یہ اقرار کر لیا کہ اگر نقصان ہو تو وہ سب ہمارے ذمہ اور جو نفع ہو وہ آدھا آدھا بانٹ لو تو یہ بھی درست نہیں۔

مسئلہ :۔ جب شرکت ناجائز ہو گئی تو اب نفع بانٹنے میں قول و قرار کا کچھ اعتبار نہیں بلکہ اگر دونوں کا مال برابر ہے تو نفع بھی برابر ملے گا۔ اور اگر برابر نہ ہو تو جس کا مال زیادہ ہے اس کو نفع بھی اس حساب سے ملے گا چاہے جو کچھ اقرار کیا ہو۔ اقرار کا اس وقت اعتبار ہوتا ہے جب شرکت صحیح ہو اور ناجائز نہ ہونے پائے۔

مسئلہ :۔ اگر دو یا زیادہ آدمی کاروبار میں شریک ہوں اور سب ہی کام بھی کرتے ہوں تو وہ نفع کو آپس میں تقسیم کر سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ تنخواہ نہیں لے سکتے۔ اسی طرح وہ یہ بھی نہیں کر سکتے کہ گھر کے اخراجات مثلاً" بجلی پانی وغیرہ کے بل کے خرچے دکان کے اخراجات میں ڈال دیں۔ اگر وہ تنخواہ لینا ہی چاہتے ہیں تو اس کی صرف یہ صورت ہے کہ وہ ا[illegible] سرمائے کے تناسب سے اپنی تنخواہیں طے کر لیں۔

مسئلہ :۔ اگر کچھ شریک کام کرتے ہوں اور کچھ کام نہ کرتے ہوں ان کا فقط سرمایہ ہو تو یہ ہو سکتا ہے کہ کام کرنے والے باہمی رضامندی سے کوئی تنخواہ مقرر کریں۔ اس تنخواہ کے علاوہ کسی بھی نام سے وہ کوئی اور ایسی مراعات حاصل نہیں کر سکتے جس کی مقدار کا پہلے سے تعین نہ ہو۔ یہ اجرت پر کام کرنے کی صورت ہوگی۔ اس کے علاوہ جو نفع بچے وہ ہر ایک کے سرمائے کے تناسب سے شریکوں میں تقسیم کر دیا جائے۔

دوسری قسم: شرکت صنائع

اسے شرکت تقبل بھی کہتے ہیں جیسے دو درزی یا دو رنگریز باہم معاہدہ کر لیں کہ

جو کام جس کے پاس آئے اس کو قبول کرلے اور جو مزدوری ملے وہ آپس میں آدھوں آدھ یا تین تہائی یا چوتھائی وغیرہ کے حساب سے بانٹ لیں یہ جائز ہے۔

مسئلہ :۔ جو کام ایک نے لے لیا دونوں پر لازم ہوگیا مثلاً" ایک شریک نے ایک کپڑا سینے کے لئے لیا تو صاحب فرمائش جس طرح اس پر تقاضا کرسکتا ہے دوسرے شریک سے بھی سلوا سکتا ہے۔ اسی طرح جیسے یہ کپڑا سینے والا مزدوری مانگ سکتا ہے دوسرا بھی مزدوری لے سکتا ہے اور جس طرح اصل کو مزدوری دینے سے مالک سبکدوش ہو جاتا ہے اسی طرح اگر دوسرے شریک کو دے دی تو بھی بری الذمہ ہو سکتا ہے۔

مسئلہ :۔ ان دونوں میں سے ایک درزی نے کوئی کپڑا سینے کے لئے لے لیا تو دوسرا یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ کپڑا تم نے کیوں لیا۔ تم نے لیا ہے تم ہی سیو بلکہ دونوں کے ذمہ اس کا سینا واجب ہوگیا۔ یہ نہ سی سکے تو وہ سی دے یا دونوں مل کر سیئیں غرضیکہ سینے سے انکار نہیں کرسکتا۔

مسئلہ :۔ جس کا کپڑا تھا وہ مانگنے کے لئے آیا اور جس درزی نے لیا تھا وہ اس وقت نہیں ہے بلکہ دوسرا ہے تو اس دوسرے درزی سے بھی تقاضا کرنا درست ہے وہ درزی یہ نہیں کہہ سکتا کہ مجھے کیا مطلب جس کو دیا ہو اس سے مانگو۔

مسئلہ :۔ ایک شخص کی دکان ہو۔ وہ اس میں مثلاً کسی درزی کو بٹھالے اور لوگوں سے خود کام وصول کرکے درزی کو نصف نصف آمدنی پر دے تو جائز ہے۔ اگر وہ خود کام نہ کرے تو شرکت جائز نہیں بلکہ ساری آمدنی درزی کی ہوگی اور درزی کے ذمہ دکان کا مروجہ کرایہ ہوگا۔

مسئلہ :۔ اسی طرح ہر درزی اس کپڑے کی مزدوری اور سلائی مانگ سکتا ہے جس نے کپڑا دیا تھا یعنی کپڑے والا یہ بات نہیں کہہ سکتا کہ میں تم کو سلائی نہ دوں گا بلکہ جس کو کپڑا دیا تھا اسی کو سلائی دوں گا۔ جب دونوں ساجھے میں کام کرتے ہیں تو ہر درزی سلائی کا تقاضا کر سکتا ہے۔ ان دونوں میں سے جس کو سلائی دے گا اس کے ذمہ سے ادا ہو جائے گی۔

مسئلہ :۔ دو آدمیوں نے شرکت کی کہ آؤ دونوں مل کر جنگل سے لکڑیاں چن لائیں تو

شرکت صحیح نہیں جو چیز جس کے ہاتھ میں آئے وہی اس کا مالک ہے اس میں ساجھا نہیں۔

مسئلہ :۔ ایک نے دوسرے سے کہا ہمارے انڈے اپنی مرغی کے نیچے رکھ دو جو بچے نکلیں دونوں آدمی آدھوں آدھ بانٹ لیں یہ درست نہیں۔

تیسری قسم: شرکت وجوہ

یعنی نہ ان کے پاس مال ہے نہ کوئی ہنر و پیشہ ہے صرف باہمی یہ طے کیا کہ دکانداروں سے ادھار مال لیکر بیچا کریں اس شرکت میں بھی ہر شریک دوسرے کا وکیل ہوگا اور اس شرکت میں جس نسبت سے شرکت ہوگی، اسی نسبت سے نفع کا استحقاق ہوگا یعنی اگر خریدی ہوئی چیزوں کو نصف نصف مشترک قرار دیا گیا تو نفع بھی نصفا نصف تقسیم ہوگا اور اگر مال کو تین تہائی مشترک ٹھہرایا تو نفع بھی تین تہائی تقسیم ہوگا۔

ساجھے کی چیز تقسیم کرنے کا بیان

مسئلہ :۔ دو آدمیوں نے مل کر بازار سے گیہوں منگوائے تو اب تقسیم کرتے وقت دونوں کا موجود ہونا ضروری نہیں ہے۔ دوسرا حصہ دار موجود نہ ہو تب بھی ٹھیک ٹھیک تول کر اس کا حصہ الگ کر کے اپنا حصہ الگ کرلینا درست ہے۔ جب اپنا حصہ الگ کرلیا تو کھاؤ پیو کسی کو دیدو جو چاہو سو کرو سب جائز ہے۔ اسی طرح گھی، تیل، انڈے وغیرہ کا بھی حکم ہے۔ غرضیکہ جو چیز ایسی ہو کہ اس میں کچھ فرق نہ ہوتا ہو جیسے کہ انڈے سب برابر سمجھے جاتے ہیں یا گیہوں کے دو حصے کئے تو جیسا یہ حصہ ویسا وہ حصہ دونوں برابر۔ ایسی سب چیزوں کا یہی حکم ہے کہ دوسرے کے نہ ہوتے وقت بھی حصہ بانٹ کرلینا درست ہے لیکن اگر دوسرے نے ابھی اپنا حصہ نہیں لیا تھا کہ کسی طرح جاتا رہا تو وہ نقصان دونوں کا ہوگا جیسے شرکت میں بیان ہوا اور جن چیزوں میں فرق ہوا کرتا ہے جیسے امرود، نارنگی وغیرہ ان کا حکم یہ ہے کہ جب تک دونوں حصہ دار موجود نہ ہوں حصہ بانٹ کرلینا درست نہیں ہے۔

مسئلہ :۔ دو نے مل کر چنے بھنوائے تو فقط اندازے سے تقسیم کرنا درست نہیں بلکہ خوب ٹھیک ٹھیک تول کر آدھا آدھا کرنا چاہئے اگر کسی طرف کمی بیشی ہو جائے گی تو سود ہو جائے گا۔

باب : 16

ودیعت یعنی امانت رکھنے اور رکھانے کا بیان

مسئلہ :۔ کسی نے کوئی چیز تمہارے پاس امانت رکھائی اور تم نے لے لی۔ تو اب اس کی حفاظت کرنا تم پر واجب ہوگیا۔ اگر حفاظت میں کوتاہی کی اور وہ چیز ضائع ہوگئی تو اس کا تاوان یعنی ڈنڈ دینا پڑے گا۔ البتہ اگر حفاظت میں کوتاہی نہیں ہوئی پھر بھی کسی وجہ سے وہ چیز جاتی رہی مثلاً" چوری ہوگئی یا گھر میں آگ لگ گئی اس میں جل گئی تو اس کا تاوان وہ نہیں لے سکتا بلکہ اگر امانت رکھتے وقت یہ اقرار کرلیا کہ اگر جاتی رہے تو میں ذمہ دار ہوں' مجھ سے دام لے لینا تب بھی اس کو تاوان لینے کا اختیار نہیں یوں تم اپنی خوشی سے دے دو وہ اور بات ہے۔

مسئلہ :۔ کسی نے کہا میں ذرا کام سے جاتا ہوں میری چیز رکھ لو۔ تو تم نے کہا اچھا رکھ دو یا تم کچھ نہیں بولے۔ وہ تمہارے پاس رکھ کر چلا گیا تو امانت ہوگئی۔ البتہ اگر تم نے صاف کہہ دیا کہ میں نہیں رکھتا کسی اور کے پاس رکھا دو یا اور کچھ کہہ کے انکار کردیا پھر بھی وہ رکھ کے چلا گیا تو اب وہ چیز تمہاری امانت میں نہیں ہے البتہ اگر اس کے چلے جانے کے بعد تم نے اٹھا کر رکھ لیا ہو تو اب امانت ہوجائے گی۔

مسئلہ :۔ کئی لوگ بیٹھے تھے ان کے سپرد کرکے چلا گیا تو سب پر اس چیز کی حفاظت واجب ہے' اگر وہ چھوڑ کر چلے گئے اور وہ چیز جاتی رہی تو تاوان دینا پڑے گا اور اگر سب ساتھ نہیں اٹھے ایک ایک کرکے اٹھے تو جو سب سے اخیر میں رہ گیا اسی کے ذمہ حفاظت ہوگئی۔ اب وہ اگر چلا گیا اور چیز جاتی رہی تو اسی سے تاوان لیا جائے گا۔

مسئلہ :۔ جس کے پاس کوئی امانت ہو اس کو اختیار ہے کہ چاہے خود اپنے پاس حفاظت سے رکھے یا اپنی ماں' بہن' بیوی' شوہر وغیرہ کسی ایسے رشتہ دار کے پاس رکھا دے کہ ایک

ہی گھر میں اس کے ساتھ رہتے ہوں جن کے پاس اپنی چیز بھی ضرورت کے وقت رکھا دیتے ہوں لیکن اگر کوئی دیانتدار نہ ہو تو اس کے پاس رکھانا درست نہیں۔ اگر جان بوجھ کے ایسے غیر معتبر کے پاس رکھ دیا تو ضائع ہو جانے پر تاوان دینا پڑے گا اور ایسے رشتہ دار جن کا اوپر ذکر ہوا' ان کے سوا کسی اور کے پاس بھی پرائی امانت رکھانا مالک کی اجازت کے بغیر درست نہیں چاہے وہ بالکل غیر ہو یا کوئی رشتہ دار بھی ہو' اگر اوروں کے پاس رکھا دیا تو بھی ضائع ہو جانے پر تاوان دینا پڑے گا البتہ وہ غیر اگر ایسا شخص ہے کہ یہ اپنی چیزیں بھی اس کے پاس رکھتا ہے تو درست ہے۔

مسئلہ :۔ کسی نے کوئی چیز رکھائی اور تم بھول گئے اسے وہیں چھوڑ کر چلے گئے تو جاتے رہنے پر تاوان دینا پڑے گا یا کوٹھری صندوقچہ وغیرہ کا قفل کھول کر تم چلے گئے اور وہاں ایرے غیرے سب جمع ہیں اور وہ چیز ایسی ہے کہ عرفاً" بغیر قفل لگائے اس کی حفاظت نہیں ہو سکتی تب بھی ضائع ہو جانے سے تاوان دینا ہو گا۔

مسئلہ :۔ گھر میں آگ لگ گئی تو ایسے وقت غیر کے پاس بھی پرائی امانت کا رکھا دینا جائز ہے لیکن جب وہ عذر جاتا رہا تو فوراً" لے لینا چاہئے۔ اگر اب واپس نہ لے گا اور وہ امانت ضائع ہو گئی تو تاوان دینا پڑے گا۔ اسی طرح مرتے وقت اگر کوئی اپنے گھر کا آدمی موجود نہ ہو تو پڑوسی کے سپرد کر دینا درست ہے۔

مسئلہ :۔ اگر کسی نے کچھ روپے پیسے امانت رکھوائے تو بعینہٖ ان ہی روپے پیسوں کا حفاظت سے رکھنا واجب ہے نہ تو اپنے روپوں میں ان کا ملانا جائز ہے اور نہ ان کا خرچ کرنا جائز۔ یہ نہ سمجھو کہ روپیہ روپیہ سب برابر۔ لاؤ اس کو خرچ کر ڈالیں جب مانگے گا تو اپنا روپیہ دے دیں گے۔ البتہ اگر اس نے اجازت دے دی ہو تو ایسے وقت خرچ کرنا درست ہے لیکن اس کا یہ حکم ہے کہ اگر وہی روپیہ تم الگ رہنے دو تب تو امانت سمجھا جائے گا۔ اگر جاتا رہا تو تاوان نہ دینا پڑے گا اور اگر تم نے اجازت لیکر اسے خرچ کر دیا تو اب وہ تمہارے ذمہ قرض ہو گیا امانت نہیں رہا۔ لہٰذا اب بہرحال تم کو دینا پڑے گا۔ اگر

خرچ کرنے کے بعد تم نے اتنا ہی روپیہ اس کے نام سے الگ کر کے رکھ دیا تب بھی وہ امانت نہیں وہ تمہارا ہی روپیہ ہے اگر چوری ہو گیا تو تمہارا گیا اس کو پھر دینا پڑے گا غرضیکہ خرچ کرنے کے بعد جب تک اس کو ادا نہ کر دو' تب تک تمہارے ذمہ ہی رہے گا۔

مسئلہ :۔ سو روپے کسی نے تمہارے پاس امانت رکھائے اس میں سے پچاس تم نے اجازت لیکر خرچ کر ڈالے تو پچاس روپے تمہارے ذمہ قرض ہو گئے اور پچاس امانت۔ اب جب تمہارے پاس روپے ہوں تو اپنے پاس کے پچاس روپے اس امانت کے پچاس روپے میں نہ ملاؤ اگر اس میں ملا دو گے۔ تو وہ بھی امانت نہ رہیں گے یہ پورے سو روپے تمہارے ذمہ ہو جائیں گے اگر جاتے رہے تو پورے سو دینا پڑیں گے کیونکہ امانت کا روپیہ اپنے روپوں میں ملا دینے سے امانت نہیں رہتا بلکہ قرض ہو جاتا ہے اور ہر حال میں دینا پڑتا ہے۔

مسئلہ :۔ تم نے اجازت لیکر اس کے سو روپے اپنے سو روپے میں ملا دیئے تو وہ سب روپیہ دونوں کی شرکت میں ہو گیا۔ اگر چوری ہو گیا تو دونوں کا گیا کچھ نہ دینا پڑے گا اور اگر اس میں سے کچھ چوری ہو گیا کچھ رہ گیا تب بھی آدھا اس کا گیا آدھا اس کا۔ اور اگر سو ایک کے ہوں دو سو تمہارے ہوں پھر اس میں سے کچھ چوری ہو گیا تو اس کے حصے کے موافق اس کا گیا' تمہارے حصے کے موافق تمہارا گیا۔ مثلاً" اگر بارہ روپے جاتے رہے تو چار روپے ایک سو روپیہ والے کے گئے اور آٹھ روپے دو سو والے کے۔ یہ حکم اسی وقت ہے جب اجازت سے ملائے ہوں اور اگر بغیر اجازت کے اپنے روپے میں ملا دیا ہو تو اس کا وہی حکم ہے جو بیان ہو چکا کہ امانت کا روپیہ بلا اجازت اپنے روپوں میں ملا لینے سے قرض ہو جاتا ہے اس لئے اب وہ روپیہ امانت نہیں رہا جو کچھ گیا تمہارا گیا اس کا روپیہ اس کو بہرحال دینا پڑے گا۔

مسئلہ :۔ کسی نے بکری یا گائے وغیرہ امانت رکھائی تو اس کا دودھ پینا یا کسی اور طرح اس سے کام لینا درست نہیں۔ البتہ اجازت سے یہ سب جائز ہو جاتا ہے بلا اجازت جتنا دودھ لیا ہے اس کے دام دینے پڑیں گے۔

مسئلہ :۔ کسی نے ایک کپڑا یا زیور یا چارپائی وغیرہ رکھائی اس کی بلا اجازت اس کا برتنا درست نہیں اگر اس نے بلا اجازت کپڑا یا زیور پہنا یا چارپائی پر لیٹے بیٹھے اور اس کے برتنے کے زمانہ میں وہ کپڑا پھٹ گیا یا چور لے گیا یا زیور چارپائی وغیرہ ٹوٹ گئی یا چوری ہو گیا تو تاوان دینا پڑے گا۔ البتہ اگر توبہ کر کے پھر اسی طرح حفاظت سے رکھ دیا پھر کسی طرح ضائع ہوا تو تاوان نہ دینا پڑے گا۔

مسئلہ :۔ صندوق میں سے امانت کا کپڑا نکالا کہ شام کو یہی پہن کر فلاں جگہ جائیں گے۔ پھر پہننے سے پہلے ہی وہ جاتا رہا تو بھی تاوان دینا پڑے گا۔

مسئلہ :۔ امانت کی گائے یا بکری وغیرہ بیمار پڑ گئی تم نے اس کی دوا کی۔ اس دوا سے وہ مر گئی تو تاوان دینا پڑے گا اور اگر دوا نہ کی اور مر گئی تو تاوان نہ دینا ہو گا۔

مسئلہ :۔ کسی نے رکھنے کو روپیہ دیا تم نے بٹوے میں ڈال لیا یا ازار بند میں باندھ لیا لیکن ڈالتے وقت وہ روپیہ ازار بند یا بٹوے میں نہیں پڑا بلکہ نیچے گر گیا مگر تم یہی سمجھے کہ میں نے بٹوے میں رکھ لیا تو تاوان نہ دینا پڑے گا۔

مسئلہ :۔ جب وہ اپنی امانت مانگے تو فوراً اس کو دے دینا واجب ہے بلا عذر نہ دینا اور دیر کرنا جائز نہیں۔ اگر کسی نے اپنی امانت مانگی تم نے کہا اس وقت کام میں مصروف ہوں کل لینا۔ اس نے کہا اچھا کل ہی سہی تب تو خیر کچھ حرج نہیں اور اگر وہ کل کے لینے پر راضی نہ ہوا اور نہ دینے سے خفا ہو کر چلا گیا تو اب وہ چیز امانت نہیں رہی۔ اب اگر جاتی رہے گی تو تم کو تاوان دینا پڑے گا۔

مسئلہ :۔ کسی نے اپنا آدمی امانت مانگنے کے لئے بھیجا۔ تم کو اختیار ہے کہ اس آدمی کو نہ دو اور کہلا بھیجو کہ وہ خود ہی آکر اپنی چیز لیجائیں ہم کسی اور کو نہ دیں گے اور اگر تم نے اس کو سچا سمجھ کر دے دیا اور پھر مالک نے کہا کہ میں نے اس کو نہ بھیجا تھا تم نے کیوں دے دیا' تو وہ تم سے اپنی امانت مانگ سکتا ہے اور تم اس آدمی سے وہ شے واپس لے سکتے ہو اور اگر اس کے پاس سے وہ شے جاتی رہی ہو تو تم اس سے اس کی قیمت نہیں لے سکتے ہو البتہ مالک تم سے اس کی قیمت لے گا۔

باب : 17

عاریت یعنی مانگے کی چیز کا بیان

مسئلہ :۔ کسی سے کوئی کپڑا یا زیور چارپائی' برتن وغیرہ کوئی چیز کچھ دن کے لئے مانگ لی کہ ضرورت نکل جانے کے بعد دے دیں گے تو اس کا حکم بھی امانت کی طرح ہے اب اس کو اچھی طرح حفاظت سے رکھنا واجب ہے' اگر باوجود حفاظت کے جاتی رہے تو جس کی چیز ہے اس کو تاوان لینے کا حق نہیں ہے بلکہ اگر تم نے اقرار کرلیا ہو کہ اگر جائے گی تو ہم سے دام لے لینا تب بھی تاوان لینا درست نہیں۔ البتہ اگر حفاظت نہ کی اس وجہ سے جاتی رہی تو تاوان دینا پڑے گا اور مالک کو ہر وقت اختیار ہے جب چاہے اپنی چیز لے لے تم کو انکار کرنا درست نہیں۔ اگر مانگنے پر نہ دی تو پھر ضائع ہو جانے پر تاوان دینا پڑے گا۔

مسئلہ :۔ جس طرح برتنے کی اجازت مالک نے دی ہو اسی طرح برتنا جائز ہے اس کے خلاف کرنا درست نہیں اگر خلاف کیا تو خراب یا ضائع ہونے پر تاوان دینا پڑے گا جیسے کسی نے اوڑھنے کو دوپٹہ دیا یہ اس کو بچھا کر لیٹی اس لئے وہ خراب ہوگیا یا چارپائی پر اتنے آدمی بیٹھ گئے کہ وہ ٹوٹ گئی یا شیشے کا برتن آگ پر رکھ دیا وہ ٹوٹ گیا یا اور کچھ ایسی خلاف بات کی تو تاوان دینا پڑے گا۔ اسی طرح اگر چیز مانگ لائے اور یہ بدنیتی کی کہ اب اس کو لوٹا کر نہ دیں گے بلکہ ہضم کر جائیں گے تب بھی تاوان دینا پڑے گا۔

مسئلہ :۔ ایک یا دو دن کے لئے کوئی چیز منگوائی تو اب ایک دو دن کے بعد پھیر دینا ضروری ہے جتنے دن کے وعدے پر لائے تھے اتنے دن کے بعد اگر نہ پھیرے تو جاتے رہنے پر تاوان دینا پڑے گا۔

مسئلہ :۔ جو چیز مانگ کے لی ہے یہ دیکھنا چاہئے کہ اگر مالک نے زبان سے صاف کہہ دیا کہ چاہے خود برتو' چاہے دوسرے کو دو۔ مانگنے والے کو درست ہے کہ دوسرے کو بھی برتنے

کے لئے دیدے۔ اسی طرح اگر اس نے صاف تو نہیں کہا مگر اس سے میل جول ایسا ہے کہ اس کو یقین ہے کہ ہر طرح اس کی اجازت ہے تب بھی یہی حکم ہے اور اگر مالک نے صاف منع کر دیا کہ دیکھو تم خود برتنا کسی اور کو مت دینا تو اس صورت میں کسی طرح درست نہیں کہ دوسرے کو برتنے کے لئے دی جائے اور اگر مانگنے والے نے یہ کہہ کر منگائی ہے کہ میں برتوں گا اور مالک نے دوسرے کے برتنے سے منع نہ کیا اور نہ صاف اجازت دی تو اس چیز کو دیکھو کیسی ہے اگر وہ ایسی ہے کہ سب برتنے والے اس کو ایک ہی طرح برتا کرتے ہیں' برتنے میں فرق نہیں ہوتا تب تو خود بھی برتنا درست ہے اور دوسرے کو برتنے کے لئے دینا بھی درست ہے اور اگر وہ چیز ایسی ہے کہ سب برتنے والے اس کو ایک طرح نہیں برتا کرتے بلکہ کوئی اچھی طرح برتتا ہے' کوئی بری طرح تو ایسی چیز تم دوسرے کو برتنے کے واسطے نہیں دے سکتے ہو۔ اسی طرح اگر یہ کہہ کر منگائی ہے کہ ہمارا فلاں رشتہ دار یا ملاقاتی برتے گا اور مالک نے تمہارے برتنے نہ برتنے کا ذکر نہیں کیا تو اس صورت میں بھی یہی حکم ہے کہ اول قسم کی چیز کو تم بھی برت سکتے ہو اور دوسری قسم کی چیز کو تم نہیں برت سکو گے' صرف وہی برتے گا جس کے برتنے کے نام سے منگائی ہے۔ اور اگر تم نے یوں ہی منگا بھیجی نہ اپنے برتنے کا نام لیا نہ دوسرے کے برتنے کا اور مالک نے بھی کچھ نہیں کہا تو اس کا حکم یہ ہے کہ اول قسم کی چیز کو تو تم بھی برت سکتے ہو اور دوسرے کو بھی برتنے کے لئے دے سکتے ہو اور دوسری قسم کی چیز میں یہ حکم ہے کہ اگر تم نے برتنا شروع کر دیا تب تو دوسرے کو برتنے کے واسطے نہیں دے سکتے اور اگر دوسرے سے برت والیا تو تم نہیں برت سکتے۔

مسئلہ :۔ ماں باپ وغیرہ کا کسی کو چھوٹے نابالغ کی ملکیت کی چیز کا مانگنے پر دینا جائز نہیں ہے' اگر وہ چیز جاتی رہے تو تاوان دینا پڑے گا۔ اسی طرح خود نابالغ اپنی چیز دے اس کا لینا بھی جائز نہیں۔

مسئلہ :۔ کسی سے کوئی چیز مانگ کر لائی گئی پھر وہ مالک مرگیا تو اب مرنے کے بعد وہ مانگے کی چیز نہیں رہی اب اس سے کام لینا درست نہیں' اسی طرح اگر وہ مانگنے والا مرگیا تو اس

کے وارثوں کو اس سے نفع اٹھانا درست نہیں۔

مسئلہ :- اگر ایک شخص نے دوسرے کو ایک خالی زمین بطور عاریت کے مکان بنانے کے واسطے دی، اگر اس میں کوئی مدت مقرر نہیں کی گئی تب تو مالک زمین کو اختیار ہے جب چاہے زمین خالی کرالے اور اس کی عمارت اکھڑوا دے اور یہ بھی جائز ہے کہ عمارت والے کو اتنے دام دے دے جو عمارت کے گرنے کی حالت میں ہوں۔

اور اگر کوئی مدت معین کر دی تھی مثلاً" دس سال کے لئے عاریت دی تھی تو اگر دس برس کے اندر زمین خالی کرانا چاہے تو مالک ہونے کی وجہ سے اس کو اس کا اختیار تو حاصل ہے اور دوسرے شخص کو زمین خالی کرنا پڑے گی مگر چونکہ مالک نے اس کو دھوکہ دے کر اس کا نقصان کرایا اس لئے گنہگار بھی ہوگا اور جس قدر اس کا نقصان ہوگا اس کی قیمت اس مالک سے دلوائی جائے گی۔ اس کی صورت یہ ہے کہ کھڑی عمارت کی قیمت دیکھی جائے گی کہ کیا ہے مثلاً" پچاس ہزار کی قرار پائی۔ پھر گر جانے کے بعد جو ملبہ کی قیمت رہے گی اس کو دیکھیں گے مثلاً" بیس ہزار رہ گئے تو ان دونوں قیمتوں میں جو فرق ہے مثلاً" مذکورہ مثال میں تیس ہزار کا فرق ہے یہ تیس ہزار مالک سے لے کر اس عمارت والے کو دلائے جائیں گے اور ملبہ بھی عمارت والے کا رہے گا۔ اگر مالک زمین عمارت کے گروانے اور بنیاد لو ھدوانے میں اپنی زمین کا نقصان سمجھے اور عمارت کی قیمت دے کر زمین مع عمارت کے لینا چاہے تو اس کو یہ اختیار بھی حاصل ہے۔

اگر زراعت کے لئے زمین عاریت دی ہو اور ابھی کھیتی کٹی نہیں کہ مالک نے تقاضا شروع کر دیا۔ اس کا حکم یہ ہے کہ جب تک کھیتی کٹ نہ جائے خالی کرانے کا اختیار نہیں۔ البتہ جس دن سے اس نے واپسی کا تقاضا شروع کیا ہے خالی کرنے کے دن تک اس زمین کا کرایہ دستور کے موافق جتنا بنتا ہے اتنا کھیتی والے سے مالک زمین کو دلایا جائے گا تاکہ دونوں نقصان سے محفوظ رہیں۔

باب : 18

کسی کو وکیل بنانے کا بیان

مسئلہ :۔ جس کام کو آدمی خود کر سکتا ہے اس میں یہ بھی اختیار ہے کہ کسی اور سے کہہ دے کہ تم ہمارا یہ کام کر دو جیسے بیچنا، مول لینا، کرایہ پر لینا دینا، نکاح کرنا، مقدمہ لڑنا وغیرہ مثلاً" نوکر کو بازار سودا لینے بھیجا یا نوکر کے ذریعہ سے کوئی چیز بکوائی یا ٹانگہ ٹیکسی کرایہ پر منگوایا۔ اور جس سے کام کرایا ہے شریعت میں اس کو وکیل کہتے ہیں جیسے کسی نوکر کو سودا لینے بھیجا تو وہ تمہارا وکیل کہلائے گا اور تم موکل کہلاؤ گے۔

مسئلہ :۔ وکالت دو قسم کی ہوتی ہے ایک خاص دوسری عام۔ وکالت خاص یہ ہے کہ تم کوئی مخصوص کام کسی دوسرے کو کرنے کو کہو مثلاً" یوں کہو کہ میرے لئے اتنی قیمت پر سائیکل خرید لو۔ اور وکالت عام یہ ہے کہ تم اپنے تمام معاوضہ والے معاملات کسی دوسرے کے سپرد کر دو۔ ایسے وکیل کو وکیل عام یا مختار عام کہتے ہیں۔

وکالت عامہ میں وکیل کو ایسے مالی معاملات کا اختیار ہوتا ہے جن میں معاوضہ ہو مثلاً" خریدنا اور فروخت کرنا۔ اسی طرح اس کو اختیار ہو گا کہ وہ موکل کے قرض کا تقاضا کر سکے اور اس کو وصول کر سکے اور موکل کے ذمہ میں جو قرض ہے اس کو ادا کر سکے۔ موکل کے حقوق کا دعویٰ کر سکے۔ موکل پر کئے گئے دعویٰ کا سماع کر سکے۔ موکل پر جو قرض ہوں ان کا اقرار کر سکے۔ وکیل عام اپنے موکل کا نکاح کر سکتا ہے اور اگر موکل عورت ہو اور غیر منکوحہ ہو تو وکیل خود اس سے نکاح کر سکتا ہے۔

البتہ وکالت عامہ کے حامل وکیل کو تبرعات مثلاً" ہبہ کرنے، وقف کرنے، صدقہ کرنے، تمام یا بعض قرض معاف کرنے کا اختیار نہیں ہوتا۔ اسی طرح وکیل موکل کی بیوی پر طلاق نہیں ڈال سکتا اور موکل کے مال میں سے کسی کو قرض یا عوض کے ساتھ مشروط ہبہ بھی نہیں کر سکتا۔

مسئلہ :۔ چونکہ وکالت بھی موکل اور وکیل کے درمیان ایک معاملہ اور معاہدہ ہوتا ہے لہٰذا مندرجہ ذیل شرطیں ضروری ہیں:

پہلی شرط :۔ دونوں زبانی یا تحریری طور پر ایجاب وقبول کریں مثلاً" تم نے کسی کو کہا یا لکھا کہ میرا فلاں کام کردو اور اس نے کہہ دیا کہ یا لکھ دیا کہ ہاں میں کرونگا تو ایجاب و قبول ہوگیا۔ یا اس نے زبانی یا تحریری جواب تو نہیں دیا مگر تمہارا کام اس نے کردیا یا کرنا شروع کردیا تو اب وہ وکیل بن گیا۔

تم نے جسکو کام کرنے کو کہا اگر وہ انکار کردے تو اسکو اسکا حق ہے۔

دوسری شرط :۔ موکل اور وکیل دونوں عقل و تمیز رکھتے ہوں۔ بلوغت شرط نہیں ہے۔ لہٰذا ایسا نابالغ جو سمجھدار ہو اسکو بھی وکیل بنایا جا سکتا ہے۔

تیسری شرط :۔ وکیل وہ کام موکل کی رائے اور مرضی کے مطابق کرے۔ اگر وہ موکل کی مرضی کے خلاف اپنی رائے سے کرے گا تو اس کی ذمہ داری خود وکیل پر ہوگی۔

1- تم نے سیر بھر گوشت منگوایا تھا وہ ڈیڑھ سیر اٹھا لایا تو پورا ڈیڑھ سیر لینا واجب نہیں۔ اگر تم نہ لو تو آدھا سیر اس کو لینا پڑے گا۔

2- تم نے بکری کا گوشت منگوایا وہ گائے کا لے آیا تو تم کو اختیار ہے چاہے لو یا نہ لو۔ اسی طرح تم نے اگر آلو منگوائے وہ بھنڈی یا کچھ اور لے آیا تو اس کا لینا ضروری نہیں۔ اگر تم انکار کرو تو اس کو لینا پڑے گا۔

3- تم نے ایک روپے کی چیز منگوائی وہ زیادہ کی یعنی دو روپے کی لے آیا تو تم کو اختیار ہے کہ ایک ہی روپے کے موافق لو۔ اور وہ جو ایک روپے کی زائد لایا ہے وہ اسی کے سر ڈالو۔

مسئلہ :۔ وکیل کی حیثیت موکل کے نمائندہ اور نائب کی ہوتی ہے اور موکل کی نیابت میں وہ جو معاملات کرتا ہے ان کی تین قسمیں ہیں۔

1- وہ معاملات جن میں کسی شے کو ساقط کرنا اور زائل کرنا ہوتا ہے مثلاً" نکاح'

طلاق، خلع، قرض سے بری کرنا اور قتل عمد پر صلح کرنا۔

ان کاموں کو کرتے ہوئے ضروری ہے کہ وکیل ان کی نسبت موکل کی طرف کرے کیونکہ ساقط ہونے والی شے ساقط ہوتے ہی فوراً معدوم ہو جاتی ہے مثلاً خلع کے ذریعہ سے نکاح کو ساقط کیا جاتا ہے اور نکاح ساقط ہوتے ہی معدوم ہو جاتا ہے لہٰذا ضروری ہے کہ خلع جو کہ سبب ہے اور اسقاط نکاح جو کہ اس کا حکم ہے بیک وقت پائے جائیں۔ ایسے میں اگر وکیل خلع جو کہ سبب ہے اس کی نسبت اپنی طرف کرے اور یوں کہے کہ میں خلع کرتا ہوں تو ضروری ہے کہ حکم بھی اسی کے ساتھ لاحق ہو حالانکہ یہ صحیح نہیں کیونکہ یہاں وکیل کے نکاح کو ساقط کرنا مقصود نہیں ہے بلکہ موکل کے نکاح کا اسقاط مقصود ہے۔ اور جب حکم یعنی نکاح کا اسقاط موکل کا ہو تو ضروری ہے کہ سبب یعنی خلع بھی اسی کی طرف منسوب ہو اور وکیل یوں کہے کہ میں اپنے موکل کی طرف سے خلع کرتا ہوں یا خلع قبول کرتا ہوں۔

-2 وہ معاملات جن میں کسی شے یا منفعت کا دوسرے کو مالک بنایا جاتا ہے یا حفاظت کا اختیار دیا جاتا ہے مثلاً ہبہ دینا لینا، عاریت دینا لینا، قرض لینا دینا، امانت رکھنا رکھانا اور شرکت اور مضاربت کرنا۔

ان کاموں میں بھی ضروری ہے کہ وکیل ان کی نسبت موکل کی طرف کرے اور یوں کہے کہ فلاں (یعنی میرے موکل) سے ہبہ یا قرض یا عاریت لے لو یا فلاں کو ہبہ و عاریت دیدو۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان معاملات کا حکم قبضہ سے ثابت ہوتا ہے مثلاً جب تک شے پر قبضہ نہ ہو جائے ہبہ دینا یا لینا ثابت نہیں ہوتا اور دوسرے کی ملکیت نہیں آتی۔ اور چونکہ جس شے پر قبضہ ہوتا ہے وہ وکیل کی نہیں موکل کی ملکیت ہوتی ہے یا لینے کی صورت میں موکل کی ملکیت میں آتی ہے، لہٰذا ہبہ دینے کی صورت میں دوسرے کو مالک بنانا بھی حقیقتاً موکل کی جانب سے ہی ہو سکتا ہے اور لینے کی صورت میں موکل ہی حقیقتاً مالک بنتا ہے

اس لئے وکیل کی حیثیت محض پیغام رساں کی رہ جاتی ہے۔

مذکورہ بالا دونوں قسموں میں معاملہ کے حقوق اور ذمہ داریوں کا تعلق موکل سے ہوتا ہے وکیل سے نہیں۔

3- وہ معاملات جن میں دو طرفہ معاوضہ ہوتا ہے مثلاً" خرید و فروخت' اجارہ اور دعویٰ تسلیم کرتے ہوئے مال پر مصالحت کرنا۔

ان میں وکیل کے لئے موکل کی طرف نسبت کرنا شرط نہیں ہے بلکہ اپنی طرف بھی کرے تو صحیح ہے۔ اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ یہ معاملات محض قبول کرنے سے ہی مکمل ہو جاتے ہیں' ان میں قبضہ کرنا شرط نہیں ہے اور قبول کرنا جوکہ الفاظ ہیں خود وکیل کا اپنا فعل ہے' لہٰذا یہاں وکیل کی حیثیت محض پیغام رساں کی نہیں۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ معاوضات میں سبب سے اس کا حکم موخر ہو سکتا ہے جیسے اپنے لئے تین دن کے خیار کی شرط کرتے ہوئے کوئی شخص بیع کرے تو اگرچہ سبب پایا گیا لیکن اس کا حکم جوکہ مبیع میں خریدار کی ملکیت ہے ابھی ثابت نہیں ہوتی۔ لہٰذا یہ ہو سکتا ہے کہ سبب یعنی عقد بیع وکیل سے صادر ہو اور حکم یعنی ملکیت موکل کے لئے ثابت ہو۔

اپنی طرف نسبت کرنے کی صورت میں عقد کے حقوق اور ذمہ داریوں کا تعلق خود وکیل سے ہوگا' لہٰذا فروخت کی صورت میں وکیل خریدار سے قیمت کا مطالبہ کر سکتا ہے اور خریدار بھی فروخت شدہ چیز کی سپردگی کا مطالبہ وکیل سے کرے گا اور عیب وغیرہ کی بنا پر واپس کرے گا تو وکیل کو کرے گا۔ اور موکل کی طرف نسبت کرنے کی صورت میں ان حقوق و ذمہ داریوں کا تعلق موکل سے ہوگا اور وکیل کی حیثیت محض قاصد اور پیغام رساں کی ہوگی۔

مسئلہ :۔ تم نے کسی سے کہا کہ فلانی بکری جو فلانے کے یہاں ہے اس کو جا کر دو ہزار روپے میں لے آؤ تو اب وہ وکیل وہی بکری خود اپنے لئے نہیں خرید سکتا۔ غرضکہ جو چیز خاص تم مقرر کر کے بتلا دو اس وقت اس کو وکیل کا اپنے لئے خریدنا درست نہیں۔ البتہ جو

دام تم نے بتلائے ہیں اس سے زیادہ میں مالک فروخت کرتا ہو کم نہ کرتا ہو تو اگر وکیل نے زائد داموں میں اس کو خرید لیا تو اپنے لئے خریدنا درست ہے اور اگر تم نے کچھ دام نہ بتلائے ہوں تو کسی طرح اپنے لئے نہیں خرید سکتا۔

مسئلہ :۔ اگر تم نے کوئی خاص بکری نہیں بتلائی بس اتنا کہا کہ ایک بکری کی ضرورت ہے ہم کو خرید دو تو وہ اپنے لئے بھی خرید سکتا ہے۔ جو بکری چاہے اپنے لئے خریدے اور جو چاہے تمہارے لئے۔ وکیل اگر خود لینے کی نیت سے خریدے تو اس کی ہوئی۔ اور اگر تمہاری نیت سے خریدے تو تمہاری ہوئی اور اگر تمہارے دیئے ہوئے داموں سے خریدی تب بھی تمہاری ہوئی چاہے جس نیت سے خریدے۔

مسئلہ :۔ تمہارے لئے وکیل نے بکری خریدی پھر ابھی تم کو دینے نہ پایا تھا کہ بکری مر گئی یا چوری ہو گئی تو اس بکری کے دام تم کو دینا پڑیں گے۔ البتہ اگر تم کہو کہ تو نے اپنے لئے خریدی تھی ہمارے لئے نہیں خریدی تو اگر تم پہلے اس کو دام دے چکے ہو تو تمہارے دام گئے۔ اور اگر تم نے ابھی دام نہیں دیئے اور وہ اب دام مانگتا ہے تو تم اگر قسم کھا جاؤ کہ تو نے اپنے لئے خریدی تھی تو اس کی بکری گئی اور اگر قسم نہ کھا سکو تو اس کی بات کا اعتبار کرو۔

مسئلہ :۔ اگر نوکر کوئی چیز گراں خرید لایا تو اگر تھوڑا ہی فرق ہو تب تو تم کو لینا پڑے گا اور دام دینا پڑیں گے اور اگر بہت زیادہ گراں لایا کہ اتنے دام کوئی نہیں لگاتا تو تمہیں اس کا لینا واجب نہیں اور اگر تم نہ لو تو اس نوکر کے سر پڑے گا۔

مسئلہ :۔ تم نے کسی کو کوئی چیز بیچنے کو دی تو اس کو یہ جائز نہیں کہ خود لے لے اور دام تم کو دے دے۔ اسی طرح اگر تم نے کچھ منگوایا کہ فلانی چیز خرید لاؤ تو وہ اپنی چیز تم کو نہیں دے سکتا۔ اگر اپنی چیز دینا یا خود لینا منظور ہو تو صاف صاف کہدے کہ یہ چیز میں لیتا ہوں مجھ کو دے دو یا یوں کہدے کہ یہ میری چیز تم لے لو۔ اور اتنے دام دیدو۔ بغیر بتلائے ہوئے ایسا کرنا جائز نہیں۔

مسئلہ :۔ تم نے نوکر سے گوشت منگوایا وہ ادھار لے آیا تو گوشت والا تم سے دام کا تقاضا نہیں کر سکتا۔ اس نوکر سے تقاضا کرے اور وہ نوکر تم سے تقاضا کرے گا۔ اسی طرح اگر کوئی چیز تم نے نوکر سے بکوائی تو خریدار سے تم کو تقاضا کرنے اور دام کے وصول کرنے کا حق نہیں ہے اس نے جس سے چیز لی ہے اسی کو دام بھی دے گا اور اگر وہ خود تم کو دام دے دے تب بھی جائز ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر وہ تم کو نہ دے تو تم زبردستی نہیں کر سکتے۔

مسئلہ :۔ تم نے نوکر سے کوئی چیز منگوائی وہ لے آیا تو اس کو اختیار ہے کہ جب تک تم سے دام نہ لے لے تب تک وہ چیز تم کو نہ دے چاہے اس نے اپنے پاس سے دام دے دیے ہوں یا ابھی نہ دئے ہوں دونوں کا ایک حکم ہے۔ البتہ اگر وہ دس پانچ دن کے وعدے پر ادھار لایا ہو تو جتنے دن کا وعدہ کر آیا ہے اس سے پہلے دام نہیں مانگ سکتا۔

مسئلہ :۔ تم نے دو شخصوں کو بھیجا کہ جاؤ فلانی چیز خرید لاؤ تو خریدتے وقت دونوں کو موجود رہنا چاہئے۔ فقط ایک آدمی کا خریدنا جائز نہیں' کیونکہ موکل دونوں کی رائے پر راضی ہوا ہے فقط ایک کی رائے پر نہیں' اگر ایک ہی آدمی خریدے تو وہ بیع موقوف ہے جب تم منظور کر لو گے تو صحیح ہو جائے گی۔

مسئلہ :۔ تم نے کسی سے کہا کہ ہمیں ایک گائے یا بکری یا اور کچھ کہا کہ فلانی چیز خرید کر لا دو۔ اس نے خود نہیں خریدی بلکہ کسی اور سے کہدیا اس نے خریدی تو اس کا لینا تمہارے ذمہ واجب نہیں۔ چاہے لو چاہے نہ لو۔ دونوں اختیار ہیں البتہ اگر جس کو تم نے کہا ہے وہ خود تمہارے لئے خریدے تو تم کو لینا پڑے گا۔

مسئلہ : وکیل سے کہا کہ یہ کام جس طرح چاہو اپنی رائے سے کرو تو وہ آگے کسی اور سے کرا سکتا ہے۔ اس صورت میں وکیل ثانی بھی موکل کا وکیل قرار پائے گا اور وکیل اول اس کو از خود برطرف نہیں کر سکتا۔

مسئلہ : موکل نے کوئی جرم کیا تو اس کی سزا خود موکل کو بھگتنا ہو گی خواہ وہ چوری یا زنا کی

حد ہو یا قتل عمد میں قصاص ہو یا اور کوئی تعزیر ہو۔ نہ تو وکیل کا سزا سے کچھ تعلق ہو گا اور نہ ہی ایک کے بدلے میں کسی دوسرے آدمی کو سزا دی جا سکتی ہے۔

وکالت پر اجرت

مسئلہ: جب وکالت پر اجرت شرط کی ہو اور وکیل نے وکالت پوری کر دی ہو تو وہ اجرت کا مستحق بن جاتا ہے۔ اور اگر اجرت شرط نہ کی ہو اور وکیل بھی ایسا نہیں ہے جو اجرت پر کام کرتا ہو تو وہ احسان کرنے والا ہو گا اور اس کو اجرت کا مطالبہ کرنے کا حق نہ ہو گا۔

مسئلہ: اگر وکیل کے ساتھ اجرت پر کام کرنا طے ہوا ہو تو کام کو اس طرح کھول کر بیان کرنا ضروری ہے کہ جھگڑے کی گنجائش باقی نہ رہے۔ پھر وہ کام معلوم بھی ہو مثلاً" کسی کو کہا کہ فلاں سے میری فلاں امانت وصول کر کے لے آؤ تو یہ ایسا عمل ہے جو معلوم و متعین ہے کم و بیش نہیں ہوتا۔ اس پر اجرت شرط کرنا صحیح ہے۔ اور اگر یہ کہا کہ فلاں سے میرے قرض کا تقاضا کرو اور اسے وصول کرو تو چونکہ یہ عمل کم و بیش ہوتا ہے کہ کبھی تو قرض فورا" واپس مل جاتا ہے اور کبھی بار بار تقاضا کرنا پڑتا ہے یا ایک ہی موقع پر کم و بیش وقت لگانا پڑتا ہے اس لئے عمل کی مقدار کے غیر معلوم ہونے کی وجہ سے اس پر اجرت شرط کرنا صحیح نہیں ہے۔ البتہ اگر وکیل سے یوں کہے کہ تم دو گھنٹے ہمارے لئے قرض کے تقاضے میں لگاؤ ہم تمہیں اتنی اجرت دیں گے تو یہ صحیح ہے کیونکہ اس وقت وکیل کے کام کی مدت معلوم ہو گئی۔

مسئلہ: جب اوپر مذکور عمل یا منفعت غیر معلوم ہو تو اجارہ فاسد ہو گا اور اجرت مثل واجب ہو گی جو اگر اجرت مقرر نہ کی گئی ہو تو کل کی کل واجب ہوتی ہے اور اگر اجرت مقرر کی گئی ہو تو اس سے زائد نہ ہو گی۔

مسئلہ: کبھی اجرت کی شرط دلالتہ" بھی ہوتی ہے مثلاً" وکیل کا معمول ہو کہ وہ اجرت پر کام کرتا ہے جیسے وہ دلال ہو یا عدالتی مقدمہ (خصومت) کا وکیل ہو۔ تو ایسا وکیل اپنے عمل

پر اجرت کا مستحق ہو گا اگرچہ صراحتہ اجرت کی شرط نہ کی گئی ہو۔

(عدالتی) وکالت کو بطور پیشہ اختیار کرنے میں چند باتوں کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے:

الف۔ باطل کی حمایت نہ کی جائے۔

ب۔ گواہوں کو جھوٹ اور غلط بیانی نہ سکھائی جائے۔

ج۔ شریعت کے مقرر کردہ احکام سے تجاوز نہ کیا جائے مثلاً" چچا کی موجودگی میں یتیم پوتے کو میراث میں شریک کرنا شریعت کے خلاف ہے اور سودی معاملات اور سود کا لین دین غیر شرعی اور ناجائز ہیں۔ مقدمات کی پیروی میں ان احکام اور دیگر شرعی احکام کی مخالفت کرنا حرام ہے اور اس پر اجرت لینا بھی حرام ہے۔

وکیل کو برطرف کرنے کا بیان

وکیل کے موقوف اور برطرف کرنے کا تم کو ہر وقت اختیار ہے مثلاً" تم نے کسی سے کہا تھا ہم کو ایک بکری کی ضرورت ہے کہیں مل جائے تو لے لینا۔ پھر منع کر دیا کہ اب نہ لینا تو اب اس کو لینے کا اختیار نہیں اگر اب لے گا تو اسی کے سر پڑے گی تم کو نہ لینا پڑے گی۔

مسئلہ: اگر خود اس کو نہیں منع کیا بلکہ خط لکھ بھیجا یا آدمی بھیج کر اطلاع کر دی کہ اب نہ لینا تب بھی وہ برطرف ہو گیا۔ اور اگر تم نے اطلاع نہیں دی کسی اور آدمی نے اپنے طور پر اس سے کہدیا کہ تم کو فلاں نے برطرف کر دیا ہے اب نہ خریدنا تو اگر دو آدمیوں نے اطلاع دی ہو یا ایک ہی نے اطلاع دی مگر وہ معتبر اور پابند شرع ہے تو وکیل برطرف ہو گیا۔ اور اگر ایسا نہ ہو تو برطرف نہیں ہوا۔ اگر وہ خرید لے تو تم کو لینا پڑے گا۔

باب : 19

اجارہ یعنی اجرت پر لینے دینے اور کام کرنے کا بیان

اجرت کی تین قسمیں ہیں: ایک تو وہ اجرت جو آدمی کرایہ کی صورت میں لیتا یا دیتا ہے' دوسری وہ اجرت جو آدمی پیشہ ور اجیروں مثلاً" سنار' درزی' لوہار' بڑھئی' دھوبی وغیرہ کو دیتا ہے' تیسری وہ اجرت جو آدمی بحیثیت ملازم یا مزدور دوسروں کو دیتا ہے یا لیتا ہے۔

کرایہ پر لینا یا دینا

اپنی کسی چیز کو کرایہ پر دینا یا کسی دوسرے کی چیز کو کرایہ پر لینا جائز ہے' اس کے بارے میں چند ضروری مسائل یہ ہیں:

مسئلہ :۔ کرایہ کا معاملہ آمنے سامنے بھی طے ہو سکتا ہے اور خط و کتابت سے بھی' اگر کوئی گونگا ہے' تو اشارہ سے بھی معاملہ طے ہو سکتا ہے' اسی طرح تعاطی یعنی بات چیت کے بغیر طرز عمل سے بھی معاملہ طے ہو سکتا ہے' مثلاً" تم بس یا ٹیکسی میں بیٹھ گئے اور بس اور ٹیکسی والے نے مطلوبہ جگہ پہنچا دیا اور میٹر کے مطابق کرایہ تم نے اسے دے دیا اور کوئی بات نہیں ہوئی' اس کو تعاطی کہتے ہیں۔

مسئلہ :۔ کرایہ پر دینے والے اور لینے والے دونوں کا عاقل ہونا ضروری ہے' یعنی وہ برے بھلے اور نقصان فائدہ کی تمیز کر سکتا ہو' بالغ ہونا ضروری نہیں ہے۔

مسئلہ :۔ اگر کوئی چیز کرایہ پر لی جائے تو دو باتیں طے ہونی چاہئیں' ایک یہ کہ اس کا کرایہ کتنا ہو گا؟ دوسرے یہ کہ وہ کتنے دنوں کے لیے یا کس کام کے لیے کرایہ پر لے رہا ہے' مثلاً" اگر کوئی مکان کرایہ پر لیا' یا سواری برتن یا کپڑا کرایہ پر لیا تو اس کا کرایہ بھی طے ہونا چاہیے اور مدت بھی یعنی ایک سال دو سال یا ایک ماہ دو ماہ یا ایک دن دو دن کے لیے لے رہا ہے' یا گھنٹے دو گھنٹے کے لیے' سواری میں کرایہ کے ساتھ یہ بھی طے ہونا چاہیے کہ وہ

سواری کس کام کے اور کتنی مسافت کے لیے لے رہا ہے' مثلاً" کسی نے موٹر سائیکل یا گاڑی کو کرایہ پر لیا تو یہ بتا دینا چاہیے کہ سوار ہونے کے لیے لے رہا ہے یا سامان ڈھونے کے لیے' اور وہ اسے کہاں تک یا کتنے میل لے جائے گا' تاکہ بعد میں دونوں میں کوئی اختلاف نہ ہو اور اگر کرایہ میں مدت سے بھی فرق پڑتا ہو تو مدت کا ذکر بھی کرنا ضروری ہے۔

مسئلہ :۔ اگر سو روپے ماہوار کے حساب سے کرایہ طے ہوا تو یہ معاملہ صرف ایک مہینہ کے لیے سمجھا جائے گا۔ دوسرے مہینہ میں دونوں کو پھر سے معاملہ کرنا چاہیے' اگر مالک مکان چاہے تو ایک ماہ کے بعد کرایہ دار سے مکان خالی کرا سکتا ہے' البتہ اگر مالک مکان نے دوسرے مہینہ کی پہلی تاریخ کو کوئی اعتراض نہ کیا تو پھر وہ دوسرے مہینہ میں اسی کرایہ پر رہ سکتا ہے۔

اس صورت میں ہر ماہ مالک مکان کرایہ بڑھا بھی سکتا ہے اور اپنا مکان خالی بھی کرا سکتا ہے' لیکن اگر کرایہ دار نے سال دو سال یا دس بیس سال کے لیے کوئی مکان یا زمین مدت اور کرایہ مقرر کر کے لی تو پھر اس مدت تک مالک کو نہ تو کرایہ بڑھانے کا حق ہے' اور نہ اس کو نکالنے کا۔

مسئلہ :۔ اگر سواری کرایہ پر کی تو اس پر اتنے ہی آدمی سوار ہو سکتے ہیں جتنے آدمی سوار ہونے کے لیے وہ بنائی گئی ہے' یا جتنے آدمی اس میں عام طور پر سوار ہوتے ہیں' مثلاً" تم نے کار کرایہ پر لی تو اس میں چار یا پانچ آدمیوں سے زیادہ کو سوار ہونا جائز نہیں الا یہ کہ مالک سے اجازت لے لی ہو۔

مسئلہ :۔ مشترک مکان' دکان یا کسی اور مشترک چیز میں ایک شریک اپنا حصہ کسی غیر شریک کو کرایہ پر نہیں دے سکتا۔ اسی طرح اگر اس کے علاوہ دو یا زائد شریک اور ہوں تو یہ اپنا حصہ ان میں سے ایک کو کرایہ پر نہیں دے سکتا۔

مسئلہ :۔ مکان یا دکان کو کرایہ پر لیا مگر یہ نہیں بتایا کہ اس میں کون رہے گا' یا وہ کس چیز کی دکان کرے گا تو مکان میں چاہے خود رہے یا دوسرے کو اس میں رکھے' یا اس میں سامان رکھے یا کوئی دکان کرے اس کو اختیار ہے' اسی طرح دکان میں جس چیز کی چاہے دکان کرے' مگر مکان یا دکان میں کوئی ایسا کام نہیں کیا جائے گا جو مکان کو خراب کر دینے یا اس کو کمزور کر دینے کا سبب ہو' اس کے لیے مالک سے دوبارہ اجازت لینی ضروری ہے' مثلاً" اس نے دکان میں بھٹی لگانی ہو یا مکان میں آٹا پیسنے کی چکی نصب کرنی ہو تو اس کو اجازت لینی چاہیے' کیونکہ دونوں کاموں سے مکان اور دکان کے خراب اور کمزور ہونے کا اندیشہ ہے' اسی طرح اگر کرایہ کے مکان میں جانور رکھنے کی ضرورت ہو تو اس بارے میں وہاں کا عام رواج دیکھا جائے گا' اگر عام طور پر جانور مکانوں میں رکھے جاتے ہوں جیسا کہ دیہاتوں میں ہوتا ہے تو رکھنا جائز ہو گا' اور اگر عام طور سے نہ رکھے جاتے ہوں مثلاً" شہروں میں تو شہر کے مکانات میں ان کے رکھنے سے مالک مکان روک سکتا ہے' یوں اجازت دے دے تو پھر ہر جگہ رکھے جا سکتے ہیں۔

مسئلہ :۔ جب تم نے مہینہ بھر کے لیے گھر کرایہ پر لیا اور اپنے قبضہ میں کر لیا تو مہینے کے بعد کرایہ دینا پڑے گا' چاہے اس میں رہنے کا اتفاق ہوا ہو یا خالی پڑا رہا ہو۔ کرایہ بہرحال واجب ہے۔

مسئلہ :۔ جو مکان یا دکان کرائے پر لی ہو اس کو موجودہ اجرت یا اس سے کم اجرت پر آگے کسی اور کو کرایہ پر دے سکتا ہے۔ اگر زائد اجرت پر کرائے پر دی تو زائد رقم صدقہ کرنا ہو گی البتہ اگر مکان یا دکان میں کوئی اضافہ کیا ہو مثلاً" کوئی الماری لگوا دی ہو تو زائد اجرت لینا جائز ہے۔

اگر کرایہ دار نے کرایہ پر لی ہوئی دکان کا ایک حصہ آگے کسی کو کرایہ پر دے دیا تو یہ بھی جائز ہو گا۔

مسئلہ :۔ دلہن کا بناؤ سنگھار مشاطہ سے اجرت پر کرانا جائز ہے لیکن کام اور مدت کا ذکر

ہونا چاہیے۔

خیار شرط، خیار رویت اور خیار عیب

جس طرح بیع و شراء میں خیار شرط، خیار رویت اور خیار عیب کی آسانی دی گئی ہے، اسی طرح اجارہ میں بھی ان کی سہولت ہے، مثلاً" ایک شخص ایک مکان یا دوکان کرایہ پر لینا چاہتا ہے اور مالک مکان سے کرایہ وغیرہ کی بات چیت طے ہو چکی ہے، مگر مالک یا کرایہ دار نے کہا کہ کل آخری جواب دونگا، تو جس نے بھی یہ کہا ہے اسے دوسرے دن تک لینے یا نہ لینے کا اختیار ہے۔ اسی طرح کرایہ دار نے ایک مکان یا دوکان کا معاملہ کر لیا مگر اس نے دیکھا نہیں تھا، اب دیکھنے کے بعد اسے وہ مکان یا دوکان پسند نہیں آئی، یا کرایہ زیادہ محسوس ہوا تو اسے معاملہ کو فسخ کر دینے کا اختیار ہو گا، اسی طرح مکان یا دوکان میں آنے کے بعد اس میں کوئی ایسا عیب نظر آیا جس سے رہائش میں یا دوکان کرنے میں شدید پریشانی نظر آتی ہے تو اسے معاملہ کو فسخ کر دینے کا اختیار ہے، البتہ اگر کچھ دن وہ رہ چکا ہے تو اسے اتنے دن کا کرایہ دینا ہو گا۔

اجارہ باطل کا بیان

جو اجارہ اصل سے ہی جائز نہ ہو وہ باطل ہوتا ہے اور اجارہ باطل پر کام کرنے والا اجرت کا مستحق نہیں ہوتا۔

اجارہ کے باطل ہونے کی مندرجہ ذیل وجوہات ہیں:

1- طرفین میں سے کسی ایک کی عدم رضامندی ہو:۔

مثلاً" ظالم لوگ بے کسوں سے زبردستی بیگار اور مزدوری لیں۔

2- عاقد متعین نہ ہو:۔

کسی کی کوئی چیز گم ہو گئی۔ اس نے کہا جو کوئی ہماری چیز بتلا دے کہ کہاں ہے اس کو ایک روپیہ دیں گے۔ تو اگر کوئی بتا دے تب بھی روپیہ پانے کا مستحق نہیں ہے۔ کیونکہ یہ

اجارہ صحیح نہیں ہوا۔

اور اگر کسی خاص آدمی سے کہا ہو کہ اگر تو بتلا دے تو تجھے روپیہ دوں گا تو اگر اس نے اپنی جگہ بیٹھے بیٹھے یا کھڑے کھڑے بتلا دیا تو کچھ نہ ملے گا کیونکہ اشارہ کرنا یا رہنمائی کے طور پر محض بتلانا ایسا عمل نہیں ہے جس پر اجرت کا استحقاق بنتا ہو۔ ہاں اگر اس نے تلاش کے لئے کچھ چل کر بتلایا ہو تو اجرت کا مستحق ہوگا۔

3- جس منفعت کیلئے اجارہ ہوا ہے وہ حرام ہو:۔

مثلاً" گانا بجانا' بندر نچانا' وڈیو فلمیں اور تصویریں بنانا اور بت تراشنا ناحق قتل کرنا' چوری کرنا' راہزنی کرنا' شراب بنانا اور پلانا' جھوٹی گواہی دینا' شرک و بدعت کا کام کرنا' سود کی لکھت پڑھت کرنا' جوئے کا معاملہ کرنا' غیر شرعی لباس سینا اور جسم کا گودنا وغیرہ۔

4- جو شے کرائے پر دی جا رہی ہے وہ دینے والے کی ملکیت نہ ہو:۔

مثلاً" اپنی زمین میں جانور شکار کرنے کیلئے کسی سے اجرت کا معاملہ کرنا یا اپنے تالاب میں مچھلی پکڑنے کیلئے کسی سے اجرت پر معاملہ کرنا یعنی دوسرے سے اجرت لے کر اس کو اجازت دے دے کہ وہ اس کی زمین میں اور تالاب میں شکار کر سکے۔

5- جس کام پر اجارہ ہوا ہے وہ اجارہ کے قابل ہی نہ ہو:۔

i- جس شخص کا اجرت پر کام کرنا طے ہوا اس پر وہ کام کرنا پہلے سے واجب ہو:۔

جیسے اولاد کیلئے والدین کی خدمت کرنا۔ بیوی کیلئے خاوند کی خدمت کرنا اس کے طعام و لباس کی دیکھ بھال کرنا اور اس کے گھر اور مال کی حفاظت کرنا۔ ماں کا اپنے بچے کو دودھ پلانا وغیرہ۔

مسئلہ:۔ سرکاری ملازم اور وہ ملازم بھی جو کسی نجی ادارے میں ملازم ہوں وہ اپنے کرنے کے کاموں پر ضرورت مندوں سے اجرت طے کریں تو یہ اجرت جائز نہیں ہے بلکہ یہ رشوت ہے کیونکہ ملازمت اور ادارے کے ساتھ اجارہ کی وجہ سے وہ کام کرنا اس پر پہلے

ہی سے واجب تھا اور ایک کام پر دو اجرتیں نہیں ہو سکتیں۔

ii- وہ کام اگرچہ واجب نہ ہو لیکن محض ثواب کیلئے ہوتا ہو:۔

جیسے تسبیح تہلیل تلاوت قرآن اور نوافل۔ چونکہ یہ کام محض عبادت اور ثواب کے ہوتے ہیں لہٰذا اگر ان میں دنیا کی اجرت کو بھی مقصود بنا لیا جائے تو اللہ تعالیٰ کی رضا کے ساتھ بندے سے اجرت کی شرکت لازم آئے گی اور اللہ تعالیٰ شرکت کو قبول نہیں کرتے لہٰذا وہ عمل صرف دنیا کی اجرت کے لئے رہا۔ اور محض عبادت اور ثواب کا کام جب اصل مقصود یعنی ثواب اور اللہ کی رضا سے خالی رہے تو وہ عبادت نہیں رہتا اور اس کی صحت ختم ہو جاتی ہے اور وہ محض ایک لغو حرکت رہ جاتی ہے۔

مسئلہ:۔ کسی حافظ کو نوکر رکھا کہ اتنے دن فلانے کی قبر پر قرآن پڑھا کرو اور ثواب بخشا کرو۔ یہ صحیح نہیں باطل ہے، نہ پڑھنے والے کو ثواب ملے گا نہ مردے کو اور یہ کچھ تنخواہ پانے کا مستحق نہیں۔

iii- وہ منفعت کرایہ پر دینے کے قابل نہ ہو:۔

الف۔ محض گھر سجانے کیلئے جھاڑ فانوس وغیرہ کرایہ پر لینا درست نہیں۔ اگر لایا بھی تو وہ دینے والا کرایہ پانے کا مستحق نہیں۔ یہی حکم سجاوٹ کی چھوٹی بتیوں کا ہے۔

البتہ اگر جھاڑ فانوس جلانے کیلئے لایا ہو (تاکہ ضرورت کی روشنی حاصل ہو) اور اس سے ضمناً سجاوٹ بھی حاصل ہو گئی ہو تو درست ہے۔

ب۔ کار یا گھوڑا کرایہ پر لیا تاکہ گھر کے باہر کھڑا کرے اور دیکھنے والے کہیں کہ یہ اس کا گھوڑا یا اس کی کار ہے تو یہ اجارہ باطل ہے۔

ج۔ پڑھنے کیلئے کوئی کتاب کرایہ پر لی تو یہ صحیح نہیں بلکہ باطل ہے۔

د۔ بکری، گائے بھینس کے گابھن کرانے کے لئے جس کا بکرا بیل بھینسا ہو

اس کو گابھن کرائی لینا یعنی جانور کی جفتی پر اجرت لینا حرام ہے۔

اجارہ فاسد کا بیان

اجارہ کا وہ معاملہ جو اپنی اصل کے اعتبار سے جائز ہو لیکن کسی غیر مناسب وصف وغیرہ کی وجہ سے اس میں فساد آئے اجارہ فاسد کہلاتا ہے۔

اس کا حکم یہ ہے کہ اس طرح کا معاملہ کرنے میں گناہ بھی ہوتا ہے لہٰذا اس کو توڑ کر از سر نو صحیح طریقے پر معاملہ کیا جائے۔ لیکن اگر کسی نے فاسد معاملہ کے مطابق کام کر لیا تو جو کچھ اجرت طے ہوئی ہے کام کرنے والے کو وہ نہیں دلائی جائے گی بلکہ اتنے کام کیلئے جتنی مزدوری اور اجرت کا دستور ہو یا اس جگہ کیلئے جتنے کرایہ کا دستور وہ دلایا جائے گا۔ لیکن اگر دستور زیادہ ہے اور طے کم ہوا تھا تو پھر دستور کے موافق نہ دیا جائے گا بلکہ وہی ملے گا جو طے ہوا۔ غرضکہ جو کم ہو اس کے پانے کا مستحق ہے۔

اجارہ کے فاسد ہونے کی مندرجہ ذیل وجوہات ہیں:

1- اجرت یا منفعت میں جہالت یا تردد ہو:-

i- اجرت میں جہالت ہو: یعنی اجارہ کا معاملہ کیا لیکن یہ طے نہیں کیا کہ اجرت کتنی ہوگی۔

مسئلہ :- اگر مکان کرایہ لیتے وقت کرایہ پر مقرر نہیں کیا یوں ہی لے لیا یا یہ شرط کر لی کہ جو کچھ اس میں ٹوٹ پھوٹ ہوگی وہ بھی ہم اپنے پاس سے بنوا دیا کریں گے یا کسی کو گھر اس وعدہ پر دیا کہ اس کی مرمت کرا دیا کرے اور اس کا یہی کرایہ ہے یہ سب اجارہ فاسد ہے کیونکہ اجرت یا تو سرے سے طے نہیں ہے یا متعین نہیں ہے۔

مسئلہ :- اگر یوں کہدے کہ تم اس گھر میں رہو اور مرمت کرا دیا کرو کرایہ کچھ نہیں ہے تو یہ عاریت ہے اور جائز ہے۔

ii- اجرت کی مقدار میں تردد ہو:-

مسئلہ :- درزی کو کہا کہ اگر تم نے یہ لباس آج سی دیا تو سو روپے ملیں گے اور آج کے

بعد سیا تو پچاس روپے ملیں گے تو اجرت کی مقدار میں تردد کی بنا پر اجارہ فاسد ہو گا۔

iii- منفعت کی مقدار مجہول ہو:۔

مسئلہ :۔ اگر مکان کرایہ پر لیتے وقت کچھ مدت بیان نہیں کی کہ کتنے دن کیلئے کرایہ پر لیا ہے تو یہ اجارہ فاسد ہے۔

مسئلہ :۔ کسی نے یہ کہہ کر مکان کرایہ پر لیا کہ دو سو روپے ماہوار کرایہ دیا کریں گے تو ایک ہی مہینے کیلئے اجارہ صحیح ہوا۔ مہینے کے بعد مالک کو اس میں سے اٹھا دینے کا اختیار ہے۔ پھر جب دوسرے مہینے میں تم رہنے لگے تو ایک مہینہ کا اجارہ اب اور صحیح ہو گیا۔ اس طرح ہر مہینے میں نیا اجارہ ہوتا رہے گا۔ البتہ اگر یہ بھی کہدیا کہ چار مہینے یا چھ مہینے رہوں گا تو جتنی مدت بتلائی ہے اتنی مدت تک اجارہ صحیح ہوا۔ اس سے پہلے مالک تم کو نہیں اٹھا سکتا۔

2- اجرت مال مباح نہ ہو:۔

مثلاً" کرایہ پر مکان لیا یا کسی شخص کو کام پر رکھا اور اجرت میں خمر یا خنزیر دینا طے کیا۔

3- عقد اجارہ میں کسی حرام بات کو شرط کیا:۔

مثلاً" کسی شخص کو جائز کام کیلئے ملازم رکھا لیکن اس شرط پر کہ وہ آقا کو ساز بجا کے بھی سنایا کرے گا۔

اسی طرح کسی کو ملازم رکھا اور شرط کی کہ بوقت ضرورت ناجائز رشوت دینے کیلئے اس کو کوشش کرنی پڑے گی۔

4- عقد اجارہ میں سود کا شبہ ہو:۔

مثلاً" ایک شخص نے اپنا مکان دوسرے کو رہائش کیلئے کرایہ پر دیا اور اجرت میں دوسرے شخص کا مکان رہائش کے لیے لے لیا۔ اسی طرح ایک شخص نے اپنی کار دوسرے کو سواری کیلئے کرایہ پر دی اور کرایہ یہ طے ہوا کہ پہلا شخص دوسرے کی کار پر سواری

کرلے۔ یہ اجارہ فاسد ہے۔

5- کرایہ پر دینے والا شے کو سپرد کرنے پر قادر نہ ہو:۔

مثلاً" مشترکہ مکان ہو اور تقسیم کئے بغیر ایک شریک کسی غیر شریک کو اپنا حصہ کرایہ پر دے یہ فاسد ہے۔

اسی طرح اگر کسی جائیداد میں تین شریک ہوں اور تقسیم کئے بغیر ایک شریک اپنا حصہ باقی دو میں سے کسی ایک کو کرایہ پر دے تو یہ فاسد ہے' کیونکہ ان دونوں صورتوں میں ایک شریک تنہا اپنا حصہ لینے والے کو دینے پر قادر نہیں ہے۔

البتہ اگر جائیداد میں صرف دو شریک ہوں اور ان میں سے ایک اپنا حصہ دوسرے کو کرایہ پر دے تو یہ جائز ہے' کیونکہ اس صورت میں دوسرے شریک کے لئے پوری جائیداد سے نفع اٹھانے میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔

6- اجرت وہ چیز ہو جو اجیر کے عمل سے حاصل ہو:۔

پینے کیلئے کسی کو گندم دی اور کہا کہ اسی میں سے پاؤ بھر آٹا پسائی لے لینا۔ یا کھیت کٹوایا اور کہا کہ اسی میں سے اتنا غلہ مزدوری لے لینا یہ سب فاسد ہے۔ اسی طرح جولاہے کو کپڑا بننے کیلئے سوت دیا اور شرط کی کہ جو کپڑا وہ بنے گا اس میں سے اتنا کپڑا اس کو اجرت میں دیں گے تو یہ بھی فاسد ہے۔

مسئلہ :۔ ادھیارے پر جانور دینا مثلاً" زید نے خالد کو بکریوں کا ریوڑ دیا اور معاہدہ کیا کہ خالد اس کی پرورش کرے اور سال بعد ریوڑ میں جتنے جانوروں کا اضافہ ہو گا وہ آپس میں نصف نصف تقسیم کرلیں گے تو قاعدے کے مطابق یہ معاملہ فاسد ہونا چاہئے لیکن عام رواج پا جانے کی صورت میں یا شدید ضرورت کے موقع پر امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے ایک قول پر اس کی گنجائش ہے۔

7- عقد اجارہ میں شرط فاسد طے کی ہو:۔

یعنی ایسی شرط طے کرنا جس میں کرایہ پر دینے والے یا لینے والے کا نفع ہو مثلاً" اپنی

زمین اس شرط کے ساتھ کرایہ پر دی کہ کرایہ پر لینے والا اس میں ہل چلا کر واپس کرے گا یا مکان اس شرط سے کرایہ پر لیا کہ مالک مکان کرایہ دار کے مال کی حفاظت کرے گا۔

8- شے ختم ہوئے بغیر اس سے نفع اٹھانا ممکن نہ ہو:-

اس وجہ سے بکری یا گائے بھینس کو دودھ پینے کیلئے کرایہ پر لینا جائز نہیں ہے۔

تاوان لینے کا بیان

مسئلہ :- رنگریز' دھوبی' درزی وغیرہ کسی پیشہ ور سے کوئی کام کرایا تو وہ چیز جو اس کو دی ہے اس کے پاس امانت ہے اگر چوری ہو جائے یا کسی اور قدرتی آفت سے ضائع ہو جائے تو ان سے تاوان لینا درست نہیں۔ البتہ اگر اس نے اس طرح کپڑے کو لکڑی سے کوٹا کہ پھٹ گیا یا عمدہ ریشمی کپڑا بھٹی پر چڑھا دیا وہ خراب ہو گیا تو اس کا تاوان لینا جائز ہے۔ اسی طرح جو کپڑا اس نے بدل دیا تو اس کا تاوان لینا بھی درست ہے۔ اور اگر کپڑا کھویا گیا اور وہ کہتا ہے معلوم نہیں کیونکر گیا اور کیا ہوا۔ اس کا تاوان لینا بھی درست ہے۔ اور اگر وہ کہے کہ میرے یہاں چوری ہو گئی اس میں چلا گیا تو تاوان لینا درست نہیں۔

مسئلہ :- اور جو پیشہ ور نہیں بلکہ خاص تمہارے ہی کام کے لئے ہے مثلاً" نوکر چاکر یا وہ مزدور جس کو تم نے ایک دن یا دو چار دن کے لئے رکھا ہے اس کے ہاتھ سے جو کچھ جاتا رہے اس کا تاوان لینا جائز نہیں۔ البتہ اگر وہ خود قصداً" نقصان کر دے تو تاوان لینا درست ہے۔

مسئلہ :- لڑکا کھلانے پر جو نوکر ہے اس کی غفلت سے اگر بچے کا زیور یا اور کچھ جاتا رہا تو اس کا تاوان لینا درست نہیں' کیونکہ وہ خاص تمہارے ہی کام کے لئے ہے۔

مسئلہ :- درزی سے کہا اس ناپ کا کرتہ سی دو۔ اس نے چھوٹا سی دیا۔ اگر بہت معمولی سا فرق ہو جو برداشت کیا جا سکتا ہو تب تو کچھ حرج نہیں لیکن اگر زیادہ فرق ہو تو درزی پر تاوان آئے گا۔

اجارہ کے توڑ دینے کا بیان

مسئلہ :- کوئی گھر کرایہ پر لیا' وہ بہت ٹپکتا ہے یا کچھ حصہ اس کا گر پڑا یا اور کوئی ایسا عیب نکل آیا جس سے اب رہنا مشکل ہے تو اجارہ کا توڑ دینا درست ہے اور اگر بالکل ہی گر پڑا تو خود ہی اجارہ ٹوٹ گیا' تمہارے توڑنے اور مالک کے راضی ہونے کی ضرورت نہیں رہی۔

مسئلہ :- جب کرایہ پر لینے والے اور دینے والے میں سے کوئی مر جائے تو اجارہ ٹوٹ جاتا ہے۔

مسئلہ :- اگر کوئی ایسا عذر پیدا ہو جائے کہ کرایہ کو توڑنا پڑے تو مجبوری کے وقت توڑ دینا صحیح ہے مثلاً" کہیں جانے کیلئے تانگہ کرایہ پر لیا پھر رائے بدل گئی اب جانے کا ارادہ نہیں رہا تو اجارہ توڑ دینا صحیح ہے اور اگر سواریاں بٹھانے کے لئے تانگہ گھر تک لے آئے پھر ارادہ بدل گیا تو اتنے کام کی دستور کے موافق اجرت دینا ہو گی۔

مسئلہ :- یہ جو دستور ہے کہ کرایہ طے کر کے اس کو کچھ بیعانہ دے دیتے ہیں اگر جانا ہوا تو پھر اس کو پورا کرایہ دیتے ہیں اور وہ بیعانہ اس کرایہ میں مجرا ہو جاتا ہے اور جو جانا نہ ہوا تو وہ بیعانہ ہضم کر لیتا ہے' واپس نہیں دیتا' یہ درست نہیں بلکہ اس کو واپس دینا چاہئے۔

دلالی

دلالی' دو معنی میں بولتے ہیں۔

1- ایک وہ دلال جو بائع و مشتری کی ایک دوسرے کی طرف راہنمائی کرتا ہے اور خود سودا نہیں کرتا۔ اس کو انگریزی میں بروکر (Broker) کہتے ہیں۔

2- دوسرا وہ دلال کہلاتا ہے جو بائع یا مشتری کی جانب سے اجرت پر سودا کرواتا ہے۔ اسکو آڑھتی بھی کہتے ہیں اور انگریزی میں اس کو کمیشن ایجنٹ (Commission Agent) کہتے ہیں۔

دلال (Broker) کی اجرت

اگر دلال بائع و مشتری کے درمیان سودا کرانے کی کوشش کرتا ہے اور مالک خود فروخت کرتا ہے تو جیسا رواج ہو اس کے مطابق دلال اپنی اجرت بائع سے یا خریدار سے یا دونوں سے وصول کر سکتا ہے۔

اگر یہ دلال مالک کی اجازت سے شے کو خود فروخت کرے تو وہ بائع کا وکیل بن گیا اور فقط بائع سے اجرت لے سکے گا۔

دلال (کمیشن ایجنٹ ' آڑھتی) کے احکام

مسئلہ :۔ ایسے دلال کی دلالی کی رقم یا تو متعین ہو مثلاً" اس شے کی فروخت پر دس روپے ملیں گے یا قیمت سے فیصد کے حساب سے ہو یعنی جتنی رقم بطور قیمت وصول ہو گی اس کے مثلاً" پانچ فیصد ملیں گے۔

مسئلہ :۔ زید جو کہ دلال ہے اس نے بکر سے کہا کہ میں تمہاری بھینس فروخت کرا دیتا ہوں مگر اس شرط سے کہ پانچ ہزار تمہیں دوں گا اور اس سے زائد جتنا بھی وصول ہو گا وہ میرا ہو گا۔ پھر زید نے چھ ہزار میں فروخت کر کے ایک ہزار خود رکھ لئے تو یہ معاملہ جائز نہیں کیونکہ دلالی کی رقم متعین نہیں ہے۔

مسئلہ :۔ چند بیوپاریوں نے ایک بیوپاری کے پاس اپنا کچھ مال بھیج دیا اور لکھدیا کہ پچاس روپے من فروخت کر کے ہمارے پاس روپیہ بھیج دو۔ بیوپاری نے مذکورہ مال باون روپے من کے حساب سے فروخت کیا۔ پچاس روپے مالک کو بھیجے اور دو روپے محنتانہ سمجھ کر اپنے پاس رکھ لئے تو یہ جائز نہیں بلکہ کل قیمت مالک کو ملے گی۔ ہاں اگر پہلے سے طے کر لیتے کہ ایک من کی فروختگی پر دو روپیہ اجرت اور کمیشن ہو گی تو جائز ہوتا۔

چند متفرق مسائل

مسئلہ :- کوئی شخص اس شرط پر دکان پر ملازمت کرتا ہے کہ جو نفع ہوگا اس کا پانچواں حصہ وہ بطور اجرت لے گا تو یہ جائز ہے۔

مسئلہ :- دینی خدمات جیسے امامت' اذان' تعلیم قرآن اور تعلیم دین اور قضاء پر اجرت لینا جائز ہے۔ بعض حدیثوں میں جو ممانعت آئی ہے وہ اس وقت ہے جب حکومت اور ملک کا اجتماعی نظام یہ خدمات انجام دینے والوں کی ضروریات کی کفالت کرتا ہو۔ اگر یہ کفالت بھی نہ ہو اور اجرت بھی نہ لے سکیں تو یہ خدمات مہیا کرنے والے نہ ملیں گے اور نتیجہ میں دین کے ضائع ہونے کا قوی اندیشہ ہے۔

مسئلہ :- ٹی وی' وی سی آر (T.V, V.C.R) وغیرہ جو کہ عام طور سے لہو کے آلات کے طور پر استعمال ہوتے ہیں ان کی مرمت کا کام جائز نہیں۔

مسئلہ :- جہاں گرجا مندر کی تعمیر کی شرعاً اجازت ہو مسلمان اس کی تعمیر کر سکتا ہے اور اس پر اجرت بھی لے سکتا ہے۔

مسئلہ :- بنکاری' بیمہ یا کسی اور سودی اور ناجائز کام کے لئے مکان اجرت و کرایہ پر دینا جائز نہیں ہے۔

مسئلہ :- بینک اور بیمہ کمپنیوں اور فلم اور دیگر سودی اور حرام کاموں کی ملازمت ناجائز ہے۔

مسئلہ :- کوئی اگر یہ چاہے کہ گھر کے استعمال کی روٹیاں بیوی سے اجرت پر پکوائے تو یہ درست نہیں ہے۔ البتہ اگر بازار میں فروخت کرنے کیلئے بیوی سے اجرت پر پکوائے تو جائز ہے۔

مسئلہ :- بیوی نے اپنی ملکیت کا مکان شوہر کو کرایہ پر دیا پھر میاں بیوی دونوں اس میں

رہے تو بیوی مکان کے کرایہ کی مستحق ہو گی۔

مسئلہ :- جو مقروض و مدیون قرض کی ادائیگی میں ناحق لیت و لعل کرے یا ادائیگی کرنے سے انکار کر دے تو وصولی کیلئے کسی زور آور شخص کو اجرت پر رکھنا جائز ہے البتہ اس کی تنخواہ معین ہونی چاہیے خواہ ماہانہ یا یکمشت کہ کامیابی کے بعد اتنا دیں گے۔

مسئلہ :- درزی کپڑا سی کر یا رنگریز کپڑا رنگ کر یا دھوبی کپڑا دھو کر لایا تو اس کو اختیار ہے کہ جب تک تم سے اس کی مزدوری نہ لے لے تب تک تم کو کپڑا نہ دے۔ بغیر مزدوری دیئے اس سے زبردستی لینا درست نہیں اور اگر کسی مزدور سے غلے کی ایک بوری پانچ روپے کے وعدہ پر اٹھوائی تو وہ اپنی مزدوری مانگنے کے لئے تمہارا غلہ نہیں روک سکتا کیونکہ ایک جگہ سے دوسری جگہ تک محض اٹھا کر لانے کی وجہ سے غلہ میں کوئی نئی بات پیدا نہیں ہوئی جبکہ پہلی صورتوں میں کام کرنے والے کی طرف سے کپڑے میں ایک نئی بات پیدا ہو گئی ہے۔

مسئلہ :- اگر کسی نے یہ شرط کر لی کہ میرا کپڑا تم ہی سینا یا تم ہی رنگنا یا تم ہی دھونا تو اس کو کسی دوسرے سے وہ کام کروانا درست نہیں اور اگر یہ شرط نہیں کی تو کسی اور سے بھی وہ کام کرا سکتا ہے۔

مسئلہ :- اگر کسی شخص کو اجرت دے کر مچھلی پکڑوائی تو وہ پکڑنے والے کی ملک ہوئی اور یہ اجارہ باطل ہے۔ البتہ اگر ماہی گیر کو کچھ مدت کے لئے تنخواہ پر ملازم رکھ لے اور اس سے مچھلی پکڑنے کا کام لے تو جائز ہے اور خواہ مچھلی آئے نہ آئے اس کو اپنی تنخواہ ملے گی۔

باب:20

رہن یعنی گروی رکھنے کا بیان

مسئلہ :- تم نے کسی سے سو روپے قرض لئے اور اعتبار کے لئے اپنی کوئی چیز اس کے پاس رکھ دی کہ تجھے اعتبار نہ ہو تو میری یہ چیز اپنے پاس رکھ لے۔ جب روپے ادا کر دوں تو اپنی چیز لے لوں گا' یہ جائز ہے۔ اسی کو گروی رکھنا کہتے ہیں۔

مسئلہ :- جو شخص اپنی چیز گروی رکھتا ہے اس کو راہن کہتے ہیں اور جس قرضخواہ کے پاس رکھتا ہے اس کو مرتہن کہتے ہیں اور گروی رکھی گئی چیز کو رہن یا مرہون کہتے ہیں۔

مسئلہ :- جب تم نے کوئی چیز گروی رکھ دی تو اب قرضہ ادا کئے بغیر اپنی چیز مانگنے اور لے لینے کا حق نہیں ہے۔

مسئلہ :- اگر تم نے اپنا روپیہ کچھ ادا کر دیا تب بھی گروی کی چیز نہیں لے سکتے' بلکہ ادا شدہ رقم کے برابر حصہ بھی واپس نہیں لے سکتے' جب سب روپیہ ادا کرو گے تب وہ چیز ملے گی۔

مسئلہ :- جو چیز تمہارے پاس کسی نے گروی رکھی تو اب اس چیز کو کام میں لانا اس سے کسی طرح کا نفع اٹھانا ایسے باغ کا پھل کھانا' ایسی زمین کا غلہ یا روپیہ لے کر کھانا ایسے گھر میں رہنا کچھ درست نہیں ہے۔

مسئلہ :- اگر بکری گائے وغیرہ گروی ہو تو اس کا دودھ بچہ وغیرہ جو کچھ ہو وہ بھی مالک ہی کے ہیں۔ جس کے پاس گروی ہے اس کو لینا درست نہیں دودھ کو بیچ کر دام کو بھی گروی میں شامل کر دے۔ جب وہ تمہارا قرضہ ادا کر دے تو گروی کی چیز اور دودھ کے دام سب واپس کر دو اور کھلائی کے دام کاٹ لو۔

مسئلہ :- اگر تم نے سو روپے قرض لئے اور سو ہی روپے کی چیز گروی رکھ دی اور وہ چیز

اس کے پاس سے جاتی رہی تو اب نہ تو وہ تم سے اپنا کچھ قرض لے سکتا ہے اور نہ تم اس سے اپنی رکھی کی چیز کے دام لے سکتے ہو۔ تمہاری چیز گئی اور اس کا روپیہ گیا اور اگر پچاس روپے کی چیز گروی رکھی اور وہ جاتی رہی تو پچاس روپے تم کو دینا پڑیں گے' پچاس روپے مجرا ہو گئے۔

مسئلہ :۔ اگر تم نے سو روپے قرض لئے اور ڈیڑھ سو روپے کی چیز گروی رکھ دی اور وہ چیز اس کے پاس سے جاتی رہی تو تم اس سے زائد پچاس روپے کا مطالبہ نہیں کر سکتے کیونکہ سو روپے کے بقدر تو وہ چیز گروی تھی اور باقی پچاس کے بقدر امانت تھی۔ امانت جب قدرتی آفت سے ضائع ہو جائے تو اس پر تاوان نہیں آتا۔

مسئلہ :۔ رہن قرض خواہ کے بجائے کسی تیسرے معتبر عادل شخص کے پاس بھی رکھ سکتے ہیں۔ اس کے پاس اگر کسی قدرتی آفت سے وہ شے جاتی رہے تو اس کی ذمہ داری مرتہن پر آتی ہے۔

مسئلہ :۔ راہن اپنی گروی رکھی گئی شے کو فروخت نہیں کر سکتا۔ اگر کرے گا تو وہ مرتہن کی اجازت یا قرض کی ادائیگی پر موقوف رہے گی۔ اگر مرتہن نے اجازت دے دی یا راہن نے اپنا قرض ادا کر دیا تو وہ سودا نافذ ہو جائے گا اور اگر ان میں سے کوئی بات بھی نہ پائی گئی تو بیع خود بخود ختم نہ ہو گی اور خریدار یا تو رہن چھڑانے تک صبر کرے یا معاملہ عدالت میں لے جائے اور عدالت سے بیع کو فسخ کروائے۔

مسئلہ :۔ جو خرچہ رہن کی مصلحت اور بقاء کے لئے ضروری ہے مثلاً" گروی میں کوئی جانور رکھا ہے تو اس کے چارہ کا خرچہ مالک اور راہن کے ذمہ ہو گا اور جو خرچہ حفاظت کے لئے ہو وہ مرتہن کے ذمہ ہوتا ہے۔

مسئلہ :۔ راہن مرتہن کو کہہ سکتا ہے کہ اگر میں تم کو قرض واپس نہ کر سکا تو تم اس کو فروخت کر کے اپنا قرض وصول کر لو۔

مسئلہ :۔ مرتہن کو فروخت کرنے کا کہنے کے بعد راہن مر گیا تو مرتہن وارثوں کی عدم

موجودگی میں بھی مرہونہ شے کو فروخت کر سکتا ہے۔

مسئلہ :۔ لوگوں نے کرایہ کی جگہ ایک یہ صورت بھی نکال لی ہے کہ مکان کے طلبگار سے مثلاً" چار لاکھ روپے قرض لے لیتے ہیں اور اس کے پاس اپنا مکان گروی رکھ دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تم اس میں رہتے رہو۔ جب مکان چھوڑو تو اپنی رقم لے لینا۔ یہ بالکل ناجائز ہے اور سود کی شکل ہے' کیونکہ گروی میں رکھی گئی شے سے نفع اٹھانا سود ہوتا ہے اگرچہ مالک نے اس کی اجازت بھی دیدی ہو۔

مسئلہ :۔ اگر زید نے بکر سے کوئی زیور یا برتن وغیرہ عاریت لے کر رہن رکھ دیا اور بکر اپنی ضرورت سے مرتہن کو روپیہ دے کر وہ شے چھڑا لایا تو بکر اس روپے کا مطالبہ زید سے کر سکتا ہے۔

مسئلہ :۔ بعض لوگ حق مرتہن (رہن اپنے پاس رکھنے کے حق) کو فروخت کرتے ہیں یہ بالکل باطل ہے کیونکہ یہ حق نہ تو بیع کے قابل چیز ہے اور نہ ہی مرتہن کو مرہون میں کوئی تصرف کرنے کا اختیار ہے۔

باب : 21

ہبہ یعنی کسی کو ہدیہ دینے کا بیان

مسئلہ :- تم نے کسی کو کوئی چیز دی اور اس نے قبول کرلی یا منہ سے کچھ نہیں کہا بلکہ تم نے اس کے ہاتھ پر رکھ دی اور اس نے لے لی تو اب وہ چیز اسی کی ہوگئی اب تمہاری نہیں رہی بلکہ وہی اس کا مالک ہے' اس کو شرع میں ہبہ کہتے ہیں۔ لیکن اس کی کئی شرطیں ہیں۔ ایک تو اس کے حوالہ کردینا اور اس کا قبضہ کرلینا ہے اگر تم نے کہا یہ چیز ہم نے تم کو دیدی اس نے کہا ہم نے لے لی' لیکن ابھی تم نے اس کے حوالے نہیں کی تو یہ دینا صحیح نہیں ہوا۔ ابھی وہ چیز تمہاری ہی ملک ہے البتہ اگر اس نے اس چیز پر قبضہ کرلیا تو اب قبضہ کرلینے کے بعد اس کا مالک بنا۔

مسئلہ :- تم نے وہ دی ہوئی چیز اس کے سامنے اس طرح رکھ دی کہ اگر وہ اٹھانا چاہے تو لے سکے اور کہہ دیا کہ لو اس کو لے لو تو پاس رکھ دینے سے بھی وہ مالک بن گیا۔ ایسا سمجھیں گے کہ اس نے اٹھالیا اور قبضہ کرلیا۔

مسئلہ :- قبضہ کرنے پر قادر ہونا بھی قبضہ کرنے کے حکم میں ہے اس لئے بند صندوق میں کچھ کپڑے دیدیئے لیکن اس کی کنجی نہیں دی تو یہ قبضہ نہیں ہوا جب کنجی دو گے۔ تب قبضہ ہوگا کیونکہ کنجی حاصل ہونے کے بعد اب وہ شخص کپڑوں پر قبضہ کرنے پر قادر ہوا اور اس وقت اس کا مالک بنا۔

مسئلہ :- کسی بوتل میں تیل رکھا ہے تم نے وہ بوتل کسی کو دیدی لیکن تیل نہیں دیا تو یہ دینا صحیح نہیں۔ اگر وہ قبضہ کرلے تب بھی بوتل کا مالک نہ ہوگا۔ جب اپنا تیل نکال کے دو گے تب وہ مالک ہوگا۔ اور اگر تیل کسی کو دیدیا مگر بوتل نہیں دی اور اس نے بوتل سمیت لے لیا کہ ہم خالی کرکے پھیر دیں گے تو یہ تیل کا دینا صحیح ہے۔ قبضہ کرلینے کے بعد مالک بن جائے گا۔ غرضکہ جب برتن وغیرہ کوئی چیز دو تو خالی کرکے دینا شرط ہے بغیر خالی کئے دینا

صحیح نہیں ہے۔

مسئلہ :۔ اسی طرح اگر کسی نے مکان دیا تو اپنا سارا مال اسباب نکال کے خود بھی اس گھر سے نکل کے دینا چاہیئے۔ البتہ اگر ہبہ کرنے والا مکان میں موجود اپنا سارا سامان جس کو ہبہ کیا ہے پہلے اسکے پاس امانت کے طور پر رکھ دے پھر اس کو مکان کو ہبہ کر دے تو جائز ہے اور اس کا مکان سے سامان نکالنا ضروری نہ ہوگا۔

مسئلہ :۔ بیوی اپنے شوہر کے ساتھ جس مکان میں رہتی ہے وہ اسکی اپنی ملکیت ہے اس نے وہ مکان شوہر کو ہبہ کر دیا تو اسی حالت میں ہبہ صحیح ہوگیا کیونکہ عورت اور اس کا سامان شوہر ہی کے قبضہ میں ہوتا ہے۔

مسئلہ :۔ اگر کسی کو آدھی یا تہائی یا چوتھائی چیز دو پوری چیز نہ دو (یعنی مشاع کا ہبہ ہو) تو اس کا حکم یہ ہے کہ دیکھو وہ کس قسم کی چیز ہے آدھی بانٹ دینے کے بعد بھی کام کی رہے گی یا نہ رہے گی۔ اگر بانٹ دینے کے بعد اس کام کی نہ رہے جس کا کام کی ہے جیسے چکی کہ اگر بیچوں بیچ سے توڑ کے دیدو تو پیسنے کے کام کی نہ رہے گی اور جیسے چوکی' پلنگ' پتیلی' لوٹا' کٹورہ' پیالہ' صندوق' جانور وغیرہ ایسی چیزوں کو بغیر تقسیم کئے بھی آدھی تہائی جو کچھ دینا منظور ہو دینا جائز ہے اگر وہ قبضہ کرلے تو جتنا حصہ تم نے دیا ہے اس کا مالک بن گیا اور وہ چیز مشترک ہوگئی اور اگر وہ چیز ایسی ہے کہ تقسیم کرنے کے بعد بھی کام کی رہے جیسے زمین' گھر' کپڑے کا تھان' جلانے کی لکڑی' اناج غلہ' دودھ دہی وغیرہ تو بغیر تقسیم کئے ان کا دینا صحیح نہیں ہے۔ جو اگرچہ اس شے میں اپنے شریک ہی کو دیا ہو۔ اگر تم نے کسی سے کہا کہ ہم نے اس برتن کا آدھا گھی تم کو دے دیا، وہ کہے ہم نے لے لیا تو یہ دینا صحیح نہیں ہوا بلکہ اگر وہ برتن پر قبضہ بھی کرلے تب بھی اس کا مالک نہیں ہوا۔ ابھی سارا گھی تمہارا ہی ہے۔ ہاں اس کے بعد اگر اس میں سے آدھا گھی الگ کر کے اس کے حوالے کر دو تو اب البتہ اس کا مالک ہو جائے گا۔

مسئلہ :۔ ایک تھان یا ایک مکان یا باغ وغیرہ دو آدمیوں نے مل کر آدھا آدھا خرید ا تو جب تک تقسیم نہ کرلو تب تک اپنا آدھا حصہ کسی کو دے دینا صحیح نہیں۔ کیونکہ یہ ایسی چیزیں ہیں جو تقسیم کے بعد بھی کام کی رہتی ہیں۔

مسئلہ :۔ پچیس پیسے کے چار سکے دو شخصوں کو دیئے کہ تم دونوں آدھے آدھے لے لو۔

یہ صحیح نہیں بلکہ آدھے آدھے تقسیم کر کے دینا چاہئیں۔ البتہ اگر وہ دونوں فقیر ہوں تو تقسیم کی ضرورت نہیں اور اگر ایک روپیہ یا پچیس پیسے کا ایک سکہ دو آدمیوں کو دیا تو یہ دینا صحیح ہے۔ کیونکہ فقیر کو جو کچھ دیا جائے وہ صدقہ ہوتا ہے اور صدقہ کا حکم اس بارے میں ہبہ سے مختلف ہے۔

مسئلہ :- بکری یا گائے وغیرہ کے پیٹ میں بچہ ہے تو پیدا ہونے سے پہلے ہی اس کا دے دینا صحیح نہیں ہے بلکہ اگر پیدا ہونے کے بعد وہ قبضہ بھی کرلے تب بھی مالک نہیں ہوا۔ اگر دینا ہو تو پیدا ہونے کے بعد پھر سے دے۔

مسئلہ :- تم نے بکری دی اور کہا کہ اس کے پیٹ میں جو بچہ ہے اس کو ہم نہیں دیتے وہ ہمارا ہی ہے تو بکری اور بچہ دونوں اسی کے ہوگئے جس کو بکری دی پیدا ہونے کے بعد تم کو بچہ لے لینے کا اختیار نہیں ہے۔

مسئلہ :- تمہاری کوئی چیز کسی کے پاس امانت رکھی ہے تم نے اسی کو دیدی تو اس صورت میں اس کے فقط اتنا کہہ دینے سے کہ میں نے لے لی اس کا مالک ہو جائے گا۔ اب جاکر دوبارہ اس پر قبضہ کرنا شرط نہیں ہے کیونکہ وہ چیز تو اس کے پاس ہی ہے۔

مسئلہ :- نابالغ لڑکا یا لڑکی اپنی ملکیت کی کوئی چیز کسی کو دے تو اس کا دینا صحیح نہیں ہے اور اس کی چیز لینا بھی ناجائز ہے۔

مسئلہ :- کسی شخص نے صرف سرکاری کاغذات میں جائیداد مثلاً کسی بیٹے یا بیوی کے نام لکھ دی لیکن نہ زبان سے ہدیہ کیا اور نہ ہی قبضہ دیا تو یہ ہبہ نہیں بنے گا اور اس شخص کی ملکیت باقی رہے گی۔

بچوں کو دینے کا بیان

مسئلہ :- کسی تقریب میں نومولود اور چھوٹے بچوں کو جو کچھ دیا جاتا ہے اس سے خاص اس بچہ کو دینا مقصود نہیں ہوتا بلکہ ماں باپ کو دینا مقصود ہوتا ہے اس لئے وہ سب نیوتہ بچہ کی ملک نہیں بلکہ ماں باپ اس کے مالک ہیں جو چاہیں سو کریں۔ البتہ اگر کوئی شخص خاص بچہ ہی کو کوئی چیز دے تو پھر وہی بچہ اس کا مالک ہے اگر بچہ سمجھدار ہے تو خود اسی کا قبضہ کرلینا کافی ہے جب قبضہ کرلیا تو مالک ہوگیا۔ اگر بچہ قبضہ نہ کرے یا قبضہ کرنے کے لائق نہ

ہو تو اگر باپ ہو تو اس کے قبضہ کر لینے سے اور اگر باپ نہ ہو تو دادا کے قبضہ کر لینے سے بچہ مالک ہو جائے گا۔ اگر باپ دادا موجود نہ ہوں تو وہ بچہ جس کی پرورش میں ہے اس کو قبضہ کرنا چاہئے اور باپ دادا کے ہوتے ہوئے ماں نانی دادی وغیرہ اور کسی کا قبضہ کرنا معتبر نہیں ہے۔

مسئلہ :۔ اگر باپ یا اس کے نہ ہونے کے وقت دادا اپنے بیٹے پوتے کو کوئی چیز دینا چاہے تو بس اتنا کہہ دینے سے ہبہ صحیح ہو جائے گا کہ میں نے اس کو یہ چیز دے دی۔ اور باپ دادا نہ ہو اس وقت ماں بھائی وغیرہ بھی اگر اس کو کچھ دینا چاہیں اور وہ بچہ ان کی پرورش میں بھی ہو تو ان کے اس کہہ دینے سے بھی وہ بچہ مالک ہو گیا کسی کے قبضہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

مسئلہ :۔ جو چیز ہو اپنی سب اولاد کو برابر برابر دینا چاہئے۔ لڑکا لڑکی سب کو برابر دے۔ اگر کبھی کسی کو کسی وجہ سے مثلاً" اس کی دینداری' خدمت گزاری' دینی خدمات میں مشغولیت اور تنگدستی وغیرہ سے کچھ زیادہ دے دیا تو بھی خیر کچھ حرج نہیں لیکن جسے کم دیا اس کو نقصان دینا مقصود نہ ہو' نہیں تو کم دینا درست نہیں ہے۔ البتہ اگر دوسروں کو نقصان دینے کی غرض سے ہی کسی کو زیادہ دیا یا سارا دے دیا تو وہ ہبہ نافذ ہو جائے گا لیکن باپ گناہگار ہو گا۔

اولاد بے دین اور فاسق فاجر ہو اور جو مال ملے وہ گناہ کے کاموں پر خرچ کرے گی تو اس کو کھانے پینے کی مقدار سے زیادہ نہ دینا چاہئے۔

مسئلہ :۔ بعض لوگ چاہتے ہیں کہ اپنی وفات سے پہلے اپنی زندگی میں اپنی تمام جائیداد اولاد میں خود تقسیم کر دیں۔ ایسا کرنا جائز ہے اور اگرچہ اس کی گنجائش ہے کہ لڑکے کو لڑکی کے مقابلہ میں دوگنا دیں لیکن چونکہ یہ ہبہ ہے میراث نہیں لہٰذا بہتر و مستحب یہی ہے کہ دونوں کو برابر برابر دیں۔

مسئلہ :۔ جو چیز نابالغ کی ملک ہو اس کا حکم یہ ہے کہ اس کو بچے ہی کے کام میں لگانا چاہئے کسی کو اپنے کام میں لانا جائز نہیں خود ماں باپ بھی اپنے کام میں نہ لائیں نہ کسی اور بچہ

کے کام میں لگائیں۔

مسئلہ :۔ اگر ظاہر میں بچہ کو دیا مگر یقیناً" معلوم ہے کہ منظور تو ماں باپ ہی کو دینا ہے مگر اس چیز کو حقیر سمجھ کر بچے ہی کے نام سے دے دیا تو ماں باپ کی ملک ہے وہ جو چاہیں کریں پھر اس میں بھی دیکھ لیں اگر ماں کے رشتہ داروں نے دیا ہے تو ماں کا ہے اگر باپ کے رشتہ داروں نے دیا ہے تو باپ کا ہے۔

مسئلہ :۔ اپنے نابالغ لڑکے کے لئے خاص اسی کو دینے کی نیت سے کپڑے بنوائے تو وہ لڑکا مالک ہوگیا۔ یا نابالغ لڑکی کے لئے خاص اسی کو دینے کی نیت سے زیور گہنا بنوایا تو وہ لڑکی اس کی مالک ہو گئی۔ اب ان کپڑوں کا یا اس زیور کا کسی اور لڑکے لڑکی کو دینا درست نہیں جس کے لئے بنوائے ہیں اسی کو دے۔ البتہ اگر بنانے کے وقت صاف کہہ دیا کہ یہ میری ہی چیز ہے محض استعمال کے لئے دیتا ہوں تو بنوانے والے کی رہے گی۔

اسی طرح آج کل یہ رواج ہے کہ والدین اپنی اولاد کے لئے خواہ وہ بالغ ہو یا نابالغ ہو محض پہنانے کی نیت سے کپڑے بناتے ہیں' اولاد کو مالک بنانے کی نیت نہیں ہوتی لیکن زبان سے اپنی نیت کا اظہار بھی نہیں کرتے۔ ایسی صورت میں رواج کا قرینہ کافی ہے اور اس سے ہبہ ثابت نہیں ہوگا۔ اس رواج کے ہوتے ہوئے ہبہ اس وقت ثابت ہوگا جب وہ زبان سے ہبہ ہونے کی تصریح کریں گے۔

مسئلہ :۔ جس طرح خود بچہ اپنی چیز کسی کو دے نہیں سکتا اسی طرح باپ کو بھی نابالغ اولاد کی چیز دینے کا اختیار نہیں۔ اگر ماں باپ اس کی چیز کسی کو بالکل دیدیں یا ذرا دیر یا کچھ دن کے لئے مانگنے پر دیں تو اس کا لینا درست نہیں۔ البتہ اگر ماں باپ کو نہ ہونے کی وجہ سے نہایت ضرورت ہو اور وہ چیز کہیں اور سے ان کو نہ مل سکے تو مجبوری اور لاچاری کے وقت اپنی اولاد کی چیز لے لینا درست ہے۔

مسئلہ :۔ ماں باپ وغیرہ کو بچے کا مال کسی کو قرض دینا بھی صحیح نہیں بلکہ خود قرض لینا بھی صحیح نہیں۔

دے کر پھیر لینے کا بیان

مسئلہ :- کچھ دے کر پھیر لینا بڑا گناہ ہے' لیکن اگر کوئی واپس لے لے اور جس کو دی تھی وہ اپنی خوشی سے دے بھی دے' تو اب پھر اس کا مالک بن جائے گا۔ مگر بعضی باتیں ایسی ہیں جن سے پھیر لینے کا اختیار بالکل نہیں رہتا۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ ہدیہ میں ایسا اضافہ ہو جائے جو اس کی قیمت بڑھنے کا سبب ہو' مثلاً" تم نے کسی کو بکری دی۔ اس نے کھلا پلا کر خوب موٹا تازہ کیا تو پھیرنے کا اختیار نہیں ہے یا کسی کو زمین دی اس میں اس نے گھر بنالیا یا باغ لگایا تو اب پھیرنے کا اختیار نہیں یا کپڑا دینے کے بعد اس نے کپڑے کو سی لیا یا رنگ لیا یا دھلوا لیا تو اب پھیرنے کا اختیار نہیں۔

مسئلہ :- تم نے کسی کو بکری دی۔ اس کے دو ایک بچے ہوئے تو پھیرنے کا اختیار باقی ہے۔ لیکن اگر پھیرے تو صرف بکری پھیر سکتا ہے وہ بچے نہیں لے سکتا۔

مسئلہ :- دینے کے بعد اگر دینے والا یا لینے والا مرجائے تب بھی پھیرنے کا اختیار نہیں رہتا۔

مسئلہ :- تم کو کسی نے کوئی چیز دی' پھر اسکے بدلے میں تم نے بھی کوئی چیز اس کو دیدی اور کہہ دیا لو اس کے عوض تم یہ لے لو تو بدلہ دینے کے بعد اب اس کو پھیر لینے کا اختیار نہیں ہے۔ البتہ اگر تم نے یہ نہیں کہا کہ ہم اس کے عوض میں دیتے ہیں تو وہ اپنی چیز پھیر سکتا ہے اور تم اپنی چیز بھی پھیر سکتے ہو۔

مسئلہ :- بیوی نے اپنے میاں کو یا میاں نے اپنی بیوی کو کچھ دیا تو اس کے پھیر لینے کا اختیار نہیں ہے۔ اسی طرح اگر کسی نے ایسے رشتہ دار کو کچھ دیا جس سے نکاح ہمیشہ کے لئے حرام ہے اور وہ رشتہ خون کا ہے جیسے بھائی بہن بھتیجا بھانجا وغیرہ تو اس سے پھیر لینے کا اختیار نہیں ہے اور اگر قرابت اور رشتہ تو ہے لیکن نکاح حرام نہیں ہے' جیسے چچازاد' پھوپھی زاد بہن بھائی وغیرہ یا نکاح حرام تو ہے لیکن نسب کے اعتبار سے قرابت نہیں یعنی

وہ رشتہ خون کا نہیں بلکہ دودھ کا رشتہ یا اور کوئی رشتہ ہے جیسے دودھ شریک بھائی بہن وغیرہ یا داماد ساس خسر وغیرہ۔ تو ان سب سے پھیر لینے کا اختیار رہتا ہے۔

مسئلہ :- جتنی صورتوں میں پھیر لینے کا اختیار ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر وہ بھی پھیر دینے پر راضی ہو جائے اس وقت پھیر لینے کا اختیار ہے جیسا اوپر آ چکا۔ لیکن گناہ اس میں بھی ہے اور اگر وہ راضی نہ ہو اور نہ پھیرے تو قضائے قاضی کے بغیر زبردستی پھیر لینے کا اختیار نہیں اور اگر زبردستی قضاء کے بغیر پھیر لیا تو یہ مالک نہ ہو گا۔

مسئلہ :- جو کچھ ہبہ کر دینے کے احکام بیان ہوئے ہیں اکثر خدا کی راہ میں صدقہ و خیرات دینے کے بھی وہی احکام ہیں۔ مثلاً" بغیر قبضہ کئے فقیر کی ملک میں چیز نہیں جاتی اور جس چیز کا تقسیم کے بعد دینا شرط ہے اس کا یہاں بھی تقسیم کے بعد دینا شرط ہے۔ مثلاً" کپڑے کا ایک تھان دو آدمیوں کی مشترکہ ملک ہو' ان میں سے ایک اپنا حصہ فقیر کو صدقہ کرنا چاہے تو تھان کو پہلے تقسیم کرے پھر اپنا حصہ صدقہ کرے۔ جس چیز کا خالی کر کے دینا ضروری ہے یہاں بھی خالی کر کے دینا ضروری ہے البتہ دو باتوں کا فرق ہے۔ ایک ہبہ میں رضامندی سے پھیر لینے کا اختیار رہتا ہے اور یہاں پھیر لینے کا اختیار نہیں رہتا۔ دوسرے کوئی قابل تقسیم چیز مثلاً" کپڑے کا تھان پر ایک ایک روپے کی آٹھ دس نوٹ اگر دو فقیروں کو دے دو کہ تم دونوں بانٹ لینا تو یہ بھی درست ہے اور ہبہ میں اس طرح درست نہیں ہوتا۔

مسئلہ :- کسی فقیر کو پچاس پیسے کا سکہ دینے لگے مگر غلطی سے دو روپے کا سکہ دے دیا تو اس کے پھیر لینے کا اختیار نہیں ہے۔

باب : 22

مزارعت یعنی کھیتی کی بٹائی اور مساقاۃ

یعنی پھل کی بٹائی کا بیان

مسئلہ :- ایک شخص نے خالی زمین کسی کو دے کر کہا کہ تم اس میں کھیتی کرو جو پیدا ہوگا اس کو فلاں نسبت سے تقسیم کرلیں گے یہ مزارعت ہے اور جائز ہے۔

مسئلہ :- ایک شخص نے باغ لگایا اور دوسرے شخص سے کہا کہ تم اس باغ کو سینچو خدمت کرو جو پھل آئے گا خواہ ایک دو سال یا دس بارہ سال تک نصف نصف یا تین تہائی تقسیم کرلیا جائے گا یہ مساقاۃ ہے اور یہ بھی جائز ہے۔

مسئلہ :- مزارعت کے درست ہونے کے لئے مندرجہ ذیل شرطیں ہیں۔

1- زمین کا قابل زراعت ہونا۔

2- زمیندار و کسان کا عاقل و بالغ ہونا۔

3- مدت زراعت کا بیان کرنا۔

4- بیج کا بیان کردینا کہ زمیندار کا ہوگا یا کسان کا۔

5- جنس کاشت کا بیان کردینا کہ گیہوں ہوں گے یا جو یا عام اجازت دینا کہ جو جاہو کاشت کرو۔

6- کسان کے حصے کا ذکر ہو جانا کہ کل پیداوار میں کس قدر ہوگا۔

7- زمین کو خالی کرکے کسان کے حوالہ کرنا۔

8- زمین کی پیداوار میں کسان اور مالک کا شریک ہونا۔

9- مزارعت کی کوئی جائز صورت ہو۔ اور مزارعت کی جائز صورتیں تین ہیں۔

اول یہ کہ زمین اور بیج ایک کا ہو اور بیل (یا ٹریکٹر) و محنت دوسرے کی ہو۔
دوسری یہ کہ زمین ایک کی ہو اور بیج اور بیل اور محنت دوسرے کی ہو۔ تیسری
یہ کہ زمین اور بیل (یا ٹریکٹر) اور بیج ایک کا ہو اور محنت دوسرے کی ہو۔

مسئلہ :- اگر ان شرائط میں سے کوئی شرط مفقود ہو تو مزارعت فاسد ہو جائے گی۔

مسئلہ :- مزارعت فاسدہ میں سب پیداوار بیج والے کی ہوگی اور دوسرے شخص کو اگر وہ زمین والا ہے تو زمین کا کرایہ موافق دستور کے ملے گا اور اگر وہ کاشتکار ہے تو مزدوری موافق دستور کے ملے گی مگر یہ مزدوری اور کرایہ اس مقدار سے زیادہ نہ دیا جائے جو دونوں کے درمیان طے پا چکی تھی یعنی اگر مثلاً" آدھا آدھا حصہ ٹھہرا تھا تو کل پیداوار کے نصف سے زیادہ نہ دیا جائے گا۔

مسئلہ :- مزارعت کا معاملہ جب زمین میں بیجائی ہو جائے تو لازم ہو جاتا ہے اور طرفین میں سے کوئی بھی کسی واقعی عذر کے بغیر اس کو فسخ نہیں کر سکتا۔ بیجائی سے پہلے جس کا بیج ہو وہ چاہے تو معاملہ سے انکار کر سکتا ہے اور اس کو مجبور نہیں کیا جائے گا کیونکہ معاملہ کو پورا کرنے کے لئے اس کا بیج استعمال ہوگا جو اس وقت تو ایک خرچہ اور نقصان ہے جبکہ مالک کو اختیار ہوتا ہے کہ وہ نقصان نہ اٹھائے اور اگر دوسرا شخص مزارعت سے انکار کر دے تو جب تک کوئی واقعی عذر مثلاً" بیماری نہ ہو اس کو مزارعت کے پورا کرنے پر مجبور کیا جائے گا کیونکہ پورا کرنے میں اس کا کچھ نقصان نہیں ہے۔

مسئلہ :- بعض جگہ دستور ہے کہ بٹائی کی زمین میں جو غلہ پیدا ہوتا ہے اس کو تو حسب معاہدہ باہم تقسیم کر لیتے ہیں اور جو چری وغیرہ پیدا ہوتی ہے اس کو تقسیم نہیں کرتے بلکہ بیگھوں کے حساب سے کاشتکار سے نقد لگان وصول کرتے ہیں سو ظاہرا" اس وجہ سے کہ شرط مزارعت کیخلاف ہے ناجائز معلوم ہوتی ہے مگر اس تاویل سے کہ اس قسم کی اجناس کو پہلے ہی سے خارج از مزارعت کہا جائے اور باعتبار عرف کے معاملہ سابقہ میں یوں تفصیل لی جائے کہ دونوں کی مراد یہ تھی کہ فلاں اجناس میں عقد مزارعت کرتے ہیں اور

چری وغیرہ میں زمین بطور اجارہ کے دی جاتی ہے اس طرح جائز ہو سکتا ہے مگر اس میں جانبین کی رضامندی شرط ہے۔

مسئلہ :- بعض زمینداروں کی عادت ہے کہ علاوہ اپنے حصہ بٹائی کے کاشتکار کے حصہ میں سے کچھ اور حقوق ملازموں اور دیگر چھوٹے کام کرنے والوں کے بھی نکالتے ہیں سو اگر تعین کے ساتھ ٹھہرالیا کہ ہم دو من یا چار من ان حقوق کا لیں گے یہ تو ناجائز ہے اور اگر اس طرح ٹھہرایا کہ ایک من میں ایک سیر مثلاً" تو یہ درست ہے۔

مسئلہ :- بعض جگہ رسم ہے کہ کاشتکار زمین میں تخم پاشی کر کے دوسرے لوگوں کے سپرد کردیتا ہے اور یہ شرط ٹھہرتی ہے کہ تم اس میں محنت و خدمت کرو جو کچھ حاصل ہو گا ایک تہائی مثلاً" ان خدمت کرنے والوں کا ہو گا سو یہ بھی مزارعت ہے جس جگہ زمیندار اصلی اس معاملہ کو نہ روکتا ہو وہاں جائز ہے ورنہ جائز نہیں۔

مسئلہ :- اجارہ یا مزارعت میں ایک متعین مدت تک زمین سے منتفع ہو کر مزارعت میں موروثی حق ہونے کا دعویٰ کرنا محض باطل اور حرام اور ظلم و غصب ہے۔ مالک کی بخوشی اجازت کے بغیر ہرگز اس سے نفع حاصل کرنا جائز نہیں۔ اگر ایسا کیا تو اس کی پیداوار بھی خبیث ہے اور اس کا کھانا حرام ہے۔

مسئلہ :- اگر دونوں عقد کرنے والوں میں سے کوئی بیجائی سے پہلے مرجائے تو مزارعت باطل ہو جائے گی۔

مسئلہ :- اگر بیجائی (یعنی بیج ڈالنے) سے پہلے مالک زمین مرجائے تو جیسے اوپر ذکر ہوا مزارعت باطل ہو جاتی ہے' البتہ بیجائی کے بعد اور سبزہ نکل آنے کے بعد مالک کی وفات ہو تو کسان یا (اگر وہ بھی مرجائے تو) اس کے وارثوں پر عمل واجب ہو گا۔

مسئلہ :- اگر کسان مرگیا اور اس کے وارث نے کہا کہ پیداوار کی کٹائی تک میں عمل کروں گا تو وارث ایسا کر سکتا ہے اگرچہ مالک زمین ناپسند ہی کرے۔

مسئلہ :- مدت مزارعت گزرنے سے پہلے کے تمام اخراجات کسان کے ذمے ہوتے ہیں مثلاً" بیجائی کرنے اور حفاظت کرنے اور نہر کی کھدائی کے خرچے۔ مدت مزارعت گزرنے کے بعد جو اخراجات ہوں وہ کسان اور مالک زمین پر ان کے حصوں کے تناسب سے عائد ہوں گے۔

مسئلہ :- اگر مزارعت کی معینہ مدت گزر جائے اور کھیتی پکی نہ ہو تو اپنے حصے کے تناسب سے کسان کو زمین کی اجرت ان زائد دنوں کے عوض میں اس جگہ کے دستور کے موافق دینی ہوگی۔

مسئلہ :- مزارع ہل چلا چکا تھا پھر بیجائی سے پہلے مالک زمین مرگیا تو مزارعت باطل ہو جائے گی اور مزارع کو ہل چلانے کا کچھ عوض نہ ملے گا۔ البتہ اگر مالک زمین زندہ ہو اور مزارع کے ہل چلانے کے بعد وہ عقد مزارعت کو فسخ کر دے تو مالک زمین پر واجب ہے کہ وہ کسان یعنی مزارع کو ہل چلانے کی مروجہ اجرت (یعنی اجرت مثل) دے اگرچہ مزارع کو اس کے مطالبہ کا قانونی حق نہیں ہے۔

مسئلہ :- کسان نے کھیتی کی حفاظت نہیں کی اور چوپائے اس کو چر گئے تو کسان پر تاوان آئے گا۔

مسئلہ :- اسی طرح اگر ٹڈیاں آگئیں لیکن کسان نے ان کو دور نہیں کیا یہاں تک کہ وہ کھیت کھا گئیں تو اگر ان کو ہٹایا جاسکتا تھا تو کسان پر تاوان آئے گا اور اگر ان کو ہٹانا ممکن نہ تھا تو تاوان نہیں آئے گا۔

مسئلہ :- اگر کسان نے پانی دینے میں کوتاہی کی جس کی وجہ سے کھیتی جل گئی اور ضائع ہوگئی تو کسان پر تاوان آئے گا۔

مسئلہ :- دوسرے کی زمین میں اس کی اجازت کے بغیر کاشت کی تو مالک زمین کے حصہ کا مطالبہ کر سکتا ہے۔ پھر اس علاقے میں جو رواج ہو یعنی زمین والے کا حصہ نصف ہوتا ہے یا تہائی ہوتا ہے تو وہ مالک زمین کو دلایا جائے گا۔

مسئلہ :- اپنی زمین دوسرے کو دی اس شرط کے ساتھ کہ یہ مالک خود بھی اپنے بیل (یا ٹریکٹر) سمیت کام کرے گا اور بیج دونوں کا نصف نصف ہوگا اور پیداوار بھی دونوں کو نصف نصف ملے گی تو یہ مزارعت فاسد ہے۔

مسئلہ :- زید نے زمین اجرت و کرایہ پر لی پھر مالک زمین کو بھی اسی زمین پر کام کرنے کے لئے رقم کی اجرت پر رکھ لیا اور مساقاۃ کے علاوہ کسی طرح سے بھی اس سے کام لیا تو یہ جائز ہے۔

مسئلہ : ایک شخص نے زمین اجرت پر لی پھر زمین کے مالک کو وہی زمین مزارعت پر دے دی تو اگر بیج اس شخص کے ذمے ہو تو یہ صورت جائز ہے۔

مسئلہ :- مساقاۃ کا حال سب باتوں میں مثل مزارعت کے ہے۔ البتہ اتنا فرق ہے کہ ایک مساقاۃ میں مدت مقرر کرنا شرط نہیں ہے اور پہلا پھل آنے تک مدت سمجھی جائے گی۔ دوسرے طے شدہ مدت ختم ہو جائے اور پھل نہ پکا ہو تو مساقاۃ پھل پکنے تک چلے گی اور کسی کو اس کا کچھ عوض نہ ملے گا تیسرے معاملہ طے ہو جانے کے بعد اگر ایک فریق دوسرے کی رضامندی کے بغیر مساقاۃ کو ختم کرنا چاہے تو اس کو اس کا اختیار نہ ہوگا اور اس کو معاملہ پورا کرنے پر مجبور کیا جائے گا۔

مسئلہ :- اگر پھل لگے ہوئے درخت پرورش کو دے اور پھل ایسے ہوں کہ پانی دینے اور محنت کرنے سے بڑھتے ہوں تو درست ہے اور اگر ان کا بڑھنا پورا ہو چکا ہو تو مساقاۃ درست نہ ہوگی، جیسے مزارعت کہ کھیتی تیار ہونے کے بعد درست نہیں۔

مسئلہ :- اور عقد مساقاۃ جب فاسد ہو جائے تو پھل سب درخت والے کے ہوں گے اور کام کرنے والے کو مزدوری ملے گی جس طرح مزارعت میں بیان ہوا۔

باب : 23

شفعہ کا بیان

مسئلہ :- پڑوس کوئی وقتی اور عارضی چیز نہیں ہوتی بلکہ دائمی چیز ہوتی ہے۔ اگر پڑوسی اپنے موافق ہوں اور اچھے ہوں تو بڑی نعمت ہے اور اگر اپنے مخالف یا برے سلوک والے ہوں تو دائمی زحمت ہے۔ اس کے علاوہ کبھی ایک شخص ضرورت بڑھ جانے کی وجہ سے اپنے مکان کو وسیع کرنا چاہتا ہے۔ اس کا پڑوسی اپنا مکان کسی اجنبی شخص کے ہاتھ فروخت کر دیتا ہے۔ اجنبی شخص تو اس جگہ نیا آباد ہوگا اس لئے وہ اگر کہیں اور بھی آباد ہو جائے تو اس کو زیادہ پریشانی نہ ہوگی جبکہ یہ شخص اپنی ضرورت کی وجہ سے مجبور ہوگا کہ اپنا بسا بسایا گھر اور محلہ ترک کر کے کسی اور جگہ جائے' جس میں بڑی پریشانی ہے۔ ان وجوہات سے شریعت نے شریک اور پڑوسی کے لئے حق شفعہ رکھا ہے کہ وہ چاہے تو قیمت خرید پر خریدار سے وہ جائیداد خود لے لے۔

غرض غیر منقولہ جائیداد فروخت ہو تو اس کو قیمت خرید پر اپنی ملکیت میں لینے کے حق کو حق شفعہ کہتے ہیں اور جس کو حق شفعہ حاصل ہو اس کو شفیع کہتے ہیں۔

مسئلہ :- جو جائیداد بلا عوض ہبہ کی گئی ہو اس میں شفعہ نہیں کیا جاسکتا۔

شفعہ کے حقدار ترتیب سے یہ ہیں

1- اول وہ شخص جو (فروخت شدہ) اصل جائیداد میں شریک ہو۔

2- پھر وہ شخص جو اصل جائیداد میں تو شریک نہ ہو البتہ اس کے حقوق اور منافع میں شریک ہو مثلاً" ایک بند گلی میں رہنے والے لوگ اس گلی اور رستے میں شریک ہیں۔

3- پھر وہ شخص ہے جو محض پڑوسی ہو اور اس سے مراد وہ شخص ہے جس کے گھر

کی پشت فروخت شدہ مکان کی پشت کے ساتھ متصل ہو اور دونوں گھروں کے دروازے مختلف گلیوں میں کھلتے ہوں۔

مسئلہ :- اگر دو منزلہ مکان ہو اوپر کی منزل ایک کی ہو اور نیچے کی منزل دوسرے کی ہو تو دونوں ایک دوسرے کے پڑوسی ہوں گے اور ایک کے فروخت کی صورت میں دوسرے کو حق شفعہ حاصل ہوگا۔

مسئلہ :- اگر دو پڑوسیوں کے مکان کی ایک دیوار مشترکہ ہو تو دونوں مکان میں شریک سمجھے جائیں گے یعنی سب سے پہلے ان ہی کو حق شفعہ حاصل ہوگا۔ لیکن اگر کسی پڑوسی نے پڑوسی کی دیوار پر اپنے مکان کی کڑی یا شہتیر رکھ لیا یا اس کی دیوار پر سلیب لگا لیا اور پڑوسی نے اعتراض نہیں کیا تو اس سے وہ شریک نہیں بنے گا پڑوسی ہی سمجھا جائے گا۔

مسئلہ :- ایک ہی طرح کے اگر متعدد شفیع ہوں مثلاً" ایک جائیداد میں تین شریک ہوں۔ ایک نے اپنا حصہ فروخت کیا تو باقی دو کو حق شفعہ حاصل ہوگا اور ان کو برابر کا حق حاصل ہوگا ان کی ملکیتوں کا اعتبار نہیں ہوگا لہذا اگر ایک کا حصہ نصف ہو اور دوسرے کا چوتھا ہو تو دونوں برابر کے شفیع ہوں گے اور فروخت شدہ حصے میں دونوں کو برابر کا حصہ ملے گا۔

مسئلہ :- اگر شفعہ کے متعدد حقداروں میں سے ایک حقدار اپنا حق دوسرے کو دیدے تو یہ صحیح نہیں اور اس کا حق ساقط ہو جائے گا۔

حق شفعہ استعمال کرنے کا طریقہ

اس کے لئے تین طلب ہوتی ہیں:

1- فوری طلب : جونہی شفعہ کو علم ہو کہ فلاں شرکت یا پڑوس کی جگہ بکی ہے اسی وقت کہے کہ میں شفعہ طلب کرتا ہوں۔

2- طلب برائے پختگی : بائع یا خریدار جس کے قبضے میں بھی وہ جگہ ہو اس کے پاس جاکر یا خود اس جگہ پر جا کر کہے کہ فلاں نے یہ جگہ خریدی ہے اور میں اس

کا شفیع ہوں' میں پہلے بھی شفعہ طلب کر چکا ہوں اور اب بھی طلب کرتا ہوں اور اس موقع پر گواہ بھی بنالے۔

اگر فوری طلب کے وقت گواہ بنالئے ہوں تو اس دوسری طلب کی ضرورت نہیں رہتی۔

3- عدالت میں طلب: پھر عدالت میں جاکر کہے کہ فلاں نے یہ جائیداد خریدی ہے اور میں فلاں جائیداد کے سبب سے اس کا شفیع ہوں لہٰذا خریدار کو حکم دیا جائے کہ وہ مشفوعہ جائیداد میرے حوالے کر دے۔

مسئلہ :۔ اگر خریدار شفیع کے عدالت میں جانے سے پہلے خریدی ہوئی جائیداد شفیع کے سپرد کرنے پر راضی ہو جائے تو باہمی طور سے بھی یہ کام ہو سکتا ہے۔ شفیع کو عدالت میں جانے کی ضرورت نہیں۔ اس کی ضرورت اس وقت ہے جب خریدار خریدی ہوئی جائیداد سے دستبردار ہونے پر راضی نہ ہو۔

مسئلہ :۔ شفیع کو خبر پہنچی کہ اس قدر قیمت کا مکان بکا ہے اس نے دستبرداری کی۔ پھر معلوم ہوا کہ کم قیمت کا بکا ہے اس وقت شفعہ لے سکتا ہے۔ اسی طرح پہلے سنا تھا کہ فلاں شخص خریدار ہے' پھر سنا کہ نہیں بلکہ دوسرا خریدار ہے یا پہلے سنا تھا کہ نصف بکا ہے' پھر معلوم ہوا کہ پورا بکا ہے۔ ان صورتوں میں پہلی دستبرداری سے شفعہ باطل نہ ہوگا۔

کن صورتوں میں حق شفعہ باطل ہو جاتا ہے

مسئلہ :۔ جس وقت شفیع کو بیع کی خبر پہنچی اگر فوراً" منہ سے نہ کہا کہ میں شفعہ لوں گا تو شفعہ باطل ہو جائے گا۔ پھر اس شخص کو دعویٰ کرنا جائز نہیں حتیٰ کہ اگر شفیع کے پاس خط پہنچا اور اس کے شروع میں یہ خبر لکھی ہے کہ فلاں مکان فروخت ہوا اور اس وقت اس نے زبان سے نہ کہا کہ میں شفعہ لوں گا یہاں تک کہ تمام خط پڑھ گیا اور پھر کہا کہ میں شفعہ لوں گا۔ تو اس کا شفعہ باطل ہو گیا۔

مسئلہ :۔ اگر شفیع نے کہا کہ مجھ کو اتنا روپیہ دو تو اپنے حق شفعہ سے دستبردار ہو جاؤں تو

اس صورت میں چونکہ اپنا حق ساقط کرنے پر رضامند ہوگیا اس لئے شفعہ تو ساقط ہوا لیکن چونکہ یہ رشوت ہے اس لئے یہ روپیہ لینا دینا حرام ہے۔

مسئلہ :۔ اگر ابھی حاکم نے شفعہ نہیں دلایا تھا کہ شفیع مرگیا تو اس کے وارثوں کو شفعہ نہ پہنچے گا کیونکہ حق شفعہ فروخت شدہ جائیداد کو اپنی ملکیت میں لینے کا محض حق ہے جو حقدار کی موت کے بعد باقی نہیں رہتا اور اگر خریدار مرگیا تو شفعہ باقی رہے گا کیونکہ حقدار تو موجود ہے۔

مسئلہ :۔ اگر مالک نے شفیع کی جانب کچھ زمین مثلاً گز یا نصف گز زمین چھوڑ کر باقی زمین فروخت کی تو شفیع کو شفعہ کا حق نہ ہوگا۔

مسئلہ :۔ اگر شفیع جو کہ پڑوسی ہو اس کی جانب کچھ زمین بائع نے خریدنے والے کو خرید سے پہلے یا بعد میں ہبہ کردی اور اس کے قبضہ میں دیدی تو شفعہ نہ ہوگا۔

مسئلہ :۔ اگر خریدار نے خریدی ہوئی جائیداد میں کوئی اضافہ کردیا مثلاً مکان میں ایک کمرے کا اضافہ کردیا یا زمین پر مکان بنالیا یا درخت لگالیا تو شفیع اس کو اسی صورت میں لے سکتا ہے جب وہ اضافہ کی گئی چیزوں کی قیمت بھی دے۔

مسئلہ :۔ اگر شفیع نے عدالتی طلب میں بلا عذر کے ایک مہینہ یا اس سے زائد کی تاخیر کی تو اس کا حق شفعہ باطل ہوجائے گا۔

باب : 24

غصب یعنی بلا اجازت کسی کی چیز لے لینے کا بیان

مسئلہ :۔ کسی کی چیز زبردستی لے لینا یا پیٹھ پیچھے اس کی بغیر اجازت کے لے لینا بڑا گناہ ہے۔ جو چیز بلا اجازت لے لی تو اگر وہ چیز ابھی موجود ہو تو بعینہٖ وہی پھیر دینا چاہئے اور اگر خرچ ہو گئی ہو تو اس کا حکم یہ ہے کہ اگر ایسی چیز تھی کہ اسی کے مثل بازار میں مل سکتی ہے جیسے غلہ ' گھی ' تیل ' روپیہ پیسہ ' تو جیسی چیز لی ہے ویسی ہی چیز منگا کر دینا واجب ہے اور اگر کوئی ایسی چیز لے کر ضائع کردی کہ اس کے مثل ملنا مشکل ہو تو اس کی قیمت دینا پڑے گی جیسے مرغی ' بکری وغیرہ۔

مسئلہ :۔ چارپائی کا ایک آدھ پایہ ٹوٹ گیا یا پٹی یا چول ٹوٹ گئی یا اور کوئی چیز لے لی تھی وہ خراب ہو گئی تو خراب ہونے سے جتنا اس کا نقصان ہوا ہو دینا پڑے گا۔

مسئلہ :۔ پرائے روپے سے بلا اجازت تجارت کی تو اس سے جو کچھ نفع ہو اس کا لینا درست نہیں ' بلکہ اصل روپیہ مالک کو واپس دے اور جو کچھ نفع ہو اس کو ایسے لوگوں کو خیرات کر دے جو بہت محتاج ہوں۔

مسئلہ :۔ کسی کا کپڑا پھاڑ ڈالا ' تو اگر تھوڑا پھٹا ہے تب تو جتنا نقصان ہوا ہے اتنا تاوان دلادیں گے اور اگر ایسا پھاڑ ڈالا کہ اب اس کام کا نہیں رہا جس کام کے لئے پہلے تھا مثلاً دوپٹہ ایسا پھاڑ ڈالا کہ اب دوپٹہ کے قابل نہیں رہا۔ کرتیاں البتہ بن سکتی ہیں تو یہ سب کپڑا اسی پھاڑنے والے کو دیدے اور ساری قیمت اس سے لے۔

مسئلہ :۔ کسی کا نگینہ لے کر انگوٹھی پر رکھا لیا تو اب اس کی قیمت دینا پڑے گی۔ انگوٹھی توڑ کر نگینہ نکلوا دینا واجب نہیں۔

مسئلہ :۔ کسی کا کپڑا لیکر رنگ لیا تو اس کو اختیار ہے چاہے رنگا رنگایا کپڑا لے لے۔ اور

رنگنے سے جتنے دام بڑھ گئے ہیں اتنے دام دے دے اور چاہے اپنے کپڑے کے دام لے لے اور کپڑا اسی کے پاس رہنے دے۔

مسئلہ :- تاوان دینے کے بعد پھر اگر وہ چیز مل گئی تو دیکھنا چاہئے کہ تاوان اگر مالک کے بتلانے کے موافق دیا ہے اب اس کا پھیرنا واجب نہیں اب وہ چیز اس کی ہو گئی اور اگر اس کے بتلانے سے کم دیا ہے تو اس کا تاوان پھیر کر اپنی چیز لے سکتے ہیں۔

مسئلہ :- کسی اور کی بکری یا گائے گھر میں چلی آئی تو اس کا دودھ دوہنا حرام ہے۔ جتنا دودھ لے گا اس کے دام دینا پڑیں گے۔

مسئلہ :- سوئی دھاگہ ' پان ' تمباکو ' کتھا ڈلی کوئی چیز بغیر اجازت کے لینا درست نہیں۔ جو لیا ہے اس کے دام دینا واجب ہیں یا اس سے کہہ کے معاف کرا لے نہیں تو قیامت کے دن دینا پڑے گا۔

مسئلہ :- شوہر اپنے واسطے کوئی کپڑا لایا ' بیوی نے قطع کرتے وقت کچھ اس میں سے بچا کر چرا رکھا اور اس کو نہیں بتایا یہ بھی جائز نہیں۔ جو کچھ لینا ہو کہہ کے لینا چاہئے۔

مسئلہ :- سفر میں ایک ساتھی نے وفات پائی۔ دوسروں نے اس کا سامان فروخت کر کے تجہیز و تکفین کی اور باقی مال وارثوں کے حوالے کیا تو جائز ہے۔

مسئلہ :- مریض کے مال میں سے اس کی اجازت کے بغیر اس کے باپ یا بیٹے نے یا سفر میں ہو تو سفر کے ساتھی نے مریض کی ضرورت کی چیزیں خریدیں تو یہ جائز ہے۔

مسئلہ :- ایک قبر کھودی دوسرے نے اپنا مردہ وہاں دفن کر دیا۔ اگر زمین کھودنے والے کی ملکیت ہو تو میت کو وہاں سے منتقل کرا سکتا ہے اور اگر زمین مباح یا وقف ہو تو کھدائی کی اجرت وصول کر سکتا ہے۔

مسئلہ :- اگر کسی نے کوئی جائیداد غصب کی اور پھر اس سے خود نفع اٹھایا یا اس کو یونہی چھوڑے رکھا تو غصب کرنے والے پر تاوان نہیں آتا سوائے ان تین صورتوں کے

1- غصب شدہ جائیداد وقف ہو خواہ رہائش کیلئے یا کرایہ کیلئے۔

2- وہ یتیم کا مال ہو

3- مالک نے اس کو کرایہ حاصل کرنے کی غرض سے تعمیر کیا ہو یا خریدا ہو یا وہ تین سال سے زائد عرصہ اس کو کرایہ پر دے چکا ہو۔

باب : 25

اکراہ یعنی کسی پر زبردستی کرنے کا بیان

کوئی شخص دھمکی اور زبردستی کے ساتھ دوسرے کو اپنے مطلوبہ کام کے کرنے پر مجبور کردے تو اس کو اکراہ کہتے ہیں۔ اکراہ کی دو قسمیں ہیں۔

1۔ اکراہ تام: یہ وہ اکراہ ہے جس میں جان یا عضو کے اتلاف کی یا شدید مار پیٹ کی دھمکی دی گئی ہو۔

2۔ اکراہ ناقص: یہ وہ اکراہ ہے جس میں قید و حبس' بیڑیاں ڈالنے اور خفیف مارپیٹ کی دھمکی دی گئی ہو۔

مسئلہ :۔ خفیف مارپیٹ کی دھمکی دی ہو لیکن شرمگاہ پر یا آنکھ پر مارنے کی دھمکی ہو تو یہ شدید کے حکم میں ہوگی۔

اکراہ ثابت ہونے کے لئے چار چیزیں شرط ہیں

1۔ مجبور کرنے والا جو دھمکی دے رہا ہے وہ اس کو پورا کرنے کی قدرت رکھتا ہو۔

2۔ مجبور شخص کو یقین یا گمان غالب ہو کہ زبردستی کرنے والا شخص اس کے ساتھ ایسا کرگزرے گا۔

3۔ دھمکی ایسی ہو جو موجب غم ہو مثلاً" جان یا عضو کے اتلاف کی ہو یا مال کے اتلاف کی ہو۔

4۔ دھمکی سے پہلے مجبور شخص وہ کام کرنے پر تیار نہ ہو خواہ اپنے حق کی وجہ سے کہ اپنا مال تلف کرنے پر مجبور کیا ہو' خواہ دوسرے کے حق کی وجہ سے کہ کسی دوسرے کا مال تلف کرنے پر مجبور کیا ہو' خواہ شرع کے حق کی وجہ سے ہو مثلاً" شراب پینے یا زنا کرنے پر مجبور کیا ہو۔

مسئلہ :- بادشاہ اور حاکم کا حکم بھی اکراہ ہے اگرچہ اس نے دھمکی نہ دی ہو۔

مسئلہ :- شوہر اپنی بیوی کو مجبور کرے تو اس سے بھی اکراہ ثابت ہوتا ہے۔

اکراہ اور مالی معاملات

اکراہ تام کی بنا پر مجبور شخص نے بیع و شراء کی یا اجارہ یعنی کرایہ پر لینے دینے کا معاملہ کیا تو یہ معاملات منعقد تو ہو جائیں گے لیکن لازم نہیں ہوتے اور قابل فسخ ہوتے ہیں۔ بعد میں مجبور شخص چاہے تو معاملہ کو برقرار رکھے اور چاہے تو اس کو فسخ کر دے۔ اگر اکراہ ناقص کی بنا پر' معاملات کئے تو نافذ ہونگے الا یہ کہ کوئی صاحب منصب شخص ہو جسکو اکراہ ناقص سے بھی ضرر ہوتا ہو۔

حرام کھانا پینا

مردار یا خنزیر کا گوشت کھانے یا خون یا شراب پینے پر اگر اکراہ ناقص ہو تو یہ کام کرنا جائز نہیں اور اگر اکراہ تام ہو تو ان کو کرنا جائز ہے بلکہ کرنا فرض ہو جاتا ہے حتیٰ کہ اگر حرام نہ کھایا یا نہ پیا اور قتل کر دیا گیا تو گناہگار ہوگا۔

البتہ اس پر اگر کافر مجبور کرتے ہوں اور ان کو غصہ دلانے کے لئے نہ کھائے پیئے تو جائز ہے۔

اسی طرح اگر کسی مجبور شخص کو معلوم نہ تھا کہ ایسے اکراہ میں ان کاموں کے کرنے کی اجازت ہے تو اس کو بھی گناہ نہ ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرنا اور نبی ﷺ پر سب و شتم کرنا

اگر اکراہ تام ہو تو ان کے کرنے کی رخصت ہے بشرطیکہ دل ایمان پر جما ہوا ہو۔ اور اگر صبر کر لے اور قتل ہو جائے تو اجر ملے گا۔ رخصت کی صورت میں اگر توریہ کا خیال آجائے تو توریہ کرنا لازم ہے مثلاً" سب و شتم کرتے ہوئے کسی اور محمد نامی شخص کی نیت کر لے اور سجدہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرنے کی نیت کر لے۔

اگر اکراہ ناقص ہو تو ان باتوں کی رخصت نہیں ہے۔

فرائض ترک کرنا

اکراہ تام ہو تو فرض روزہ توڑنے یا فرض نماز ترک کرنے کی رخصت ہے۔ لیکن اگر صبر کرلے اور قتل ہو جائے تو اجر ملے گا اور اگر اکراہ ناقص ہو تو ایسا کرنے کی رخصت نہیں ہے۔

کسی دوسرے کا مال تلف کرنا

اگر اکراہ تام ہو تو کسی دوسرے مسلمان یا ذمی کے مال کو تلف کرنے کی رخصت ہے اور تاوان مجبور کرنے والے کے ذمہ ہی ہو گا۔ لیکن اگر رخصت پر عمل نہ کرے اور صبر کرلے تو اجر ملے گا۔ اور اگر اکراہ ناقص ہو تو پھر دوسرے مسلمان یا ذمی کا مال تلف کرنے کی رخصت نہیں ہے۔

کسی دوسرے کو قتل کرنا یا اس کا عضو کاٹنا

اکراہ تام بھی ہو تب بھی کسی دوسرے مسلمان یا ذمی کو قتل کرنے یا اس کے عضو کو کاٹنے کی رخصت نہیں ہے۔ لیکن اگر ایسا کیا تو مجبور شخص گناہگار ہو گا اور مجبور کرنے والے سے قصاص لیا جائے گا۔ اور اگر اکراہ ناقص کی بنا پر قتل کیا تو قتل کرنے والے سے قصاص لیا جائے گا۔

زنا کرنا

اگر مرد پر اکراہ تام ہو تو اس کو زنا کرنے کی رخصت نہیں ہے اگرچہ جس عورت سے کرنے پر مجبور کیا جا رہا ہو وہ راضی ہو کیونکہ اس سے جو بچہ ہو گا اس کا نسب ثابت نہ ہونے کی وجہ سے اس کا باپ نہ ہو گا جو اس کی پرورش کرے۔ اس طرح سے گویا بچے کو ہلاکت میں ڈال دیا۔ تو جیسے بچے کو قتل کرنا جائز نہیں اسی طرح ایسا کام کرنا جس سے بچہ ہلاکت میں پڑ جائے یہ بھی جائز نہیں۔ لیکن اگر مرد نے زنا کرلیا تو اس پر زنا کی حد نہیں لگے

گی۔

اگر عورت پر اکراہ تام ہو تو اس کے لئے رخصت ہے اور اگر عورت پر اکراہ ناقص ہو تو رخصت نہیں۔

اکراہ ناقص کے وقت زنا کرلیا تو اگر اکراہ ناقص مرد پر تھا تو اس کو حد لگے گی اور اگر عورت پر تھا تو اس کو حد نہیں لگے گی۔ کیونکہ مرد کے حق میں جب اکراہ تام رخصت نہیں ہے تو اکراہ ناقص شبہ نہیں بنے گا جبکہ عورت کے حق میں چونکہ اکراہ تام رخصت ہے تو اکراہ ناقص شبہ ہو گا۔

طلاق

اکراہ تام ہو یا اکراہ ناقص ہو اگر اس سے مجبور ہو کر کسی نے اپنی بیوی کو طلاق کا لفظ کہہ دیا تو طلاق واقع ہو جائے گی۔ البتہ اگر زبان سے تو نہیں کہلوایا لیکن طلاق نامہ پر زبردستی کر کے دستخط کروائے یا طلاق ہی لکھوائی تو وہ واقع نہیں ہوتی۔

تنبیہ : اتنا مال تلف کرنے کی دھمکی دی جو غم اور پریشانی کی موجب ہو اس سے بھی اکراہ ثابت ہو جاتا ہے۔ پورے مال کو تلف کرنے کی دھمکی جان کی ہلاکت کی دھمکی کے برابر ہے۔

اسی طرح اولاد کو یا والدین کو قید کرنے کی دھمکی بھی اکراہ میں شامل ہے۔

باب : 26

صلح کا بیان

صلح ایسے معاملہ کو کہتے ہیں جو مدعی اور مدعا علیہ کے درمیان جھگڑے اور تنازعہ کو دور کرتا ہے۔ اس کی تین قسمیں ہیں۔

-1 مدعا علیہ دعویٰ کا اعتراف کر کے مدعی سے صلح کرے: اس کی دو صورتیں ہیں

-i دعویٰ مال کا ہو اور صلح بھی مال پر ہو مثلاً" زید نے بکر پر دعویٰ کیا کہ یہ مکان میرا ہے۔ بکر نے اعتراف کیا کہ ہاں یہ مکان تمہارا ہی ہے لیکن تم اب یہ مکان چھوڑو اور مجھ سے پانچ لاکھ روپے لے لو۔ زید اس پر راضی ہو جائے۔ اس قسم کی صلح کو بیع اعتبار کیا جائے گا اور اس میں بیع کے حقوق یعنی حق شفعہ' عیب کی بنا پر رد کرنے اور خیار رویت اور خیار شرط کے حق جاری ہوتے ہیں۔

-ii دعویٰ مال کا ہو اور صلح منفعت پر ہو جائے مثلاً" زید نے بکر پر کچھ مال کا دعویٰ کیا۔ بکر نے کہا مجھے تمہارا دعویٰ تسلیم ہے لیکن اس مال کے بجائے تم میرے فلاں مکان میں ایک سال رہ لو۔

یہ اجارہ کی صورت متصور ہوگی اور اس میں اجارہ (کرایہ پر لین دین) کے احکام جاری ہوں گے لہٰذا اس میں مدت کا تعین شرط ہے کہ مدعی اس مکان میں کتنا عرصہ رہے گا۔

-2 مدعا علیہ دعویٰ کا انکار کرے پھر مدعی سے کسی مال یا منفعت پر مصالحت کرلے۔

-3 مدعا علیہ دعویٰ کا نہ اقرار کرے اور نہ انکار کرے بلکہ اس کے بارے میں سکوت اختیار کرے لیکن مدعی سے مال یا منفعت پر مصالحت کرلے۔

ان دونوں قسموں میں اگرچہ مدعی کے حق میں وہ مال جو اس نے لیا ہے معاوضہ

سمجھا جائے گا لیکن مدعا علیہ کے حق میں اس کا دیا ہوا مال اس کی قسم کا فدیہ سمجھا جائے گا۔ مطلب یہ ہے کہ جب مدعی دعویٰ کرے لیکن اس کے پاس گواہ نہ ہوں اور مدعا علیہ دعویٰ کو تسلیم نہ کرے تو اس کے ذمہ لازم آتا ہے کہ وہ عدالت میں قسم کھائے اس بات پر کہ مدعی اس پر جس حق اور مال کا دعویٰ کر رہا ہے وہ اس پر نہیں آتا۔ لیکن بعض لوگ اپنی جانب میں سچے ہونے کے باوجود قسم کو بہت بڑی چیز سمجھتے ہوئے قسم نہیں کھاتے اور دعویٰ کی رقم محض قسم سے بچنے کے لئے دے دیتے ہیں۔ اس کو کہا جاتا ہے کہ انہوں نے قسم کا فدیہ دیا ہے۔

چونکہ یہ مدعا علیہ کے حق میں قسم کا فدیہ متصور ہوگا اس لئے اگر دعویٰ غیر منقولہ جائیداد کا ہو تو اس پر اس کے پڑوسی کو حق شفعہ حاصل نہ ہوگا۔

مسئلہ :- دعویٰ مال کا ہو یا صلح کا ہو یا جنایت (مثلاً قتل عمد) کا ہو، صلح ہر صورت میں جائز ہے البتہ حد پر صلح نہیں ہو سکتی۔

مسئلہ :- ایک مرد کی طرف سے ایک عورت پر نکاح کا دعویٰ ہو۔ عورت کچھ مال دے کر اس کو دعویٰ سے دستبرداری پر آمادہ کر لے تو اگر عورت دعویٰ قبول کرتی ہو تب تو خلع ہونا واضح ہے اور اگر عورت دعویٰ کا انکار کرتی ہو یا سکوت کرتی ہو تو پھر صرف اس مرد کے حق میں خلع شمار ہوگا۔

مسئلہ :- مدعا علیہ نے مدعی سے کہا کہ میں تیرے مال کا اقرار اس وقت تک نہ کروں گا جب تک تو مجھے مہلت نہ دیدے یا اس میں سے کچھ کم نہ کر دے۔ مدعی نے اس کی بات کو منظور کر لیا تو یہ جائز ہے۔

مسئلہ :- کسی شخص کے بیس روپے دوسرے شخص کے ذمہ واجب ہوں اور وہ کہے کہ چلو خیر تم پندرہ ہی دے دو تو یہ جائز ہے۔

مسئلہ :- اور اگر بیس روپے میعادی واجب ہوں مثلاً تم نے کوئی مال بیس روپے میں خریدا تھا اور قیمت کی ادائیگی کے لئے ایک مہینہ کی مہلت ٹھہرائی تھی۔ اب بائع چاہتا ہے

بیچتا ہو یا آتش بازی کا سامان بناتا اور فروخت کرتا ہو وغیرہ ان پر بلکہ ہر غیر شرعی کام اور پیشہ کرنے والے پر بھی پابندی عائد کی جاسکتی ہے۔

مسئلہ:۔ وہ آزاد شخص جو مقروض ہو اور قرض ادا نہ کرتا ہو قاضی اس کو قید کر سکتا ہے تاکہ وہ قرض واپس کر دے۔ اور اس کے لئے قاضی اس کو مجبور کر سکتا ہے کہ اگر اس کے پاس نقدی نہ ہو لیکن سامان اور جائیداد ہو تو ان کو فروخت کر کے قرض ادا کرے۔

باب : 28

قضا

عہدہ قضا قبول کرنے کے اعتبار سے حکم پانچ ہیں۔

1- واجب: اس شخص کے لئے جو اس کام کے لائق ہو اور اس کے علاوہ کوئی اور شخص اس کا اہل موجود نہ ہو۔

2- مستحب: اس شخص کے لئے کہ جس کے علاوہ اس کام کے لائق لوگ موجود ہیں لیکن یہ ان سے بہتر ہو۔

3- اختیاری: اس شخص کے لئے جس کے علاوہ اور بھی قضاء کے کام کی لیاقت اور درستگی اس کے برابر رکھتے ہوں۔

4- مکروہ: اس شخص کے لئے جو اس کام کے لائق تو ہو لیکن دوسرا اس سے بہتر اور زیادہ لائق موجود ہو۔

5- حرام: اس شخص کے لئے جو اپنی باطنی حالت سے واقف ہے کہ وہ ہوس پرستی اور ظلم کرنے سے نہ بچ سکے گا۔

عہدہ قضاء کے لائق شخص میں شرائط

(1) مسلمان ہو لہذا کافر قاضی وجج نہیں بن سکتا۔

(2) مکلف ہو یعنی عاقل بالغ ہو لہذا بچہ اور دیوانہ قاضی نہیں بن سکتا۔

(3) آزاد ہو لہذا غلام قاضی نہیں بن سکتا۔

(4) بینا ہو اندھا نہ ہو۔

(5) گونگا بہرا نہ ہو بلکہ اونچا بھی نہ سنتا ہو۔

(6) اس کو کبھی حد قذف نہ لگی ہو۔

تنبیہہ نمبر1: حدود و قصاص کے علاوہ دیگر معاملات میں اگر عورت کو قاضی بنا دیا جائے

اور وہ فیصلہ دے تو اس کے فیصلے نافذ ہوں گے۔ لیکن عورت کو قاضی مقرر کرنا سخت گناہ ہے۔ حدود و قصاص میں عورت کی قضا نافذ نہیں ہوتی۔

تنبیہہ نمبر2: فاسق کو بھی قاضی مقرر کر دیا جائے تو وہ قاضی ہو جاتا ہے اگرچہ اس کو قاضی مقرر کرنا غیر مناسب اور گناہ کی بات ہے جبکہ رعیت میں ایسے لوگ موجود ہوں جو عادل و عالم ہوں۔

تنبیہہ نمبر3: قاضی کے لئے ماہر فقیہ ہونا اولویت کی بات ہے شرط نہیں ہے' کیونکہ قاضی کا اصل کام یہ ہے کہ وہ حقدار کو اس کا حق دلوا دے۔ تو اگر وہ خود ماہر فقیہ نہ ہو تو دوسرے ماہرین فقہ سے فتویٰ لے کر فیصلہ دے گا۔ البتہ حاکم کے لئے ماہرین کے ہوتے ہوئے غیر ماہر کو عہدہ قضا پر مقرر کرنا بھی گناہ کی بات ہے۔

تنبیہہ نمبر4: جس حکومت سے عہدہ قضاء حاصل کرے اس کے سربراہ کا مسلمان ہونا شرط نہیں ہے بلکہ کافر حکومت سے بھی عہدہ قضا لے سکتا ہے جبکہ حکومت حق کے ساتھ فیصلہ کرنے سے نہ روکتی ہو۔

قضا کے ضابطے

1- قضا کی جگہ شہر کے وسط میں مسجد میں ہو یا دارالقضاء میں ہو تاکہ لوگوں کی وہاں تک رسائی آسان ہو۔

2- قریبی محرم مثلاً" بھائی بہن کے علاوہ قاضی کسی سے ہدیہ قبول نہ کرے۔ اگر کسی سے پہلے ہی سے ہدیہ کے لین دین کا معمول ہو تو اس سے سابقہ معمول سے سے زائد مالیت کا ہدیہ نہیں لے سکتا۔

3- جن سے ہدیہ لینا منع ہے' ان سے قرض لینا یا عاریت لینا بھی منع ہے۔

4- رشوت لینا تو منع ہے ہی رشوت لینے کا کوئی حیلہ بھی جائز نہیں مثلاً" اتنی کم قیمت پر کوئی چیز خریدنی کہ اس قیمت میں وہ شے عام طور سے فروخت نہیں ہوتی۔

-5 مقدمہ کے فریقین میں سے کوئی قاضی کو اپنے ہاں دعوت میں بلائے خواہ وہ دعوت عام ہو جیسے ولیمہ وغیرہ یا خاص قاضی ہی کے اعزاز میں کی گئی ہو تو قاضی کو اس میں شریک ہونے کی اجازت نہیں۔

اگر فریقین کے علاوہ کوئی اور شخص دعوت کرے تو دعوت عام میں تو شرکت کر سکتا ہے لیکن دعوت خاص میں (یعنی جو صرف قاضی کے اعزاز میں کی گئی ہو اس میں) شرکت نہیں کر سکتا۔

-6 فریقین کے علاوہ کسی کا جنازہ ہو تو اس میں شرکت کر سکتا ہے۔ اسی طرح فریقین کے علاوہ اگر کوئی بیمار ہو تو اس کی عیادت کے لئے جاسکتا ہے لیکن وہاں زیادہ دیر نہ ٹھہرے۔

-7 قاضی کو ہر ایسی حالت اور حرکت سے اجتناب ضروری ہے جس سے تہمت یا بدگمانی آتی ہو مثلاً"

(الف) کسی ایک فریق کا استقبال کرنا یا اس کے ساتھ خلوت میں بیٹھنا خواہ عدالت میں ہو یا عدالت سے باہر مثلاً" اپنے گھر میں ہو۔

(ب) کسی ایک کی طرف ہاتھ سے یا سر سے یا آنکھ سے اشارہ کرنا یا کسی ایک کی طرف دیکھ کر مسکرانا۔

(ج) کسی ایک سے سرگوشی کرنا۔

(د) کسی ایک سے ایسی زبان میں بات کرنا جو دوسرا فریق نہیں سمجھتا۔

(ہ) کسی ایک فریق کو حجت کی تلقین کرنا یا اس کے گواہ کو گواہی تلقین کرنا مثلاً" یوں کہنا کہ کیا تم فلاں فلاں بات کا دعویٰ کرتے ہو یا تم فلاں فلاں بات کی گواہی دیتے ہو (کیونکہ اس سے یہ بدگمانی اور تہمت پیدا ہوتی ہے کہ قاضی اس شخص کو اس کے فائدے کے نکات سمجھا رہا ہے۔)

البتہ اگر عدالت کے رعب و ہیبت کی وجہ سے فریق یا گواہ بولنے سے عاجز ہو جائے تو قاضی اس وجہ سے اس کو تلقین کر سکتا ہے۔

8- قاضی عدالت میں جائز مزاح کو بھی اختیار نہ کرے اور نہ ہی کسی شے کی خرید و فروخت میں لگے۔

9- فریقین کو بٹھانے میں ان کی طرف دیکھنے میں اور توجہ کرنے میں برابری کرے اگرچہ ان میں سے ایک فریق بہت بڑے مرتبہ کا ہو اور دوسرا عام آدمی ہو۔

10- جب غم، غصہ، بھوک یا نیند کے غلبہ کی وجہ سے قاضی کا ذہن تشویش میں ہو اور وہ صحیح غور و فکر نہ کر سکتا ہو اس وقت میں وہ فیصلہ نہ سنائے۔

تنبیہہ : قاضی کے لئے جائز نہیں کہ وہ اپنے اصول وغیرہ یا اپنی بیوی یا اپنے شریک یا اپنے ملازم (یعنی اجیر خاص) کا دعویٰ سنے اور اس کے حق میں فیصلہ دے۔ یہ لوگ اپنا مقدمہ کسی دوسرے قاضی کی عدالت میں لے جائیں۔

طریق قضاء کی تفصیل:۔

جب فریقین قاضی کے پاس فیصلہ کروانے آئیں، تو ان پر لازمی نہیں کہ قاضی کو سلام کریں اور اگر کرلیں تو قاضی پر ان کو سلام کا جواب دینا لازمی نہیں۔ البتہ گواہ قاضی کو سلام بھی کر سکتے ہیں اور قاضی ان کو سلام کا جواب بھی دے گا۔

1- قاضی مدعی کو حکم دے گا کہ وہ یا اس کا وکیل دعویٰ زبانی پیش کرے اور اگر پہلے سے تحریری دعویٰ جمع کرایا جا چکا ہے تو اس کو پڑھے، دعویٰ کی تین صورتیں ہیں۔

(الف) دعویٰ سرے سے باطل ہو۔ باطل دعویٰ کے بارے میں ضابطہ یہ ہے کہ یہ وہ ہوتا ہے کہ جس سے فریق مخالف پر کچھ لازم نہیں آتا۔ مثلاً" ایک شخص دعویٰ کرے کہ زید نے مجھے اپنی سائیکل ہبہ کی اور ابھی میں اس پر قبضہ نہیں کرپایا تھا کہ زید ہبہ سے پھر گیا، لہٰذا زید سے مجھے سائیکل دلوائی جائے۔ چونکہ قبضہ کے بغیر ہبہ پورا نہیں ہوتا لہٰذا دعویٰ باطل ہے۔ دعویٰ کے باطل ہونے کی صورت میں قاضی دعویٰ کو خارج اور رد کردے گا۔

(ب) دعویٰ بالکل صحیح ہو۔

قاضی اس کو قبول کر کے آگے کاروائی کرے گا۔

(ج) دعویٰ میں کچھ نقص و فساد ہو جو دور کیا جاسکتا ہو۔ مثلاً" کوئی قید یا شرط ذکر نہ کی گئی ہو۔ اس صورت میں قاضی اس کے بارے میں سوال کرے گا۔ اگر مدعی اپنے بیان سے اس نقص کو دور کر دے تو دعویٰ مزید کاروائی کے لئے منظور کرلیا جائے گا اور اگر مدعی اس نقص کو دور نہ کر سکے تو مزید کاروائی نہ ہوگی۔ مثلاً" کسی زمین کے بارے میں دعویٰ ہو اور اس کی حدود ذکر نہ کی گئی ہوں پھر قاضی کے پوچھنے پر مدعی نے حدود ذکر کردیں تو دعویٰ صحیح ہوگیا اور اگر یہ دعویٰ ہو کہ زید نے مجھ سے دینار قرض لئے تھے اور سوال پر بھی مدعی یہ نہ بتائے کہ وہ دینار کتنے تھے تو مزید کاروائی نہ ہوگی۔

2- جب دعویٰ صحیح ہو یا صحیح ہو جائے تو قاضی مدعا علیہ سے جواب طلبی کرے گا کہ مدعی تم پر اس طرح کا دعویٰ کرتا ہے تو تم اس بارے میں کیا کہتے ہو۔

اگر مدعا علیہ دعویٰ کا اقرار کرلے تو قاضی اس پر اس کے اقرار کے سبب سے مدعا لازم کردے گا لیکن اگر مدعا علیہ دعویٰ کو ماننے سے انکار کردے۔

3- تو قاضی مدعی سے اس کے دعویٰ کے اثبات میں ثبوت طلب کرے گا۔ ثبوت کے طور پر مدعی گواہ یا دیگر قطعی دلائل مثلاً" معاملہ سے متعلق اصل دستاویزات پیش کرے۔

گواہ پیش کئے گئے ہوں تو ان کے تزکیہ کے بعد قاضی مدعی کے حق میں فیصلہ دے گا۔

4- اگر مدعی کوئی ثبوت پیش نہ کر سکے تو اس کے طلب کرنے پر قاضی مدعا علیہ سے اس کے (دعویٰ سے) انکار پر قسم لے گا۔ اگر مدعا علیہ حلف اٹھا لے یا مدعی اس سے حلف کا مطالبہ نہ کرے تو قاضی مدعی کو مدعا علیہ سے تعرض کرنے سے منع کر

دے گا۔

5- اگر مدعا علیہ حلف اٹھانے سے انکار کر دے تو حاکم اس کے حلف سے انکار پر مدعی کے حق میں فیصلہ دیدے۔

تنبیہہ نمبر1: قسم صرف مدعا علیہ پر آتی ہے۔ اگر یہ سمجھوتہ ہو جائے کہ اگر مدعی قسم کھالے تو مدعا علیہ اس کو مال دے دے گا تو یہ باطل ہے کیونکہ اس سے شریعت کا حکم بدلتا ہے۔

تنبیہہ نمبر2: اگر مدعا علیہ سکوت پر اصرار کرے اور ہاں ناں کچھ نہ کہے تو اس کے سکوت کو انکار سمجھا جائے گا۔ اسی طرح اگر یوں کہا کہ میں نہ اقرار کرتا ہوں نہ انکار کرتا ہوں تو یہ اس کی طرف سے انکار شمار ہو گا۔

تنبیہہ نمبر3: فریقین آپس میں رشتے دار ہوں یا ان میں مصالحت کی طرف میلان نظر آتا ہے تو قاضی ان کو ایک دو مرتبہ صلح کرنے کی ترغیب دے' لیکن جب قاضی کو تحقیق ہو جائے کہ کون حق پر ہے اور کون ظلم کر رہا ہے پھر ایسا نہ کرے۔

مسئلہ: قاضی کے فیصلہ دینے کے وقت فریقین کی موجودگی ضروری ہے' لیکن مدعی کے دعویٰ کے بعد مدعا علیہ دعویٰ کا اقرار کر لے پھر قاضی کے فیصلہ دینے سے پہلے عدالت سے چلا جائے تو قاضی اس کی عدم موجودگی میں اس کے اقرار کی بناء پر فیصلہ دے سکتا ہے۔ اسی طرح مدعا علیہ نے دعویٰ کا انکار کیا اور مدعی نے گواہ پیش کر دیئے پھر مدعا علیہ گواہوں کے تزکیہ اور قاضی کے فیصلہ دینے سے پہلے غائب ہو جائے تو قاضی گواہوں کا تزکیہ کرا کے اس کی عدم موجودگی میں مدعا علیہ کے خلاف فیصلہ دے سکتا ہے۔

مسئلہ: جب مدعا علیہ نہ تو خود عدالت میں حاضر ہو اور نہ ہی اپنے وکیل کو بھیجے اور اس کو حاضر کرانا بھی ممکن نہ ہو تو اس کو تین مرتبہ طلب کیا جائے گا جس کی صورت یہ ہے کہ قاضی اس کو مختلف ایام میں تین مرتبہ دعویٰ کی نقل بھیجے اور اس کو طلب کرے۔ اور یہ بھی لکھ دے کہ اگر وہ نہ آیا تو اس کے لئے قاضی خود ایک وکیل مقرر کر دے گا جو دعویٰ

اور گواہی سن لے گا۔ اگر مدعا علیہ اس پر بھی نہ تو خود حاضر ہو اور نہ ہی اپنا وکیل بھیجے تو قاضی اس کے لئے وکیل مقرر دے گا جو مدعا علیہ کے حقوق کی رعایت کرے گا اور اس وکیل کی موجودگی میں قاضی دعویٰ اور گواہی کو سنے اور تحقیق سے صحیح ثابت ہو تو اس کے مطابق فیصلہ جاری کر دے۔

مسئلہ: جس کے خلاف فیصلہ ہوا ہو وہ اگر یہ دعویٰ کرے کہ فیصلہ اصول شرعیہ کے خلاف ہوا ہے اور مخالف ہونے کے پہلو کو بیان بھی کر دے اور نئے سرے سے فیصلہ کو طلب کرے تو فیصلہ پر نظر ثانی کی جائے گی۔ اگر اصول شرعیہ کے موافق پایا گیا تو برقرار رکھا جائے گا ورنہ دوسرا موافق شریعت فیصلہ دیا جائے گا۔

مسئلہ: مدعا علیہ کی جانب سے دعویٰ کا دفعیہ قاضی کے حکم دینے سے پہلے بھی کیا جا سکتا ہے اور بعد میں بھی کیا جا سکتا ہے جبکہ مدعا علیہ دعویٰ میں ایسا ثبوت پیش کرے جو شرعاً مقبول ہو اور دعویٰ کے دفعیہ کا دعویٰ کرے اور نئے سرے سے دعویٰ کے سماع کا مطالبہ کرے تو جس کے حق میں فیصلہ ہوا اس کی موجودگی میں اس کا دعویٰ سنا جائے گا۔

اس کی یہ مثال ہے کہ زید نے بکر کے استعمال میں ایک مکان کے بارے میں دعویٰ کیا کہ یہ مکان اس کے والد کی طرف سے میراث میں اس کا حق ہے اور اس بارے میں ثبوت پیش کر دیئے۔ قاضی نے زید کے حق میں فیصلہ دے دیا۔ بعد میں بکر کو اس بات کے دستاویزی ثبوت مل گئے یا عینی گواہ مل گئے کہ بکر کے والد نے زید کے والد سے وہ مکان خرید لیا تھا۔ اس بات کے ثابت ہونے پر قاضی کا سابقہ فیصلہ ختم ہو جائے گا اور مدعی کا دعویٰ بھی ساقط ہو جائے گا۔

شہادت

کسی کے حق کو دوسرے کے ذمہ میں ثابت کرنے کے لئے قاضی کی عدالت میں اس کے روبرو اور فریقین مقدمہ یا ان کے وکیلوں کی موجودگی میں جو خبر ان الفاظ کے ساتھ دی جاتی ہو کہ میں شہادت (یا گواہی) دیتا ہوں اس کو شہادت کہتے ہیں۔

گواہی دینے کا حکم:۔

1- حق عبد ہو تو مدعی کی طلب پر شہادت کی ادائیگی واجب ہے جبکہ ان کے علاوہ اور گواہ نہ ہوں۔ اسی طرح گواہی کی ادائیگی اس وقت بھی واجب ہے جب مدعی کی حق تلفی کا خوف ہو اور مدعی کو اس کے گواہ ہونے کا علم نہ ہو۔

2- حقوق اللہ ہوں تو بلا طلب بھی گواہی دینا واجب ہے جیسے طلاق کا واقعہ ہو۔

3- حدود اللہ ہوں تو ان میں پردہ پوشی اچھی ہے جبکہ مجرم برائی پر اصرار نہ کرتا ہو۔ لہٰذا چوری میں یوں کہے کہ اس شخص نے مال لیا ہے یا اٹھایا ہے یوں نہ کہے کہ اس نے چرایا ہے۔

شہادت کا نصاب:۔

1- زنا میں چار مرد گواہوں کا ہونا ضروری ہے۔

2- دیگر حدود اور قصاص میں دو مرد گواہوں کا ہونا ضروری ہے۔

3- وہ امور جن پر عام طور سے صرف عورتیں ہی مطلع ہوتی ہیں جیسے ولادت' بکارت اور عورتوں کے عیوب تو ان میں صرف ایک عورت کی گواہی کافی ہے۔

4- دیگر معاملات خواہ وہ مالی ہوں یا غیر مالی ہوں (جیسے نکاح' طلاق' وکالت' وصیت ہبہ' اقرار وغیرہ) ان میں دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کا بطور گواہ ہونا ضروری ہے۔

تنبیہ نمبر1:۔ بچوں کے بارے میں تنہا معلم کی گواہی قبول ہوگی۔

تنبیہ نمبر2:۔ ایسی جگہ جہاں فقط عورتیں ہوں اور وہاں قتل کا کوئی واقعہ ہو جائے تو دیت کی خاطر تنہا عورتوں کی گواہی بھی معتبر ہوگی۔

کن لوگوں کی گواہی مقبول نہیں:۔

1- نابینا 2- گونگا 3- بچہ 4- جس کو کبھی حد قذف لگی ہو اگرچہ اس نے توبہ بھی

کرلی ہو۔ 5- زوجین کی ایک دوسرے کے حق میں۔ 6- آدمی کی اپنے اصول و فروع کے حق میں۔ 7- گواہوں کی ان لوگوں کے خلاف جن کے ساتھ گواہوں کی دنیوی عداوت ہو۔ 8- جس گواہ کا خرچہ وہ آدمی اٹھاتا ہو جس کے حق میں گواہی دے رہا ہے مثلاً خاص شاگرد یا اجیر خاص۔ 9- کافر کی مسلمان کے خلاف۔

گواہ کے لئے عادل ہونے کی شرط:۔

گواہ کیلئے شرط ہے کہ وہ عادل ہو فاسق نہ ہو (اور عادل وہ مسلمان ہوتا ہے جو کبیرہ گناہوں سے بچتا ہو اور صغیرہ گناہوں پر اصرار نہ کرتا ہو) اگرچہ باتفاق فقہاء اس کا مطلب یہ ہے کہ فاسق کی شہادت کو قبول کرنا اور اس کے مطابق فیصلہ کرنا قاضی پر واجب نہیں' لیکن اگر قاضی کو قرائن سے معلوم ہو جائے کہ یہ جھوٹ نہیں بولتا اس بنا پر وہ فاسق کی شہادت پر کوئی فیصلہ کردے تو یہ فیصلہ صحیح اور نافذ ہے۔ اس زمانے میں جبکہ فسق کی بہت سی صورتیں مثلاً" داڑھی مونڈنا وغیرہ ایسی عام ہوگئی ہیں کہ اگر ان کی وجہ سے شہادت کو مطلقاً" رد کر دیا جائے تو بہت سے معاملات کا ثبوت کسی طرح نہ ہو سکے گا فقہاء کے فاسق کے بارے میں اس قول کے علاوہ کوئی چارہ نہیں ہے۔

بغیر دعویٰ کے حسبۃ للہ گواہی دے سکتا ہے:۔

طلاق' وقف' رمضان کے چاند' خلع' ایلاء اور ظہار کے بارے میں اور قذف و چوری کے علاوہ باقی حدود کے بارے میں بھی بغیر دعویٰ کے گواہی دے سکتے ہیں۔

گواہوں کا تزکیہ:۔

1- جب گواہ گواہی دیدیں تو قاضی دوسرے فریق سے پوچھے گا کہ تم ان دو کی گواہی کے بارے میں کیا کہتے ہو۔ یہ اپنی گواہی میں سچے ہیں یا نہیں؟
اگر وہ کہے کہ یہ دونوں عادل ہیں یا دونوں اپنی گواہی میں سچے ہیں تو یہ اس فریق کی جانب سے دعویٰ کا اعتراف ہوا۔

لیکن اگر وہ یہ کہے کہ یہ جھوٹے گواہ ہیں یا کہے کہ اگرچہ یہ عادل ہیں لیکن انہوں نے اس گواہی میں خطا کی ہے یا یہ دونوں واقعہ بھول گئے ہیں یا کہا کہ یہ دونوں عادل ہیں لیکن مجھے دعویٰ تسلیم نہیں ہے تو قاضی ابھی فیصلہ نہیں دے گا بلکہ پہلے گواہوں کا تزکیہ کرائے گا۔ ان اقوال میں اگرچہ گواہوں کے عادل ہونے کو ذکر کیا گیا ہے لیکن مدعی اور گواہوں کی نظر میں دعویٰ کا انکار کرنے کی وجہ سے وہ جھوٹا بنا اور جھوٹے کا تزکیہ معتبر نہیں ہوتا۔

جن لوگوں کے ساتھ نسبت ہو ان ہی میں سے کسی عادل شخص سے تزکیہ کرایا جائے گا مثلاً" طالب علم ہو تو اس کے تعلیمی ادارے کے مدرس سے' اگر تاجر ہو تو معتبر تاجروں سے اور کسی محلہ سے تعلق ہو تو اس محلہ کے کسی فرد سے۔

تزکیہ پوشیدہ بھی ہوتا ہے اور اعلانیہ بھی۔ اعلانیہ کی صورت یہ ہوتی ہے کہ جس سے پوشیدہ تزکیہ کرایا ہے وہ عدالت میں آکر اعلانیہ اپنی رائے دے۔ لیکن آج کل فقط پوشیدہ تزکیہ پر عمل کیا جائے کیونکہ اعلانیہ کی صورت میں مجرم تزکیہ کرنے والوں کا دشمن بن جاتا ہے اور ان کو نقصان پہنچانے کے درپے ہوتا ہے۔

-2 حدود و قصاص میں ہر حال میں گواہوں کا تزکیہ کرانا ضروری ہے۔

گواہوں کی قسم:۔

جس کے خلاف گواہی ہوئی ہو وہ اگر قاضی پر اصرار کرے کہ وہ گواہوں سے اس بات پر حلف لے کہ وہ اپنی گواہی میں جھوٹے نہیں تھے تو قاضی ان سے حلف لے سکتا ہے۔ نیز وہ گواہوں سے یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ اگر تم نے حلف اٹھایا تو میں تمہاری گواہی قبول کروں گا ورنہ قبول نہیں کروں گا۔ بعض حضرات نے یہ بھی لکھا ہے کہ فسق کے غلبہ کی وجہ سے ہمارے زمانے میں تزکیہ دشوار ہو گیا ہے تو قاضی گواہوں سے قسم لے سکتے ہیں تاکہ ان کے سچے ہونے کا گمان غالب حاصل ہو سکے۔

باب : 29

حدود

حد (جمع حدود) اللہ تعالیٰ کے حق کے طور پر واجب ہونے والی متعین سزا کو کہتے ہیں۔ اور وہ یہ ہیں۔

(1) حد زنا (2) حد سرقہ (3) حد رہزنی

(4) حد شرب خمر (5) حد قذف (تہمت) (6) حد ارتداد

حد زنا

موجب حد زنا کی تعریف:۔ دارالاسلام میں کسی مکلف (یعنی عاقل و بالغ) اور قوت گویائی والے کا اپنی خوشی سے حشفہ کے بقدر اپنے آلہ تناسل کو کسی قابل شہوت (خواہ وہ فی الحال ہو یا کبھی رہی ہو اور اب بوڑھی ہو چکی ہو) عورت جو اس کی ملکیت (نکاح و غلامی) اور ملکیت کے شبہ سے عاری ہو اس کی آگے کی راہ میں داخل کرنا یا مرد کا مذکورہ عورت کو ایسا کرنے کی قدرت دینا یا عورت کا (اپنی رغبت سے) مرد کو ایسا فعل کرنے کی قدرت دینا۔

حد زنا:۔ محصن مرد و عورت میں رجم یعنی سنگساری ہے جبکہ غیر محصن میں سو کوڑے ہیں۔

محصن وہ شخص ہوتا ہے جو آزاد ہو عاقل بالغ مسلمان ہو اور جس نے صحیح نکاح کے بعد جماع کیا ہو اور جماع کے وقت بیوی میں بھی یہ مذکورہ تمام صفات پائی جاتی ہوں۔

حاکم کے پاس یا عدالت میں زنا دو طرح سے ثابت ہوتا ہے

1- گواہوں سے: چار مرد گواہ اس کی لفظ زنا کے ساتھ زبان سے گواہی دیں۔ جب وہ چاروں گواہی دیدیں تو قاضی ان سے پوچھے گا کہ زنا کس کو کہتے ہیں اور اس نے کہاں زنا کیا؟ وہ جواب میں یہ بھی کہیں کہ اس نے اس طرح سے اپنا آلہ تناسل داخل کیا جس

طرح سرمہ دانی میں سلائی۔ اس کے بعد قاضی ان سے زنا کی کیفیت' پھر زنا کے وقت' پھر مزنیہ عورت' پھر زنا کے مکان کے بارے میں دریافت کرے گا۔ اگر قاضی کی نظر میں وہ گواہ عادل ہوں تو اب قاضی مجرم سے اس کے احصان کے بارے میں پوچھے گا۔ اگر مجرم نے احصان کا اقرار کیا یا اس کے انکار پر گواہوں نے اس کے محصن ہونے کی گواہی دی تو اس کو رجم کیا جائے گا اور اگر مجرم نے کہا کہ میں محصن نہیں ہوں اور گواہوں نے بھی اس کے احصان کی گواہی نہ دی تو قاضی مجرم سے احصان کی تعریف پوچھے گا۔ اگر اس نے ٹھیک ٹھیک بیان کر دیا تو مجرم کو کوڑے لگائے جائیں گے۔

2- اقرار سے : اقرار کنندہ عاقل بالغ اپنی ذات پر چار مرتبہ اپنی چار مجلسوں میں زنا کا اقرار کرے۔ چار مختلف مجلسوں میں اقرار شرط ہے جس کی صورت یہ ہے کہ اس کے ہر مرتبہ کے اقرار کے بعد قاضی اس کو واپس لوٹا دے اور وہ واپس پلٹ جائے یہاں تک کہ حاکم یا قاضی کی نظر سے غائب ہو جائے اور پھر آئے اور آکر اقرار کرے۔ قاضی کو چاہئے کہ وہ اقرار کنندہ کو اقرار سے روکنے کی کوشش کرے اور ناگواری کا اظہار کرے۔

جب چار مرتبہ اقرار ہو جائے تو قاضی اس کی حالت پر نظر کرے۔ جب معلوم ہو کہ وہ صحیح العقل ہے تو اس سے دریافت کرے کہ زنا کیا ہوتا ہے اور کیونکر ہوتا ہے اور کس کے ساتھ کیا ہے اور کہاں کیا ہے اور کب کیا ہے؟ جب معلوم ہو جائے' اس نے واقعی زنا کیا ہے تو اب اس سے دریافت کرے کہ آیا وہ محصن ہے اور احصان کیا ہوتا ہے۔ ٹھیک ٹھیک بیان کرنے پر اس پر حد قائم کرے گا۔ اگر اقرار کنندہ حد قائم کئے جانے سے پہلے یا حد قائم کئے جانے کے دوران اپنے اقرار سے پھر جائے تو اس کو چھوڑ دیا جائے گا' خواہ یہ مرد کی طرف سے ہو یا عورت کی طرف سے ہو۔ اسی طرح اگر حد لگائے جانے کے دوران وہ بھاگ جائے تو اس سے تعرض نہیں کیا جائے گا۔

حد کے قائم کرنے کی کیفیت:۔

مسئلہ :۔ رجم کی صورت میں عورت کے لئے سینہ تک گڑھا کھودنا احسن ہے۔ مرد کے

لئے گڑھا نہ کھودا جائے گا۔

1- کوڑوں کی مار کے لئے مرد شلوار پہنا رہے گا' البتہ اس کی قمیص اتار لی جائے گی۔ عورت کی قمیص نہیں اتاری جائے گی البتہ زائد کپڑے مثلاً" کوٹ وغیرہ اتار لئے جائیں گے اور عورت کو بٹھا کر حد لگائی جائے گی۔

2- کوڑے جسم کے مختلف حصوں پر لگائیں گے البتہ سر' چہرے' شرمگاہ' سینہ اور پیٹ پر کوڑے نہیں ماریں گے۔

3- یہ بھی جائز ہے کہ ایک دن متواتر پچاس کوڑے لگائیں جائیں گے اور بقیہ پچاس دوسرے دن لگائے جائیں۔

مسئلہ :۔ اگر زانیہ کو حمل ٹھہر چکا ہو تو خواہ اس کی حد رجم ہو یا کوڑے ہوں وضع حمل سے پیشتر اس پر حد نہیں لگائی جائے گی تاکہ بچہ ہلاک نہ ہو جو بے قصور ہے۔ پھر اگر حد رجم ہے اور کوئی بچے کی پرورش کرنے والا ہے تو وضع حمل کے فوراً" بعد رجم کیا جائے گا اور اگر پرورش کرنے والا نہ ہو تو حد کا نفاذ اس وقت تک ملتوی رکھا جائے گا جب تک بچہ خود کھانے پینے نہ لگے اور اگر حد کوڑے ہوں تو وہ نفاس سے فراغت کے بعد لگائے جائیں گے۔

مسئلہ :۔ اپنی بیوی کے ساتھ لواطت کرنا بھی حرام ہے۔ اگر کوئی اپنی بیوی کے ساتھ ایسا فعل کرے اور دوبارہ پھر کرے' باز نہ آئے تو حاکم اس کو تعزیر میں قتل کر دے گا۔

اگر اپنی بیوی (اور غلام باندی) کے علاوہ کسی اجنبی کے ساتھ کرے تو امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک حد تو نہیں ہوگی البتہ حاکم اس کو تعزیر کر سکے گا (اور اس تعزیر میں قتل بھی ہے) جبکہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر وہ محصن نہیں ہے تو اس کو سو کوڑے لگیں گے اور اگر وہ محصن ہے تو اس کو رجم کیا جائے گا۔

مسئلہ :۔ کوئی اگر کسی چوپایہ کے ساتھ بدفعلی کرے تو اس کو تعزیر کی جائے گی اور جانور کو ذبح کر کے جلا دینا بہتر ہے۔ اگر جانور بدفعلی کرنے والے کا نہ ہو تو مجرم جانور کے مالک سے

پہلے اس کو قیمت پر حاصل کرے۔ کوئی عورت اگر کسی جانور سے بدفعلی کرائے تو اس کا بھی یہی حکم ہے۔

کسی بھی حد میں کوڑوں کی سزا کا ضابطہ:۔

1- جس کوڑے سے حد لگائی جائے اس میں ایک تو گرہیں نہ باندھی گئی ہوں اور دوسرے وہ لیا ہو کہ اس کے مارنے سے تکلیف تو ہوتی ہو لیکن زخم نہ آتا ہو۔

2- کوڑے مارنے والا کوڑے کو اپنے سر سے اونچا نہ کرے اور نہ ہی جسم پر کوڑا لگانے کے بعد جسم پر کوڑے کو کھینچے۔

3- اگر مجرم بہت کمزور ہو کہ کوڑے لگانے سے اس کی ہلاکت کا اندیشہ ہو تو کوڑا آہستگی سے مارا جائے تاکہ وہ اس کو برداشت کر سکے۔

چند صورتیں جن میں شبہ کی وجہ سے حد نہیں لگتی:۔

1- تین طلاق دی ہوئی بیوی سے عدت کے دوران جماع کیا۔

2- کنایہ طلاق کی عدت میں بیوی سے جماع کیا۔

3- گواہوں کے بغیر کسی عورت سے نکاح کیا یا ولی کے بغیر عورت سے نکاح کیا۔

4- اپنی کسی محرم سے نکاح کیا اور پھر جماع کیا۔

تنبیہہ:۔ جن صورتوں میں شبہ کی وجہ سے حد نہیں لگتی ان میں اگر مرد کی سرکشی واضح ہو تو اس کو تعزیر کی جائے گی۔

حد سرقہ

جس سرقہ پر حد لگتی ہے اسکی تعریف یہ ہے کہ دارالاسلام میں عاقل، بالغ، بینا اور صاحب گویائی آدمی حفاظت میں رکھے ہوئے سرقہ کے نصاب کو جو دو تولہ ساڑھے سات ماشہ چاندی ہے یا اتنی مالیت کی کسی شے کو اسی کے قصد سے خفیہ طریقے سے لے لے جبکہ اس میں غیر کی ملکیت ہونے میں کسی قسم کا شبہ نہ ہو۔ اگر سرقہ و چوری دن میں ہو تو

خفیہ" ہونے کا اعتبار فعل کے شروع و آخر دونوں میں کیا جائے گا اور اگر رات میں ہو تو صرف شروع میں کیا جائے گا۔ مثلاً" چور چپکے سے گھر میں داخل ہوا لیکن مال سمیٹنے کے دوران مالک جاگ گیا اور چور کو روکنے لگا تو چور نے ہتھیار سے مالک کا مقابلہ کیا اور اس کو قتل کئے بغیر مال لے کر چلا گیا۔ اس صورت میں چوری کی واردات کی ابتداء تو خفیہ ہے انتہا خفیہ نہیں ہے لہٰذا اگر واردات دن کے وقت ہوئی تو ہاتھ نہیں کٹے گا۔ بلکہ تعزیر ہو گی اور رات کے وقت ہوئی تو ہاتھ کٹے گا۔

سرقہ کا نصاب:۔ دس درہم یعنی دو تولہ ساڑھے سات ماشہ چاندی ہے۔

جن چیزوں کے چرانے پر ہاتھ نہیں کٹتا

- جو چیزیں جلد خراب ہو جاتی ہیں جیسے دودھ، گوشت اور پھل
- قحط کے سال میں چرائی ہوئی کھانے کی چیز خواہ جلد خراب ہوتی ہو یا نہیں۔
- مرغی، بطخ، کبوتر
- آلات لہو
- قرآن مجید کا مصحف، اگرچہ اس پر بڑا قیمتی جڑاؤ ہو۔
- کتابیں
- سونے چاندی کی صلیب یا بت
- دفن کئے ہوئے مردے کا کفن

کسی نے باپ دادا وغیرہ یا بیٹے پوتے وغیرہ یا ذی رحم محرم جیسے بھائی، بہن یا چچا، ماموں، پھوپھی، خالہ کے گھر سے مال چرا لیا تو اس پر ہاتھ نہیں کاٹا جاتا۔ میاں بیوی میں سے ایک نے دوسرے کا مال چرا لیا یا مہمان نے میزبان کے گھر سے مال چرا لیا تو اس میں ہاتھ نہیں کٹتا۔ اسی طرح مسجد کا سامان چرانے پر بھی ہاتھ نہیں کٹتا۔

تنبیہ:۔ جن صورتوں میں ہاتھ نہیں کٹتا ان میں تعزیر ہو گی۔

حد سرقہ کی کیفیت:

- پہلی دفعہ چوری کرنے میں کلائی کے جوڑ سے دایاں ہاتھ کاٹا جائے گا جبکہ دوسری مرتبہ چوری کرنے پر ٹخنے سے بایاں پاؤں کاٹا جائے گا۔

- ہاتھ کاٹنے کے بعد خون روکنے کی کوشش کرنا واجب ہے اور اس کا خرچہ چور کے ذمے ہوگا کیونکہ وہی اس کا سبب بنا ہے۔
- دایاں ہاتھ اس وقت بھی کاٹا جائے گا جبکہ وہ شل ہو یا اس کی انگلیاں کٹی ہوئی ہوں یا اس کا انگوٹھا کٹا ہوا ہو۔
- اگر چور تیسری مرتبہ چوری میں ملوث ہو کر گرفتار ہو اور پہلی چوریوں کے سبب سے اس کا دایاں ہاتھ اور بایاں پاؤں کاٹا جا چکا ہو تو اس مرتبہ اس کا کوئی اور ہاتھ پاؤں نہیں کاٹیں گے بلکہ اس کو قید اور ضرب کی سزا دیں گے۔ یہاں تک کہ وہ توبہ کرے اور توبہ کے آثار ظاہر ہونے لگیں۔

چوری کے ثبوت کے طریقے:۔

پہلا طریقہ:۔ دو مرد ایک شخص کے چوری کرنے کے بارے میں گواہی دیں جن سے قاضی دریافت کرے کہ چوری کیسے ہوئی؟ کہاں ہوئی؟ کس مال کی ہوئی؟ کتنے مال کی ہوئی؟ کب ہوئی؟ اور کس کا مال چرایا؟ ٹھیک ٹھیک جواب پر جب ان گواہوں کی عدالت ثابت ہو جائے تو چور کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا۔

دوسرا طریقہ:۔ کوئی شخص خود حاکم یا قاضی کے پاس ایک دفعہ چوری کا اقرار کرے، قاضی اس سے بھی مذکورہ بالا سوال کرے گا۔ اگر اقرار کے بعد وہ شخص اپنے اقرار سے پھر جائے یا فوراً بھاگ جائے تو اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا، البتہ اس کو چرائے ہوئے مال کا تاوان دینا پڑے گا۔

چرائے ہوئے مال کا حکم:۔ وہ مال اگر قائم اور موجود ہو اگرچہ چور نے وہ کسی کے ہاتھ فروخت کر دیا ہو یا کسی کو ہدیہ کر دیا ہو تو وہ مال مالک کو واپس دلوایا جائے گا۔ اور اگر وہ مال ہلاک اور ختم ہو چکا ہو تو صرف ہاتھ کاٹنے پر اکتفا کیا جائے گا، مال کا تاوان چور سے نہیں لیا جائے گا۔

رہزنی کی حد:۔

حد کے لئے مندرجہ ذیل شرائط ضروری ہیں:

1- راہزنوں کو ایسی قوت اور غلبہ حاصل ہو کہ راہ گیران کا مقابلہ نہ کرسکیں اور راہزنوں نے راہ گیروں پر رہزنی کی ہو' خواہ ہتھیار سے یا لٹھ سے یا پتھر وغیرہ سے۔

2- رہزنی شہر سے باہر ہو یا شہر میں' رات کے وقت کی ہو یا شہر میں دن کے وقت ہو' جبکہ ان کے پاس ہتھیار ہوں۔

3- یہ واردات دارالاسلام میں ہوئی ہو۔

4- کوئی بھی راہزن کسی راہ گیر سے قرابت نہ رکھتا ہو۔

5- ان کے توبہ کرنے اور مال مالکوں کو واپس کرنے سے پہلے گرفتار ہو گئے ہوں۔

حد کی کیفیت:۔

اس کی مندرجہ ذیل پانچ صورتیں ہیں۔

پہلی صورت:۔ اگر لوٹ مار اور کسی کو قتل کرنے سے پہلے ہی راہزن اور ڈاکو گرفتار کرلئے گئے' تو خوف و ہراس پھیلانے کی بنا پر مناسب تعزیر کے بعد ان کو قید کر دیا جائے گا' یہاں تک کہ توبہ کرلیں اور توبہ کے آثار ظاہر ہونے لگیں یا پھر اس قید میں ان کو موت آجائے۔

دوسری صورت:۔ اگر کسی مسلمان یا ذمی کا مال لوٹا اور وہ اتنا ہے کہ ان ڈاکوؤں پر برابر برابر تقسیم ہو تو ہر ایک کے حصے میں دس درہم (دو تولہ سات ماشہ چار رتی چاندی) کی مالیت آتی ہے تو اگر ان کے ہاتھ پاؤں سلامت ہیں تو مخالف جانب سے سب کے ایک ایک ہاتھ پاؤں کاٹے جائیں گے۔

تیسری صورت:۔ اگر انہوں نے کسی مسلمان یا ذمی کو قتل کیا لیکن مال نہ لوٹ سکے تو

ان سب کو بطور حد کے قتل کیا جائے گا' خواہ ان میں سے کسی نے فقط قتل پر مدد ہی دی ہو اور خواہ قتل تلوار اور بندوق سے کیا ہو یا پتھر و لاٹھی سے۔ مقتول کے وارث ان کو معاف کرنے کا اختیار بھی نہیں رکھتے کیونکہ یہ قصاص نہیں ہے۔

چوتھی صورت :۔ اگر مال لوٹا اور زخمی کیا تو ان کے مخالف جانب کے ایک ہاتھ پاؤں یعنی دایاں ہاتھ اور بایاں پاؤں کاٹے جائیں گے۔

پانچویں صورت :۔ اگر مال بھی لوٹا ہو اور قتل بھی کیا ہو تو حاکم و قاضی کو چھ (6) طرح کے اختیار حاصل ہوں گے۔

-1 چاہے تو پہلے جانب مخالف سے ان کے ایک ایک ہاتھ پاؤں کاٹے' پھر ان کو قتل کر دے۔

-2 چاہے تو پہلے مخالف جانب سے ان کے ایک ایک ہاتھ پاؤں کاٹے پھر ان کو صلیب دے۔

-3 چاہے تو تینوں ہی سزائیں دے یعنی ہاتھ پاؤں کاٹنا' قتل کرنا اور صلیب دینا۔

-4 چاہے تو پہلے قتل کرے پھر صلیب دے۔

-5 چاہے تو فقط قتل کرے۔

-6 چاہے تو فقط صلیب دے۔

مذکورہ بالا احکام ڈاکوؤں کی پوری جماعت پر نافذ ہوں گے' اگرچہ ان میں سے بعض نے فقط مال لوٹا ہو اور بعض نے فقط قتل کیا ہو اور بعض نے فقط خوفزدہ کیا ہو۔

زندہ کو صلیب دینے کی صورت یہ ہے کہ پہلے ایک لکڑی زمین میں سیدھی گاڑ دی جائے' پھر اس کے ساتھ چوڑائی میں نیچے ایک اور لکڑی باندھ دی جائے جس پر مجرم اپنے پاؤں رکھے۔ پھر ایک اور لکڑی پہلی لکڑی کی چوڑائی میں اوپر باندھی جائے جس کے ساتھ مجرم کے ہاتھ باندھ دیئے جائیں۔ پھر ایک نیزہ مجرم کے بائیں پستان سے ذرا نیچے کو چھویا جائے اور سینے میں گھما دیا جائے یہاں تک کہ مجرم مرجائے۔

تین دن عبرت کے لئے صلیب پر چھوڑنے کے بعد مجرم کے لواحقین کو اس کو

دفن کرنے کی اجازت دی جائے' لیکن اس پر نماز جناہ نہیں پڑھی جائے گی۔

حد شرب خمر:۔

یہ حد اسی کوڑے ہیں۔ خمر سے مراد یہ چار قسم کی شرابیں ہیں۔

1- انگور کی کچی شراب 2- انگور کی پکائی ہوئی شراب

3- منقی کی شراب 4- کھجور کی شراب۔

ان چار قسموں کا ایک قطرہ بھی پیئے اگرچہ نشہ نہ آیا ہو حرام ہے اور اس پر حد لگتی ہے۔

ان چار کے علاوہ اور شرابوں مثلاً" آلو' جو اور گندم وغیرہ سے حاصل شدہ الکحل یا اور کوئی نشہ آور سیال شے مثلاً" نبیذ کی اتنی مقدار استعمال کرنا جس سے نشہ آجائے اس پر بھی حد لگتی ہے۔ حد لگنے کی شرط یہ ہے کہ کوئی عاقل بالغ مسلمان (یا شراب کی حرمت کا اعتقاد رکھنے والا ذمی) جو قوت گویائی رکھتا ہو اپنی رغبت سے یہ چیزیں استعمال کرے اور وہ اس حال میں پکڑا جائے کہ شراب کی بو اس کے منہ سے آرہی ہو یا نشہ میں اس کو پکڑ کر لائے ہوں اور گواہ اس کے خلاف شراب پینے کی گواہی دیں۔

اگر گواہوں نے نشہ آور شراب کی بو زائل ہو جانے کے بعد گواہی دی تب حد نہیں لگے گی' الایہ کہ متعلقہ حاکم دور کی جگہ پر ہو کہ وہاں پہنچنے تک بو زائل ہو گئی تو حد ساقط نہیں ہوگی۔ کسی کے منہ سے شراب کی بو آتی ہو تو حد نہیں لگے گی یہاں تک کہ گواہ اس کے شراب پینے کی گواہی دیں یا وہ خود اس کا اقرار کرے۔

خمر (کی چار قسموں) کے علاوہ دیگر مائع و سیال نشہ آور اشیاء میں نشہ کی وہ مقدار جس پر شراب پینے کی حد جاری ہوتی ہے' امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک یہ ہے کہ نشے میں مبتلا شخص مختلف چیزوں کے درمیان مثلاً" عورت مرد کے درمیان اور آسمان و زمین کے درمیان تمیز نہ کر سکے جبکہ امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک یہ ہے کہ اس شخص کا اکثر کلام غلط ملط ہو جائے۔ یہی دوسرا قول راجح ہے۔

اجوائن خراسانی' بھنگ اور افیون وغیرہ کی اتنی مقدار کا استعمال جس سے نشہ پیدا ہو جائے اس پر تعزیر واجب ہوتی ہے اور ایک قول کے مطابق اس پر بھی حد لگے گی۔

حد قذف:۔

وہ قذف اور تہمت جس پر حد لگتی ہے یہ ہے کہ آزاد' عاقل' بالغ اور زنا سے پاکباز مسلمان پر عار لگانے اور برا بھلا کہنے کی خاطر زنا کی تہمت لگائے۔

جس پر تہمت لگائی گئی وہ اگر مقدمہ کر کے حد کا مطالبہ کرے تو جرم ثابت ہونے پر تہمت لگانے والے کو اسی کوڑے لگائے جائیں گے۔

اگر کسی شخص کو کہا کہ تو فلاں کا بیٹا نہیں ہے (جبکہ وہ فلاں اس شخص کا باپ ہو اور اس شخص کی ماں عفت والی اور پاکباز ہو) تو وہ شخص جبکہ اس کی ماں وفات پا چکی ہو مقدمہ کر کے حد کا مطالبہ کر سکتا ہے۔

قذف یعنی تہمت لگانے والا توبہ بھی کر لے تب بھی آئندہ کے لئے وہ گواہی دینے کے لائق نہیں رہتا۔

حد ارتداد:۔

شریعت کی اصطلاح میں ایمان و اسلام سے پھر جانے کو ارتداد اور پھر جانے والے کو مرتد کہتے ہیں۔ ارتداد کی دو صورتیں ہیں:

پہلی صورت:۔ کوئی صاف طور پر مذہب تبدیل کر کے اسلام سے پھر جائے جیسے اسلام کو چھوڑ کر عیسائی' یہودی یا ہندو مذہب اختیار کر لے یا اللہ تعالیٰ کے وجود یا توحید کا منکر ہو جائے یا نبی ﷺ کی رسالت کا انکار کر دے۔

دوسری صورت:۔ صاف طور پر مذہب تبدیل نہ کرے اور توحید و رسالت کا بھی انکار نہ کرے لیکن کچھ اعمال یا اقوال ایسے اختیار کر لے جو انکار قرآن یا انکار رسالت کے مترادف و ہم معنی ہوں مثلاً

1- اسلام کے کسی ایسے ضروری و قطعی حکم کا انکار کر بیٹھے جس کا ثبوت قرآن مجید کی نص صریح سے ہو یا نبی ﷺ سے بطریق تواتر ہو مثلاً" حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی براءت کا انکار کرے حالانکہ ان کی براءت کی تصریح قرآن پاک میں ہے یا نمازوں کے پانچ ہونے کا انکار کرے یا یہ اعتقاد رکھے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے وحی پہنچانے میں غلطی کی یا حضرت محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے بعد کسی اور شخص کو کسی بھی اعتبار سے نبی ماننے یا نبوت کا دعویٰ کرنے والے کو بزرگ اور ہدایت یافتہ ماننے وغیرہ۔

2- کسی بھی نبی اور کسی بھی فرشتے کی شان میں توہین کرنا۔

تنبیہہ :۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہؓ کی شان میں سب و شتم بہت بڑی گمراہی تو ہے لیکن کفر نہیں ہے۔

ارتداد کے صحیح ہونے کی شرطیں :۔

1- عاقل ہو' لہذا سمجھدار بچے کا ارتداد تو صحیح ہو گا لیکن دیوانے اور نا سمجھ بچے کا ارتداد معتبر نہ ہو گا۔ اسی طرح جو شخص نشہ میں ایسا چور ہو کہ اس کی عقل جاتی رہی ہو اس کا ارتداد بھی صحیح نہیں۔

2- رضامندی و رغبت ہو۔ لہذا جس شخص کو ارتداد پر باکراہ مجبور کیا گیا ہو' اس کا ارتداد صحیح نہیں۔

ارتداد کا حکم :۔

جب کوئی مسلمان مرد مرتد ہو جائے۔ العیاذ باللہ تو اس پر اسلام پیش کیا جائے گا اور اگر اس کو کوئی شبہ ہو جس کو اس نے ذکر کیا ہو تو اس کو دور کیا جائے گا لیکن یہ مستحب ہے واجب نہیں اور تین روز تک قید میں رکھا جائے گا۔ اگر تین دنوں میں توبہ کر کے اسلام قبول کر لے تو ٹھیک ہے ورنہ قتل کر دیا جائے گا۔ یہ بھی اس وقت ہے جب اس نے کچھ مہلت مانگی ہو اور اگر اس نے کچھ مہلت طلب نہ کی تو اسی وقت قتل کر دیا جائے گا۔

اگر اس نے مہلت طلب نہ کی لیکن اس کے توبہ کر لینے کی امید ہو تو اس کو تین دن کی مہلت دینا مستحب ہے۔ اس کے دوبارہ مسلمان ہونے کی یہ صورت ہے کہ کلمہ شہادت ادا کرے اور اسلام کے علاوہ باقی تمام دینوں سے بیزاری کرے۔ اگر صرف اسی دین سے اظہار بیزاری کرے جس کو اس نے ارتداد کی صورت میں اختیار کیا تھا تو اتنا بھی کافی ہے۔

اگر مرتد پر اسلام پیش کئے جانے سے قبل کوئی اس کو قتل کر دے تو اگرچہ ایسا کرنا مکروہ تنزیہی ہے اور حاکم کی اجازت کے بغیر کیا ہے تو اس کو تادیب کی جائے گی، لیکن قاتل پر کچھ تاوان واجب نہ ہو گا۔ سمجھدار بچے کو اسلام قبول کرنے پر مجبور کیا جائے گا مگر وہ قتل نہیں کیا جائے گا۔

مرتد عورت قتل نہ کی جائے گی بلکہ قید خانہ میں محبوس رکھی جائے گی اور ہر تین روز میں ایک بار اس کو مار پڑے گی تاکہ دوبارہ اسلام قبول کر لے۔ اگر اسے بھی کسی نے قتل کر دیا تو قاتل پر کچھ تاوان نہ ہو گا۔

اگر مرتد دارالحرب بھاگ جائے اور مسلمانوں کی حکومت اس کے دارالحرب کے ساتھ لاحق ہونے کا حکم جاری کر دے یا مرتد کو موت آجائے یا کوئی اس کو قتل کر دے تو اس کا وہ مال جو اس نے حالت اسلام میں کمایا تھا اس کے مسلمان وارثوں میں تقسیم کر دیا جائے گا۔

اہم تنبیہہ :۔ اگر کسی مسلمان ملک کا غیر مسلم باشندہ رسول خدا حضرت محمد ﷺ یا کسی بھی نبی کی شان میں توہین اور سب و شتم کرے تو اگر اس نے خفیہ طور پر کی اور اس کا علم ہو گیا اگر ایسا ایک ہی مرتبہ کیا ہے تو اس کو قتل سے کمتر تعزیر کی جائے گی لیکن اگر وہ خفیہ طور پر بار بار کرے یا اعلانیہ کرے خواہ ایک ہی مرتبہ ہو تو اس کو قتل کی سزا دی جائے گی۔

باب : 30

قصاص ودیت کے احکام

قصاص، دیت [1] اور گناہ لازم آنے کے اعتبار سے قتل کی پانچ قسمیں ہیں۔

قسم اول: قتل عمد

جس میں مقتول کو قصداً و عمداً ایسے آلہ سے ضرب لگائی گئی ہو جو تفریق اعضاء کرتا ہو، جیسے ہتھیار اور کوئی دھاردار لکڑی پتھر یا شیشہ وغیرہ۔ جسم کی نازک جگہوں پر سوا گھونپنا بھی اسی میں شامل ہے اور اسی زمرے میں آگ سے جلانا بھی ہے، کیونکہ آگ بھی تفریق اعضا کرتی ہے۔ لوہے کے بٹے سے مارنا جبکہ اس سے زخم بھی ہوا ہو، کھولتے ہوئے پانی میں ڈالنا اور گرم تندور وغیرہ میں پھینکنا بھی قتل عمد ہے۔ مذکورہ آلات سے ضرب لگانا یا دیگر مذکورہ طریقوں کو اختیار کرنا قاتل کے قتل کرنے کے قصد پر دلیل ہے۔ لہٰذا اس دلیل کے ہوتے ہوئے قاتل کا عمد و قصد کا زبانی انکار کرنا مسموع نہیں ہوگا۔

حکم:- قاتل کو سخت گناہ ہوتا ہے اور مقتول کے وارث قاتل کو قصاص میں عدالتی فیصلہ پر قتل کرا سکتے ہیں لیکن مقتول کے وارث چاہیں تو قاتل کو معاف بھی کر سکتے ہیں۔ یہ بھی جائز ہے کہ باہمی رضامندی سے دیت مقرر کرلی جائے۔

قسم ثانی: قتل شبہ عمد

ضرب تو عمداً لگائی لیکن ایسے آلہ کے ساتھ جو تفریق اعضا نہیں کرتا جیسا کہ پتھر اور لکڑی جو دھاردار نہ ہو۔

حکم:-1- قاتل کو گناہ ہوتا ہے اور کفارہ کے ساتھ ساتھ اس کے ذمہ میں دیت مغلظہ بھی آتی ہے۔

1- اعضاء کی دیت کو ارش بھی کہتے ہیں۔

2- اگر قاتل کی جانب سے ایسے قتل کی تکرار پائی جائے تو اسے سیاستاً (انتظام کے طور پر) قتل بھی کیا جاسکتا ہے۔

قسم ثالث: قتل خطا

i- شکاری نے شکار سمجھ کر ہتھیار استعمال کیا لیکن دیکھنے پر معلوم ہوا کہ وہ کوئی انسان تھا یا نشانہ خطا ہوا کہ ایک نشانہ پر مارا لیکن وہ خطا ہو کر کسی آدمی کو لگ گیا یا نشانہ پر لگ کر پھر کسی آدمی کو لگا جس سے وہ مر گیا۔

ii- ہاتھ سے لکڑی کا تختہ یا اینٹ گر پڑی جو نیچے کھڑے شخص پر پڑی اور اس سے وہ مر گیا۔

iii- ڈرائیور کی خطا سے ہونے والے حادثہ میں جاں بحق ہونے والا شخص بھی مقتول خطا ہے۔

قسم رابع: قتل مثل خطا

مثلاً سویا ہوا شخص کسی دوسرے پر پلٹ گیا جس سے دوسرا شخص مر گیا۔

ثالث و رابع کا حکم:- 1- قاتل کے ذمے کفارہ ہوتا ہے اور اس پر اور اس کی برادری یا انجمن کے ذمے دیت آتی ہے۔

2- ان میں گناہ بھی ہوتا ہے لیکن قصد نہ ہونے کی بنا پر کم ہوتا ہے۔

قسم خامس: قتل بسبب

i- کسی ایسی زمین میں جو اپنی مملوک نہ ہو بلا اجازت کوئی کنواں یا گڑھا کھودا یا اس میں پتھر رکھ دیا جس کی وجہ سے کوئی شخص اس میں گر کر یا اس سے ٹکرا کر مر گیا۔

ii- سڑک پر کیلے یا خربوزے وغیرہ کے چھلکے پھینک دیئے اور اس کی وجہ سے پھسل کر کوئی شخص مر گیا یا کچے رستے میں پانی کا چھڑکاؤ کر دیا جس سے کیچڑ و پھسلن

پیدا ہوگئی اور اس سے کوئی شخص لاعلمی میں مثلاً" رات کے وقت یا کوئی نابینا پھسل کر مرگیا۔

حکم :- قاتل کی برادری یا یونین پر دیت آتی ہے اور قاتل کو گناہ تو نہیں ہوتا البتہ دوسرے کی ملک میں پتھر رکھنے یا گڑھا کھودنے اور سڑک پر چھلکے پھینکنے یا نقصان دہ چھڑکاؤ کرنے کا گناہ ہوتا ہے۔

اس پانچویں قسم کے علاوہ قتل کی باقی تمام اقسام میں قاتل اگر عاقل و بالغ ہو (اور قاتل رشتے کی بنا پر مقتول کا وارث بھی بنتا ہو) تو قاتل میراث سے محروم ہو جاتا ہے۔

مسئلہ :- قتل کی جن قسموں میں کفارہ کا ذکر ہوا ہے وہ یہ ہے کہ قاتل یا تو کسی مسلمان غلام کو آزاد کرے اور اگر اس کی طاقت نہ ہو یا غلام نہ ملتا ہو تو دو مہینے متواتر روزے رکھے۔

مسئلہ :- اگر قاتل کا تعلق ایسے قبائلی نظام یا جماعت یا یونین وغیرہ سے ہے جس سے ایک دوسرے کو مدد ملتی ہے تو واجب الادا دیت اس کے افراد پر تقسیم کی جائے گی جو اس کو تین سال میں ادا کریں گے۔ اگر ایسی کوئی صورت نہ ہو اور قاتل کا کوئی وارث بھی نہ ہو تو اگر بیت المال ہو تو دیت اس میں سے ادا کی جائے گی اور اگر یہ بھی نہ ہو تو قاتل کو خود اپنے مال میں سے تین سال میں مکمل دیت ادا کرنا ہوگی۔

وجوب قصاص اور عدم قصاص کی صورتیں :-

مسئلہ :- بچے اور مجنون (پاگل) پر قصاص نہیں آتا کیونکہ قصاص ہوتا ہے قتل عمد پر اور ان دونوں کا عمد معتبر نہیں ہوتا۔

مسئلہ :- قاتل کے خلاف قصاص میں قتل کئے جانے کا فیصلہ دے دیا گیا لیکن اس غرض سے وہ ابھی مقتول کے وارثوں کے سپرد نہیں کیا گیا تھا کہ اس پر جنون طاری ہوگیا تو اب اس کو قصاص میں قتل نہیں کیا جائے گا بلکہ اس پر دیت آئے گی۔ یہی حکم اس وقت بھی

ہو گا جب قتل عمد کرنے والے قاتل پر فیصلہ سنائے جانے سے پیشتر جنون طاری ہو جائے' کیونکہ اس پر قصاص کے واجب ہونے کے لئے شرط ہے کہ وہ صاحب عقل ہو تاکہ اس پر وجوب آسکے جو قاضی کے فیصلہ سے آتا ہے اور مقتول کے وارثوں کے سپرد کئے جانے سے مکمل ہوتا ہے' لہٰذا فیصلہ سے پہلے یا وارثوں کے سپرد کئے جانے سے پہلے جنون طاری ہو جائے تو وجوب میں خلل آجاتا ہے۔

مسئلہ :۔ اگر مقتول کے وارثوں کے حوالے کئے جانے کے بعد قاتل پر جنون طاری ہوا تو اسے قصاص میں قتل کیا جاسکتا ہے۔

مسئلہ :۔ جس شخص کو جنون بھی ہوتا ہو اور افاقہ بھی ہوتا ہو تو اگر اس نے افاقہ کی حالت میں قتل کیا تو اس کو قصاص میں قتل کیا جائے گا اور اگر افاقہ کی حالت میں قتل کا ارتکاب کرنے کے بعد قصاص کا فیصلہ دیئے جانے یا مقتول کے وارثوں کے سپرد کئے جانے سے پیشتر مستقل جنون لاحق ہو گیا تو قصاص ساقط ہو جائے گا۔

مسئلہ :۔ کسی عاقل نے مجنون (پاگل) شخص کو عمداً" قتل کر دیا تو قاتل کو قصاص میں قتل کیا جائے گا۔

اسی طرح اگر سالم اعضاء والے شخص نے نابینا یا دائمی مریض یا لنگڑے لولے شخص کو قتل کیا تو قاتل سے قصاص لیا جائے گا بلکہ یہاں تک کہ اگر مقتول ایسا ہو کہ اس کے دونوں ہاتھ پاؤں اور دونوں کان کٹے ہوئے ہوں اور اسی طرح اس کے آلات تناسل بھی کٹے ہوئے ہوں اور وہ دونوں آنکھوں سے نابینا بھی ہو تب بھی سالم اعضاء والے قاتل سے قصاص لیا جائے گا۔

مسئلہ :۔ کسی شخص کو زہر پلایا جس سے وہ مرگیا تو

اگر زہر اس کو پکڑایا تھا اور متوفی نے یہ جانے بغیر کہ وہ کیا چیز ہے کھا پی لیا اور مرگیا یا مجرم نے کسی شربت وغیرہ میں زہر ملا کر دیا اور متوفی نے وہ لے کر پی لیا جس سے وہ مرگیا تو زہر پلانے والے پر قصاص و دیت نہیں آئے گی البتہ اس کو قید میں رکھا جائے گا اور

اس کو تعزیر بھی کی جائے گی۔

اور اگر زہر متوفی کے ہونٹوں میں ٹپکایا یا اس کو زہر پینے پر مجبور کر دیا تو پلانے والے کی برادری وغیرہ پر دیت آئے گی۔

مسئلہ :۔ ایک نے کسی کی گردن کاٹی اور گلے کا تھوڑا سا حصہ باقی رہا۔ ابھی روح باقی تھی کہ دوسرے نے اس کو قتل کر دیا تو قصاص پہلے سے لیا جائے گا نہ کہ دوسرے سے کیونکہ اس وقت وہ مردہ کے حکم میں تھا۔ (البتہ دوسرے کو تعزیر کی جائے گی)۔

مسئلہ :۔ حالت نزع میں مبتلا شخص کو کسی نے قتل کر دیا تو قاتل سے قصاص لیا جائے گا۔ اگرچہ قاتل کو علم بھی ہو کہ مقتول زندہ بچنے والا نہیں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مریض کبھی نزع کے مشابہ حالت میں ہو جاتا ہے بلکہ کبھی ایسا ساکن و ساکت ہو جاتا ہے کہ اس کو مردہ خیال کیا جانے لگتا ہے لیکن پھر طبیعت بحال ہو جاتی ہے اور افاقہ ہو جاتا ہے۔

مسئلہ :۔ ایک شخص کا کسی نے دھاردار آلے سے پیٹ چاک کر دیا اور دوسرے نے بعد میں اس کی گردن اڑا دی' تو اگر پیٹ چاک کئے جانے کے بعد مقتول کے زندہ رہنے کا کچھ امکان تھا تو قصاص میں گردن اڑانے والے کو قتل کیا جائے گا اور اگر مقتول کے زندہ رہنے کا کچھ امکان نہ تھا تو پیٹ چاک کرنے والے کو قتل کیا جائے گا جبکہ گردن اڑانے والے کو تعزیر کی جائے گی۔

مسئلہ :۔ عمداً" ایک شخص کو زخمی کیا۔ زخمی صاحب فراش رہ کر مرگیا تو مجرم کو قصاص میں قتل کیا جائے گا کیونکہ متوفی کی موت کا ظاہری سبب وہ زخم ہے۔ البتہ اگر زخم کے تسلسل میں انقطاع پایا گیا مثلاً" یہ کہ زخم بھر گیا تھا یا کسی اور شخص نے اس زخمی کی گردن اڑا دی تو زخم لگانے والے پر قصاص نہیں آئے گا۔

مسئلہ :۔ ایک شخص کو زخمی کیا اور وہ زخمی شخص مرگیا۔ مقتول کے وارثوں نے اس بات پر گواہ و ثبوت پیش کئے کہ وہ زخم کے سبب سے مرا ہے۔ جبکہ مجرم نے گواہ و ثبوت پیش کئے کہ زخمی کے زخم بھر گئے تھے اور ایک مدت کے بعد وہ کسی اور سبب سے یا اپنی قدرتی

موت مرا ہے تو مقتول کے وارثوں کے گواہوں اور ثبوت کو ترجیح حاصل ہوگی۔

مسئلہ :۔ مجنون نے کسی شخص پر ہتھیار اٹھایا اور اس حالت میں اس شخص نے مجنون کو عمداً قتل کر دیا تو قاتل کے اپنے مال میں دیت واجب ہوگی۔

مسئلہ :۔ کوئی شخص یہ اقرار کرے کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے اسمائے قہریہ پڑھ کر فلاں کو ہلاک کیا تو اقرار کرنے والے پر کچھ لازم نہیں آئے گا کیونکہ شریعت نے اسمائے قہریہ کو آلہ قتل یا سبب قتل قرار نہیں دیا ہے۔

تنبیہہ :۔ یہ شریعت کا طے شدہ قاعدہ ہے کہ لاقود الا بالسیف (قصاص صرف تلوار کے ذریعہ ہوتا ہے) تلوار کے ساتھ نیزہ و خنجر جیسے ہتھیار بھی ملحق ہیں۔ سزائے قتل میں پھانسی دینے کا جو طریقہ رائج ہے یہ غیر شرعی ہے' کیونکہ اس میں کسی ہتھیار کا استعمال نہیں ہوتا۔ بندوق' کلاشنکوف اور تیر وغیرہ سے نشانہ لے کر قصاص میں قتل کرنا مناسب نہیں ہے کیونکہ حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا ذی روح کو (جو اپنے قابو میں ہو) نشانہ مت بناؤ۔

اعضاء و جوارح میں وجوب قصاص

قواعد و ضوابط :۔

1- ان میں ہتھیار و غیر ہتھیار کے استعمال کا حکم ایک ہی ہے۔

2- قصاص ہر اس زخم میں ہوگا جس میں مماثلت کی رعایت ممکن ہو۔ اور اگر یہ رعایت ممکن نہ ہو تو پھر قصاص نہیں آتا بلکہ دیت لازم آتی ہے۔

ہاتھ بازو اور ٹانگ :۔ مسئلہ اگر قطع کرنیوالے کا ہاتھ شل لیکن قابل انتفاع ہو یا ناقص انگلیوں والا ہو تو مجروح کو خیار حاصل ہوگا کہ قصاص وصول کرے یا دیت لے۔

مسئلہ :۔ اگر قطع کرنے کے وقت قاطع کا ہاتھ صحیح تھا بعد میں شل ہوا تو مجروح کو دیت نہ ملے گی کیونکہ اس کا حق قطع کرنے والے کے صرف ہاتھ میں تھا۔

مسئلہ :- ٹانگ اور بازو اگر درمیان سے کٹے ہوں تو مماثلت ممکن نہ ہونے کی بنا پر قصاص نہ ہوگا۔

مسئلہ :- ہاتھ' بازو' ٹانگ اور انگلیوں کو جوڑ سے کاٹنے میں قصاص ہوتا ہے۔

مسئلہ :- قاطع کا ہاتھ صحیح سالم تھا جبکہ مجروح کا ہاتھ شل تھا تو قصاص نہیں ہوگا۔

ناک کا نرم حصہ :- اگر مجرم کی ناک نسبتاً چھوٹی ہو یا اس کے سونگھنے کی حس ختم ہو چکی ہو یا اس کی ناک میں کچھ اور نقص ہو تو مجروح کو حق حاصل ہوتا ہے کہ چاہے تو مجرم کی ناک کاٹنے کا مطالبہ کرے اور چاہے تو دیت لے لے۔

کان :- پورے یا کچھ کان کاٹنے میں زخم کی حدود ایسی ہوں کہ مجرم میں اس کی مماثلت کی رعایت کرنا ممکن ہو تو قصاص آئے گا۔ اگر مجرم کا کان چھوٹا ہو یا پھٹا ہوا ہو یا چرا ہوا ہو یا کٹا ہوا ہو اور مجروح کا کان بڑا ہو یا سالم ہو تو مجروح کو اختیار ہوگا کہ چاہے قصاص لے اور چاہے دیت طلب کرے اور اگر مجروح کا کان ناقص ہو تو پھر اس کو مناسب تاوان ملے گا۔

آنکھ :- آنکھ پر ضرب لگائی جس سے بینائی زائل ہوگئی لیکن آنکھ کا ڈھیلا اپنی جگہ باقی رہا تو دیکھیں گے۔

اگر دو ماہرین امراض چشم یہ فیصلہ دیدیں کہ بینائی مستقل طور پر زائل ہوگئی ہے تو قصاص لیا جائے گا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں یہ واقعہ پیش آیا کہ ایک شخص نے کسی کی آنکھ پر ضرب لگائی جس سے اگرچہ آنکھ کا ڈھیلا تو سلامت رہا اور سفیدی بھی نہیں آئی لیکن بینائی مستقل طور پر زائل ہوگئی۔ حضرت عثمان ؓ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا لیکن انہوں نے جواب نہیں دیا۔ جب حضرت علی ؓ آئے تو انہوں نے قصاص کا فیصلہ دیا اور اس کی ترکیب بتائی کہ مجرم کی آنکھ کے گرد چہرے پر گیلی روئی وغیرہ ــــ جمادی جائے اور پھر آنکھ کے پاس صیقل شدہ لوہے کو خوب تپا کر سرخ کر کے لایا جائے۔ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم نے ان سے اتفاق کیا۔ آج کل شعاعوں کے ذریعے ایسا کیا جاسکتا ہے۔

ii- اور اگر بینائی مکمل طور پر لوٹ آئی تو مجروح کو کچھ نہ ملے گا۔

iii- اور اگر بینائی لوٹ آئی لیکن اس میں کمی رہی پوری بحال نہیں ہوئی تو مناسب تاوان دلایا جائے گا۔

کسی کی آنکھ پھوڑ دی :- مجرم کی آنکھ میں سفیدی ہے جس کی بنا پر اس کی بینائی کمزور ہے تو مجروح کو اختیار ہو گا کہ چاہے تو قصاص لے اور چاہے تو دیت لے۔

آنکھ پر ضرب لگائی جس سے آنکھ پر سفیدی آگئی اور اس کی وجہ سے بینائی باقی نہ رہی تو قصاص نہیں آئے گا۔

بھینگی آنکھ پھوڑنے میں قصاص نہیں ہے۔

دائیں آنکھ پھوڑی جبکہ مجرم کی بائیں آنکھ بیکار تھی تو قصاص میں مجرم کی دائیں آنکھ پھوڑی جائے گی۔ اگرچہ وہ اس طرح مکمل طور پر نابینا رہ جاتا ہے۔

دانت:

مسئلہ :- ضرب لگا کر کسی کا دانت اکھیڑ دیا تو اگر بلا کسی ضرر کے مجرم کا دانت اکھیڑا جاسکتا ہو تو قصاص میں اس کا دانت اکھیڑا جائے گا اور اگر مسوڑھوں یا دوسرے دانتوں کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو جیسا کہ اس صورت میں ہوتا ہے' جب دانت آپس میں بہت ملے ہوئے ہوں اور ان کے درمیان مناسب خلا نہ ہو تو ریتی سے مسوڑھے تک اس کو گھسا جائے گا۔

مسئلہ :- اگر مجرم کا دانت سیاہ' زرد' سبز یا سرخ ہو تو مضروب کو اختیار ہو گا کہ چاہے تو قصاص لے اور چاہے تو دیت وصول کرے۔

اور اگر مضروب کا دانت ہی عیب دار تھا تو قصاص نہیں لے سکے گا البتہ اس کو مناسب تاوان ملے گا۔

مسئلہ :- قصاص لینے میں گرائے ہوئے دانت کی قسم اور اس کے اوپر والے یا نیچے والے

ہونے کا اعتبار کیا جائے گا۔

مسئلہ :۔ ضرب سے دانت چوڑائی میں نامکمل ٹوٹ گیا تو اگر باقی دانت سیاہ نہ ہوا تو قصاص آئے گا اور جتنا دانت ٹوٹا ہے اتنی مقدار میں مجرم کے دانت کو گھسا جائے گا اور اگر باقی دانت سیاہ ہو گیا تو قصاص نہیں آئے گا البتہ دیت آئے گی۔ مضروب کو یہ حق نہیں ہو گا کہ وہ ٹوٹی ہوئی مقدار کے برابر قصاص لے اور اگر دانت لمبائی میں ٹوٹا تو قصاص نہیں ہو گا بلکہ مضروب کو مناسب تاوان ملے گا۔

مسئلہ :۔ ایک شخص کا ہاتھ منہ میں لے کر دانتوں سے کاٹا۔ زخمی نے زور سے اپنا ہاتھ کھینچا جس سے مجرم کا دانت اکھڑ گیا تو قصاص نہیں ہو گا۔

مسئلہ :۔ ضرب سے دانت کا کچھ حصہ ٹوٹ گیا پھر باقی خودبخود گر گیا تو قصاص نہیں ہو گا۔

مسئلہ :۔ اگر ضرب لگنے سے دانت ہلنے لگا تو ایک سال کی مہلت دی جائے گی۔ اگر گرا نہیں تو علاج کے لئے مناسب تاوان ملے گا اور اگر گر گیا تو عمد کی صورت میں قصاص ہو گا اور خطا کی صورت میں دیت آئے گی۔

مسئلہ :۔ دانت ہلنے کی صورت میں مضروب سال کی مہلت کے بعد آیا اور اس کا دانت گرا ہوا تھا اور ضارب و مضروب میں اختلاف ہوا کہ دانت ضرب کی وجہ سے گرا ہے یا نہیں تو اگر دانت سال کے دوران گرا ہو تو مضروب کے قول کو ترجیح ہوگی کہ دانت ضارب کی ضرب کے سبب سے گرا ہے اور اگر دانت سال کے بعد گرا ہو تو ضارب کے قول کو ترجیح حاصل ہوگی کہ دانت اس کی ضرب کی وجہ سے نہیں گرا ہے۔

مسئلہ :۔ بچے کا دانت اکھاڑنے میں ایک سال کی مہلت دی جائے گی۔ اگر دوسرا دانت اگ آیا تو قصاص ساقط ہو جائے گا ورنہ قصاص لیا جائے گا۔

مسئلہ :۔ ایک شخص کی ضرب سے دانت سیاہ ہو گیا بعد میں دوسرے شخص کی ضرب کی وجہ سے وہ دانت اکھڑ گیا تو پہلے شخص کے ذمے دانت کی پوری دیت آئے گی جبکہ دوسرے

کے ذمہ مناسب تاوان آئے گا۔

مسئلہ :- قصاص میں اس کا اعتبار نہیں کیا جائے گا کہ مجرم کا دانت مضروب کے مقابلے میں بڑا ہے۔

مسئلہ :- باکسنگ کھیلتے ہوئے ایک نے دوسرے کا دانت توڑ دیا تو قصاص ہوگا اور اگر دونوں ایک دوسرے کو مثلاً مارو مارو کہہ رہے تھے تو قصاص نہیں ہوگا۔

زبان

مسئلہ :- زبان خواہ پوری کاٹی گئی ہو یا اس کا کچھ حصہ بہرحال قصاص نہیں آتا بلکہ دیت آتی ہے خواہ بالغ شخص کی ہو یا چھوٹے' لیکن بولنے والے بچے کی۔

مسئلہ :- گونگے اور شیر خوار بچے کہ جس نے صرف رونے کی آواز نکالی ہو اس کی زبان کاٹنے میں بھی قصاص نہیں ہوتا بلکہ مناسب تاوان ہوتا ہے۔

عضو تناسل

مسئلہ :- تنہا حشفہ (Glans Penis) کاٹا ہو تو اس میں قصاص ہے اس کے علاوہ عضو تناسل کو خواہ درمیان سے کاٹا ہو یا جڑ سے کاٹا ہو قصاص نہیں ہے بلکہ دیت ملے گی۔

مسئلہ :- خصی اور عنین کے عضو تناسل کو کاٹنے کی صورت میں مناسب تاوان ملے گا۔

ہونٹ

مسئلہ :- پورا ہونٹ کاٹا تو قصاص ہوگا اور اگر ہونٹ کا کچھ حصہ کاٹا تو قصاص نہیں ہوگا۔

زخم :- سر اور چہرے کے زخم کو عربی میں شجہ کہتے ہیں جس کی جمع شجاج (Head Injuries) ہے۔

سر اور چہرے کے علاوہ باقی جسم پر زخم کو جراحت کہتے ہیں۔

سینہ اور پیٹ کے زخم جائفہ کہلاتے ہیں۔

جراحت کا حکم

اس میں مناسب تاوان آتا ہے اور مناسب تاوان سے یہاں مراد زخم کے ٹھیک ہونے تک اپنا خرچہ اور علاج معالجہ کے اخراجات ہیں۔

شجاج:- ان کی گیارہ قسمیں ہیں۔

1- حارصہ: جس میں جلد پر صرف خراش آتی ہے۔

2- دامعہ: کھال اتنی چھل جاتی ہے کہ خون نظر آنے لگتا ہے لیکن بہتا نہیں۔

3- دامیہ: کھال اتنی چھل جائے کہ خون نکل کر بہنے لگے۔

4- باضعہ: کھال کٹ جائے۔

5- متلاحمہ: زخم گوشت تک پہنچ جائے۔

6- سمحاق: جس میں زخم گوشت اور کھوپڑی کے درمیان باریک جھلی (Periosteum) تک پہنچ جائے۔

7- موضحہ: جس میں کھوپڑی کی ہڈی نظر آنے لگے۔

8- ھاشمہ: جس میں کھوپڑی کی ہڈی ٹوٹ جائے۔

9- منقلہ: جس میں ہڈی ٹوٹنے کے بعد اپنی جگہ سے ہل جائے۔

10- آمہ: جس میں زخم دماغ کے گرد جھلی (Meninges) تک پہنچ جائے۔

11- دامغہ: جس میں دماغ باہر نکل آئے۔

شجاج کا حکم

مسئلہ:- عمداً زخم لگانے میں موضحہ اور اس سے کمتر زخموں میں قصاص آتا ہے جبکہ بقیہ شجہ کی اقسام میں قصاص نہیں آتا۔

مسئلہ:- خطا سے زخم لگانے کی صورت میں حارصہ سے سمحاق تک کے زخموں میں مناسب تاوان آتا ہے۔ جبکہ موضحہ میں کل دیت کا بیسواں حصہ، ھاشمہ میں دسواں حصہ، منقلہ میں ساڑھے ساتواں حصہ اور آمہ میں تہائی حصہ ہوتا ہے۔

جائفہ :- یہ وہ زخم ہوتا ہے جو سینہ یا پیٹ کے جوف (Cavity) تک پہنچ جائے۔

مسئلہ :- جائفہ میں تہائی دیت واجب ہوتی ہے اور اگر آلہ زخم جوف میں ایک طرف سے داخل ہو کر دوسری طرف سے نکل جائے تو یہ جائفہ کے دو زخم شمار ہوں گے لہذا ان میں دو تہائی دیت آئے گی۔

مسئلہ :- جائفہ میں بھی قصاص نہیں ہوتا۔

مزید مسائل

مسئلہ :- جن شجاج میں قصاص نہیں آتا ان میں عمد و خطا کا ایک ہی حکم ہے یعنی دونوں صورتوں میں دیت آتی ہے۔

مسئلہ :- مختلف شجاج اور جائفہ میں دیت اس صورت میں نہ ملے گی جب زخم مندمل ہو جائے اور اس کا کچھ اثر باقی نہ رہے۔ البتہ امام محمد ؒ کے نزدیک علاج معالجہ کے اخراجات ملزم کے ذمے واجب ہوں گے اور اگر اندمال کے بعد کچھ اثر خواہ وہ کتنا قلیل ہو باقی رہا تو دیت لازم آئے گی۔

مسئلہ :- سر اور چہرے کے علاوہ جسم کے دیگر حصوں پر زخموں میں جب ہڈی نظر آنے لگے یا ہڈی ٹوٹ جائے اور اندمال کے بعد کچھ اثر باقی رہے تو مناسب تاوان ملے گا اور اگر زخم کا کچھ بھی اثر باقی نہ رہے تو مجروح کو کچھ نہ ملے گا البتہ امام محمد ؒ کے نزدیک علاج معالجہ کے اخراجات ملیں گے۔

مسئلہ :- زخم میں قصاص مجروح کے زخم کے بھر جانے کے بعد لیا جائے گا کیونکہ ایک وجہ تو یہ ہے کہ حدیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے زخم میں اس وقت تک قصاص لینے سے منع فرمایا ہے جب تک زخمی کا زخم نہ بھر جائے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ زخموں میں انجام کا اعتبار کیا جاتا ہے کیونکہ ان میں احتمال ہوتا ہے کہ زخم سرایت کر جائے اور موت واقع ہو جائے تو اس طرح انجام کے اعتبار سے یہ قتل واقع ہوتا ہے۔

مسئلہ :- کوئی نوکدار چیز منہ میں چبھوئی جو دماغ تک پہنچ گئی تو مناسب تاوان ہوگا۔ آنکھ

میں کوئی تیر وغیرہ لگا جو گدی تک چلا گیا تو (ایک) آنکھ میں نصف دیت اور باقی زخم میں مناسب تاوان ہوگا اور اگر وہ تیر وغیرہ دماغ تک پہنچا تو آنکھ کی دیت کے علاوہ مزید تہائی دیت ملے گی۔

مسئلہ :- کوئی باریک نوکدار سلائی ایک کان میں داخل کی اور وہ دوسرے کان تک پہنچ گئی تو مناسب تاوان ہوگا۔

مسئلہ :- موضحہ زخم لگایا جس سے عقل جاتی رہی یا سر کے تمام بال گر گئے اور پھر دوبارہ نہیں اگے تو موضحہ کا ارش دیت میں داخل شمار ہوگا (یعنی دیت سے علیحدہ موضحہ کا ارش نہیں ملے گا)

تنبیہہ :- موضحہ کا ارش دیت میں داخل شمار ہو' ایسا صرف ان مذکورہ دو صورتوں میں ہوتا ہے۔

مسئلہ :- اور اگر کچھ بال گر گئے تو موضحہ کا ارش واجب ہوگا جس میں بالوں کا ارش بھی داخل شمار ہوگا۔

مذکورہ بالا حکم اس وقت ہے جب بال دوبارہ نہ اگے ہوں اور اگر بال دوبارہ اگ آئے اور جیسے پہلے تھے ویسے ہی ہوگئے تو کچھ نہ ملے گا۔

مسئلہ :- ابرو پر موضحہ زخم لگایا جس سے ابرو کے بال گر گئے اور دوبارہ نہیں اگے تو نصف دیت آئے گی جس میں موضحہ کا ارش بھی شمار ہوگا۔

مسئلہ :- اگر موضحہ زخم کی وجہ سے مجروح کی سماعت' بصارت یا قوت گویائی زائل ہو جائے تو دیت کے ساتھ ساتھ موضحہ کا ارش بھی ملے گا۔

مسئلہ :- عمداً" موضحہ زخم لگایا جس سے دونوں آنکھیں ضائع ہوگئیں تو امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک قصاص نہیں ہوگا بلکہ آنکھوں اور موضحہ میں دیت ہوگی جبکہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک موضحہ میں قصاص اور آنکھ میں دیت ہوگی۔

دیت

دیت (خون بہا) وہ مال ہوتا ہے جو جان کے بدلے میں واجب الادا ہو اور ارش وہ مال ہوتا ہے جو اعضاء و جوارح پر جنایت کے بدلے میں واجب الادا ہو۔ ارش کو کبھی دیت بھی کہہ دیتے ہیں۔

مسئلہ :۔ قتل خطا، قتل جاری مجری خطا، قتل شبہ عمد اور قتل بسبب میں اور اسی طرح بچے اور مجنوں کے قتل کرنے کی صورت میں دیت آتی ہے جو عاقلہ کے ذمے ہوتی ہے۔ اور تین سالانہ قسطوں میں واجب الادا ہوتی ہے البتہ اگر باپ اپنے بیٹے کو عمداً قتل کردے تو خود اس کے اپنے مال میں دیت واجب ہوگی جو تین سال میں واجب الادا ہوگی۔

مسئلہ :۔ ہروہ قتل عمد جس میں کسی شبہ کی بنا پر قصاص ساقط ہو جائے اس میں قاتل کے اپنے مال میں سے دیت تین سال میں واجب الادا ہوتی ہے۔

مسئلہ :۔ ہروہ ارش اور دیت جو باہمی صلح کی بنا پر واجب ہو وہ فوری طور پر واجب الادا ہوتی ہے۔

مسئلہ :۔ قتل کی دیت کی ادائیگی امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک صرف سونے، چاندی اور اونٹوں میں سے کسی ایک میں کی جاسکتی ہے۔ جبکہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک گایوں، بھیڑ بکریوں اور کپڑوں کی صورت میں بھی کی جاسکتی ہے۔

اونٹ سو ہوتے ہیں جو

i- قتل خطا میں پانچ قسموں کے ہوتے ہیں۔ بیس ایک سال کی اونٹنیاں، بیس ایک سال کے اونٹ، بیس دو سال کی اونٹنیاں، بیس تین سال کے اونٹ اور بیس چار سال کے اونٹ۔

ii- اور قتل شبہ عمد میں چار قسموں پر ہوتے ہیں۔ پچیس ایک سال کی اونٹنیاں، پچیس دو سال کی اونٹنیاں، پچیس (تین سالہ اونٹ) اور پچیس (چار سالہ اونٹ)

گائیں	دو سو ہوتی ہیں۔
بھیڑ بکریاں	دو ہزار ہوتی ہیں۔
کپڑے	دو دو کپڑوں پر مشتمل دو سو جوڑے۔
سونا	ہزار دینار یعنی تین سو پچھتر تولے۔
چاندی	دس ہزار درہم' یعنی دو ہزار چھ سو پچیس تولے۔

مسئلہ :- مسلمان' ذمی اور ویزا لے کر آئے ہوئے کافر کی دیت برابر ہے۔

مسئلہ :- عورت کی دیت اور ارش مرد کی دیت اور ارش کا نصف ہوتی ہے۔

تنبیہ :- عورت کی دیت میں تفاوت چونکہ شریعت سے ثابت ہے لہٰذا یہ محل اعتراض تو ہے ہی نہیں البتہ اس کی عقلی دلیل یہ بھی ہے کہ شریعت نے عورتوں اور بچوں اور دائمی مریضوں اور اپاہجوں' کے خرچے ان کے رشتہ دار مردوں کے ذمے لگائے ہیں جبکہ عورتوں کے ذمے کسی کا کوئی خرچہ نہیں لگایا۔ لہٰذا مرد کے قتل کی صورت میں احترام نفس کے علاوہ اس کے عیالدار معاشی طور پر بھی متاثر ہوتے ہیں جبکہ عورت کے قتل کی صورت میں صرف احترام نفس کی ہتک ہے اور کچھ نہیں۔ احترام نفس کی حد تک تو دونوں کی دیت برابر ہے۔ البتہ عیالداری کی بنا پر مرد کے وارثوں کو اتنی رقم اور دلوائی جاتی ہے اور اسے بھی دیت شمار کرتے ہیں کیونکہ وہ بھی قتل کے سبب سے واجب ہوتی ہیں۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

مسئلہ :- وہ جنایت کہ جس میں کوئی متعین ارش نہیں ہے بلکہ مناسب تاوان ملتا ہے اگر عورت پر ہو تو اس بارے میں فقہا کی دو رائیں ہیں ایک یہ کہ مرد کو ملنے والے تاوان کے مساوی ملے گا اور دوسری یہ کہ اس کا نصف ملے گا۔

دیت یا ارش واجب ہونے کی صورتیں

بالوں میں :-

مسئلہ :- کسی کا سر مونڈ دیا اور دوبارہ بال نہیں اگے تو پوری دیت واجب ہو گی۔ ارش

میں مرد عورت، بچے، بڑے سب کا حکم یکساں ہے۔ البتہ پہلے ایک سال کی مہلت دی جائے گی۔ اگر اس دوران بال نہ اگے تب دیت واجب الادا ہو گی۔

مسئلہ :۔ ابرو کے بال اس طرح مونڈھے یا اکھیڑے کہ بالوں کی جڑوں کے مقام برباد ہو گئے جس سے پھر بال دوبارہ نہ اگے تو ایک طرف میں نصف دیت اور دونوں طرف میں پوری دیت واجب ہو گی۔

مسئلہ :۔ اسی طرح ایک پلک کے بال کاٹے یا اکھیڑے اور انکی جڑیں برباد کر دیں تو چوتھائی دیت ہو گی۔ دو پلکوں میں نصف دیت اور چاروں پلکوں میں پوری دیت ہو گی۔

مسئلہ :۔ کسی کی داڑھی مونڈھ دی اور پھر سال بھر تک دوبارہ بال نہ اُگے تو پوری دیت آئے گی۔ اور اگر آدھی مونڈھی تو تب بھی پوری دیت آئے گی۔

مسئلہ :۔ سر اور داڑھی کے بال مونڈھنے میں عمد اور خطا دونوں کا ایک ہی حکم ہے۔

مسئلہ :۔ اگر ٹھوڑی پر داڑھی کے صرف گنتی کے چند بال تھے تو ان کو مونڈھنے کی صورت میں کچھ واجب نہ ہو گا اور اگر ٹھوڑی اور رخساروں پر بال تھے تو مناسب تاوان واجب ہو گا جبکہ متصل ہونے کی صورت میں پوری دیت واجب ہو گی۔ اور اگر داڑھی کے بال دوبارہ اتنے ہی اگ آئے جتنے پہلے تھے تو کچھ نہ ملے گا البتہ مجرم کو کچھ تعزیر کی جائے گی۔

مسئلہ :۔ اگر داڑھی پہلے سیاہ تھی۔ اب دوبارہ جو نکلی تو سفید نکلی تو اس پر مناسب تاوان آئے گا۔

مسئلہ :۔ مونچھیں مونڈھ دیں اور وہ بعد میں دوبارہ نہ اگیں تو مناسب تاوان ہو گا۔

مسئلہ :۔ خطا سے دونوں اٹھے ہوئے کان کاٹنے میں پوری دیت ہو گی جبکہ ایک کان میں نصف دیت ہو گی۔

مسئلہ :۔ اگر کان سوکھے ہوئے یا پست تھے تو مناسب تاوان ملے گا۔

مسئلہ :- اگر کانوں پر ضرب لگائی جس سے قوت سماعت ضائع ہو گئی تو پوری دیت ہو گی۔

آنکھوں میں :-

مسئلہ :- خطا سے دونوں آنکھیں پھوڑی گئیں تو کامل دیت ہو گی جبکہ ایک آنکھ میں نصف دیت ہو گی۔

مسئلہ :- اگر آنکھ تو نہ پھوٹی اور ڈھیلے بحال رہے لیکن ضرب سے بصارت زائل ہو گئی تو دونوں آنکھوں میں کامل دیت ہو گی جبکہ ایک آنکھ میں نصف دیت ہو گی۔

مسئلہ :- کانے کی ایک آنکھ میں نصف دیت ہو گی۔

مسئلہ :- پپوٹے، پلکوں سمیت کاٹ دے تو پوری دیت ہو گی۔

مسئلہ :- اگر پلکوں سے عاری پپوٹے کاٹے تو پوری دیت ہو گی ۔

مسئلہ :- ایک شخص نے پلکیں کاٹیں اور دوسرے نے پپوٹے کاٹے تو پلکیں کاٹنے والے پر پوری دیت آئے گی اور پپوٹے کاٹنے والے پر مناسب تاوان ہو گا۔

ناک میں :-

مسئلہ :- خطا سے ناک کاٹنے میں کامل دیت ہو گی۔

مسئلہ :- ناک کے نرم حصہ کاٹنے میں بھی کامل دیت ہے۔

مسئلہ :- اگر ناک کا نصف بانسہ کاٹا تو اس میں کامل دیت ہو گی اور عمد کی صورت میں بھی قصاص نہیں ہو گا۔

مسئلہ :- ناک پر ضرب لگائی جس سے سونگھنے کی قوت ضائع ہو گئی تو کامل دیت ہو گی۔

مسئلہ :- بچے کی ناک، کان میں بھی پوری دیت ہو گی۔

دانتوں میں :-

مسئلہ :- ایک دانت میں خواہ وہ کسی قسم کا بھی ہو کل دیت کا بیسواں حصہ آتا ہے۔

مسئلہ :- ایسا صرف دانتوں ہی میں ہوتا ہے کہ ان کا ارش جان کی دیت سے متجاوز ہو جائے۔ لہٰذا اگر اٹھائیس دانت گرائے تو چودہ ہزار درھم ارش ہو گا یعنی چار ہزار زائد) اور اگر تیس دانت گرائے تو پندرہ ہزار درھم اور بتیس دانت گرائے تو سولہ ہزار درھم ارش ہو گا۔ یہ رقم تین سال میں واجب الادا ہو گی۔

مسئلہ :- ضرب لگا کر ایک شخص کا دانت نکال دیا۔ اگر اس کی جگہ دوسرا دانت اگ آیا تو امام ابو حنیفہ رحمہ للہ کے نزدیک ارش ساقط ہو جائے گا۔ جبکہ امام ابو یوسف رحمہ للہ اور امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک پورا ارش ملے گا۔

مسئلہ :- اگر نکالے ہوئے دانت کی جگہ سیاہ دانت نکلا تو کامل ارش ملے گا۔

مسئلہ :- دانت اکھیڑا۔ مجروح نے دانت کی جگہ سیاہ دانت کو واپس اس کی جگہ پر رکھ دیا اور اس پر (مسوڑھوں کا) گوشت چڑھ آیا تب بھی ارش میں کچھ کمی نہ آئے گی۔

مسئلہ :- دانت پر ضرب لگائی جس سے وہ ہلنے لگا تو سال کی مہلت دی جائے گی۔ اگر ہلنا تو بند ہو گیا لیکن دانت سبز یا سرخ ہو گیا تو دانت کا ارش ملے گا۔ یعنی پانچ سو درھم) اور اگر دانت پیلا یعنی زرد ہو گیا تو کچھ نہ ملے گا۔ اور اگر دانت سیاہ ہو گیا تو

(الف)۔ اس سے اگر چبانے کی منفعت زائل ہو گئی تو دانت کا ارش ملے گا۔

(ب) ۔ اور اگر چبانے کی منفعت تو زائل نہیں ہوئی لیکن وہ دانت نظر آتا ہو تو منفعت جمال کے فوت ہونے کی بنا پر بھی کامل ارش آئے گا۔

(ج) ۔ اور اگر نہ تو چبانے کی منفعت زائل ہوئی ہو اور پیچھے ہونے کی بنا پر منفعت جمال بھی فوت نہ ہوئی ہو تو مجروح کو کچھ نہ ملے گا۔

زبان کی دیت:-

مسئلہ:- پوری زبان کاٹنے میں کامل دیت ہے۔

مسئلہ:- اگر زبان کا کچھ حصہ کاٹا تو

i- اگر اس کے بعد کلام پر سرے سے قادر نہ ہو یا اکثر حروف ادا نہ کر سکتا ہو تو مجرم کے ذمے کامل دیت ہو گی۔

ii- اور اگر صرف چند حروف کی ادائیگی پر قادر نہ ہو تو مناسب تاوان ملے گا۔

مسئلہ:- گونگے کی زبان میں مناسب تاوان ہو گا۔ جبکہ صرف اتنی کٹی ہو کہ ذائقہ کی منفعت برقرار ہو۔

مسئلہ:- بچے کی زبان کاٹی تو اگر وہ باتیں کرتا تھا تو کامل دیت ہو گی اور اگر اتنا چھوٹا تھا کہ صرف رونے کی آواز نکلتی تھی تو مناسب تاوان آئے گا۔ جبکہ صرف اتنی کٹی ہو کہ ذائقہ کی منفعت برقرار ہو۔

جبڑوں کی دیت:-

مسئلہ:- دو جبڑوں میں کامل دیت ہوتی ہے جبکہ ایک جبڑے میں نصف دیت ہوتی ہے۔

قاعدہ:-

اطراف (یعنی ہاتھ پیروں ٹانگوں وغیرہ) میں قاعدہ یہ ہے کہ جب کسی منفعت کی جنس یا کوئی جمال جو مقصود ہو کامل طور پر فوت ہو جائے تو کامل دیت واجب ہوتی ہے۔

ہاتھ پیروں کی دیت:-

مسئلہ:- دونوں ہاتھ جب خطاء سے کاٹے جائیں تو کامل دیت آتی ہے جبکہ ایک ہاتھ میں نصف دیت آتی ہے۔ دائیں بائیں کا کوئی فرق نہیں ہے۔

مسئلہ:- خنثی کے ہاتھ میں امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اتنی دیت ہوتی ہے جتنی عورت کے ہاتھ میں ہوتی ہے جبکہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس میں مرد کے ہاتھ کی نصف دیت اور عورت کے ہاتھ کی نصف دیت کے مجموعہ کے برابر واجب

ہوتی ہے۔

مسئلہ :- ہاتھ پاؤں کی ہر انگلی میں خواہ وہ کوئی سی بھی ہو دیت کا دسواں حصہ آتا ہے وہ انگلی جس میں تین جوڑ ہوتے ہیں ان میں ہر جوڑ میں دیت کا تیسواں حصہ آتا ہے اور جس انگلی میں دو جوڑ ہوتے ہیں ان میں ہر جوڑ میں دیت کا بیسواں حصہ ہوتا ہے۔

مسئلہ :- زائد انگلی میں مناسب تاوان آتا ہے۔

مسئلہ :- شل ہاتھ میں مناسب تاوان آتا ہے۔

مسئلہ :- جب بعض انگلیوں یا تمام انگلیوں سمیت، ہتھیلی کاٹی تو اس میں مندرجہ ذیل تفصیل ہے۔

i- پانچوں انگلیوں سمیت، ہتھیلی کاٹی تو، ہتھیلی کو انگلیوں کے تابع سمجھا جائے گا اور صرف انگلیوں کا ارش لازم ہو گا۔

ii- اگر کٹی ہوئی ہتھیلی میں تین انگلیاں تھیں تب بھی صرف تین انگلیوں کا ارش یعنی تین ہزار درھم واجب ہو گا۔ ہتھیلی میں کچھ نہ ملے گا۔

مسئلہ :- کسی کے ہاتھ پر ضرب لگائی جس سے وہ شل ہو گیا تو کامل دیت آئے گی۔

مسئلہ :- اگر انگلی کا اوپر کا جوڑ کاٹ دیا اور باقی انگلی شل اور بالکل بیکار ہوگئی تو قصاص تو نہیں ہوگا البتہ پوری انگلی میں ارش ہوگا اور اگر باقی انگلی شل ہوئی لیکن بالکل بیکار نہ ہوئی تو کٹے ہوئے جوڑ میں ارش اور باقی میں مناسب تاوان ہوگا۔

مسئلہ :- بازو توڑنے کی صورت میں مناسب تاوان آتا ہے۔

مسئلہ :- بازو (Arm) کو درمیان سے کاٹا تو ہاتھ کی دیت اور بازو سے ہتھیلی کے درمیان تک کے حصے میں مناسب تاوان ہو گا۔

مسئلہ :- بچہ جب تک بیٹھا اور چلا نہ ہو اور نہ ہی اس نے اپنے ہاتھ پیر کو حرکت دی ہو تو ان میں مناسب تاوان ہوتا ہے۔ اور جب وہ ہاتھ پیروں کو ہلانے لگا ہو تو کامل دیت آتی ہے۔

مسئلہ :- لنگڑی ٹانگ کاٹنے میں مناسب تاوان آتا ہے۔

مسئلہ :- آدھی پنڈلی سے ٹانگ خطا سے کاٹی تو پاؤں کی وجہ سے دیت اور بقیہ حصے کی وجہ سے مناسب تاوان آئے گا۔

مسئلہ :- ران کی ہڈی توڑ دی جو جڑ گئی اور سیدھی ہو گئی تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک کچھ واجب نہ ہو گا جبکہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک مناسب تاوان ہو گا۔

مسئلہ :- بازو یا ٹانگ یا اور کسی جگہ کی ہڈی توڑ دی اور وہ جڑ گئی اور جیسی پہلے تھی ویسی ہی ہو گئی تو کچھ دیت وارش نہ ہو گا۔ اور اگر اس میں کچھ ٹیڑھ رہ گیا تو اسی حساب سے دیت آئے گی۔

مسئلہ :- انگلی کے پوروں میں مناسب تاوان آتا ہے۔

ناخن اگر دوبارہ پہلے کی طرح اگ آیا تو کچھ ارش نہ ہو گا۔ اور اگر نہ اگا تو مناسب تاوان ہو گا اور اگر عیب دار اگا تو اس سے کمتر تاوان ہو گا۔

پستان کی دیت :-

مسئلہ :- مرد کے دونوں پستانوں میں مناسب تاوان ہوتا ہے جبکہ اس کے سر پستانوں میں، اس سے کمتر تاوان ہوتا ہے۔

مسئلہ :- مرد کے ایک پستان میں اس کے دو میں واجب ہونے والے تاوان کا نصف ہو گا۔

مسئلہ :- عورت کے دونوں پستانوں میں کامل دیت ہوگی، ایسے ہی دونوں سر پستانوں میں پوری دیت اور ایک پستان میں نصف دیت ہو گی۔

آلات تناسل کی دیت :-

مسئلہ :- اگر کسی مرد کی پشت پر ضرب لگائی جس سے وہ جماع کرنے کے قابل نہ رہا یا وہ

کبڑا ہو گیا تو کامل دیت آئے گی۔ اور اگر نہ تو قوت جماع ضائع ہوئی اور نہ ہی کبڑا پن پیدا ہوا البتہ زخم کا اثر باقی رہا تو مناسب تاوان آئے گا اور اگر ضرب کا کچھ اثر بھی باقی نہ رہا تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک کچھ نہ ملے گا جبکہ امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک علاج معالجہ کا خرچہ مجروح کو ملے گا۔

مسئلہ :- مرد کے آلۂ تناسل (Penis) میں کامل دیت ہو گی۔ خصی (Castrated) کے آلۂ تناسل میں مناسب تاوان ملے گا خواہ اس میں حرکت ہوتی ہو یا نہ ہوتی ہو اور خواہ وہ خصی جماع پر قادر ہو یا نہ ہو۔ یہی حکم عنین (نامرد Impotent) کے آلۂ تناسل کا ہے کہ اس میں مناسب تاوان ہوتا ہے۔ بوڑھا اگر جماع پر قادر نہ ہو اس کے آلۂ تناسل میں بھی مناسب تاوان ہو گا۔

مسئلہ :- حشفہ (Glans Penis) کے کاٹنے میں بھی کامل دیت آتی ہے۔

مسئلہ :- دونوں خصیتین میں کامل دیت ہوتی ہے۔

مسئلہ :- صحیح سالم شخص کے آلۂ تناسل اور خصیتین کو خطا سے کاٹ دیا تو اگر پہلے آلۂ تناسل کو کاٹا تو مجرم پر دو دیتیں ہو نگی۔ اور اگر پہلے خصیتین کو کاٹا تو خصیتین میں کامل دیت ہو گی اور آلۂ تناسل میں مناسب تاوان ہو گا۔

مسئلہ :- اور اگر ران کی جانب سے خصیتین اور آلہ تناسل دونوں کو اکٹھے ہی کاٹ دیا تو دو دیتیں ہوں گی۔

پیٹ کی دیت :-

مسئلہ :- پیٹ پر نیزہ کا زخم لگایا جس کی وجہ سے کھانا پیٹ میں نہ ٹھہرتا ہو تو کامل دیت ہو گی۔

(اگر اپریشن کے ذریعہ معدہ یا آنت کو سی دیا جائے اور وہ خامی دور ہو جائے تو امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کے قاعدے کے موافق علاج معالجہ کا خرچہ ملنا چاہیے واللہ تعالیٰ اعلم)

مسئلہ :- اگر ضرب لگانے کی وجہ سے پیشاب نہ رکتا ہو اور سلسل بول کا مرض لاحق ہو گیا ہو تو کامل دیت ملے گی۔

مسئلہ :- عورت کی شرمگاہ کو اس طرح کاٹ دیا کہ وہ پیشاب نہ روک سکتی ہو تو کامل دیت ملے گی۔

باب : 31

جہاد کے احکام

جہاد نام ہے اللہ کے رستے میں لڑائی میں اپنی قوت خرچ کرنا خواہ عین لڑائی میں شریک ہو کر یا مال و رائے کی معاونت کے ساتھ یا (کچھ اور نہ ہو سکے تو) محض نفری بڑھانے کے ساتھ۔

رباط یعنی سرحدوں کی حفاظت کرنا بھی جہاد میں شامل ہے۔ صحیح حدیث میں ہے کہ مرابط کو نماز میں پانچ سو گنا اور خرچہ میں سات سو گنا ثواب ملتا ہے۔ اور اگر اسی دوران مر جائے تو قیامت تک اس کا عمل اور اس کا رزق جاری کر دیا جاتا ہے۔ قبر کے سوال و جواب سے محفوظ رہے گا قیامت کے دن شہید اٹھایا جائے گا اور بڑی گھبراہٹ سے محفوظ رہے گا۔

مسئلہ :- ابتداء" جہاد کرنا (یعنی اگرچہ کافروں نے حملہ کرنے میں پہل نہ کی ہو) فرض ہے لیکن کفایہ ہے البتہ اگر اس علاقے میں مسلمان اتنے تھوڑے ہوں کہ سب کے نکلے بغیر جہاد نہ ہو سکتا ہو تو سب پر فرض عین ہو جاتا ہے۔

لیکن جہاد کی فرضیت کا ہر علاقے میں علیحدہ اعتبار ہو گا۔ مشرقی یورپ میں جہاد سے پاکستان میں جہاد کا حکم ختم نہیں ہو گا۔ غرض حکم یہ ہے کہ جہاد ہر وقت چلتا رہے خواہ کفار پہل کریں یا نہ کریں۔

مسئلہ :- حاکم کیلئے جائز نہیں کہ وہ سرحدوں کو بقدر کفایت فوج سے خالی رکھے جو جہاد کرتی رہے۔ اگر سرحدی فوج یا لوگ مغلوب ہو جائیں تو ان کے پیچھے والوں پر فرض ہو جاتا ہے کہ وہ اسلحہ اور مال ہر طرح سے انکی امداد کریں۔ لیکن یہ حکم اس وقت ہے جب جنگ اتنی دیر جاری رہے کہ پیچھے والے خبر ملنے پر ان تک پہنچ سکیں۔ اور یہ بھی اس صورت میں ہے جب سرحد پر یا کافروں کے ملک میں لڑائی ہو یا اگر مسلمان ملک کے اندر

کافروں نے حملہ کر دیا ہو لیکن مسلمانوں کی سرحدی فوج کو شکست دے کر واپس اپنے ملک میں چلے گئے ہوں۔ اگر کافروں نے مسلمان علاقے پر قبضہ جمالیا ہو تو پھر پیچھے والوں کو ہر حال میں قدرت کے ہوتے ہوئے ان سے لڑنا ضروری ہے۔

مسئلہ :- اگر کسی جگہ دشمن کے حملہ کا خوف ہو تو حاکم پر یا اس علاقے والوں پر اس جگہ کی حفاظت کرنا فرض ہوتا ہے۔ اگر ان میں اس کی قدرت نہ ہو تو انکے قریب والوں پر یہاں تک کہ مشرق و مغرب میں تمام مسلمانوں پر فرض ہو جاتا ہے۔

مسئلہ :- مسلمان قیدی کو چھڑانا سب مسلمانوں پر فرض ہو جاتا ہے یعنی جنکو بھی علم ہو جائے کہ کافر مسلمان کو پکڑ کر لے گئے ہیں۔

مسئلہ :- کافر اگر مسلمان عورتوں اور بچوں کو پکڑ کر لے جائیں تو انکا پیچھا کیا جائے جب تک کہ وہ اپنے علاقوں میں محفوظ جگہوں میں نہ پہنچ جائیں۔

مسئلہ :- کسی جگہ جہاد فرض کفایہ ہو اور ایک شخص کے والدین یا ان میں سے کوئی ایک موجود ہو اور اس کے نکلنے سے ان کو سخت مشقت پہنچتی ہو کہ وہ تنگ دست ہوں اور اس کی خدمت کے محتاج ہوں تو اس شخص کا جہاد میں نکلنا جائز نہیں کیونکہ اس صورت میں والدین کی خدمت فرض عین ہے اور فرض کفایہ کی خاطر فرض عین کو چھوڑنا جائز نہیں ہے۔

اسی طرح اگر کسی کے بیوی بچوں کی ایسی حالت ہو کہ کوئی اور ان کی دیکھ بھال کرنے اور خرچہ اٹھانے پر تیار نہ ہو اور اس کے جہاد میں جانے سے ان کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہو تو اس کے لیے بھی جانا جائز نہیں ہے۔

مسئلہ :- ایک شخص کا جہاد کا عزم ہے لیکن لوگوں کے آمادہ نہ ہونے کی وجہ سے یا ان کی سستی کی وجہ سے یا حاکم کے منع کرنے کی وجہ سے نہیں نکل سکتا تو وہ گناہگار نہیں ہے۔

مسئلہ :- جس کو اپنی جان اور مال کے ساتھ جہاد پر قدرت ہو اس پر جہاد لازم ہے (بشرطیکہ کوئی مذکور عذر اور رکاوٹ موجود نہ ہو) اور اس کو اجرت لینا جائز نہیں۔

اگر کوئی نکلنے سے عاجز ہو لیکن اس کے پاس مال ہو تو وہ اپنے مال سے کسی دوسرے کو بھیج دے۔

اگر حکومت کی جانب سے بقدر ضرورت وظیفہ مل جائے تو جہاد کیلئے جانے پر کسی دوسرے سے وظیفہ وغیرہ نہیں لے سکتا۔

مسئلہ:۔ جب مسلمان کفار کا محاصرہ کرلیں تو اگر انکو اسلام کی دعوت نہ پہنچی ہو تو ان کو پہلے اسلام کی دعوت دینا واجب ہے اور اگر پہنچ چکی ہو تو مستحب ہے۔ اگر وہ اسلام قبول کر لیں تو فبہا ورنہ انکو جزیہ کی ادائیگی قبول کرنے اور مسلمانوں کی ماتحتی قبول کرنے کی دعوت دیں۔ اگر وہ اس کو قبول کرلیں تو انکو مسلمانوں کے مساوی حقوق حاصل ہونگے۔ اگر کافر اس کو بھی قبول نہ کریں تو پھر مسلمان ان سے جنگ کریں۔

دارالاسلام کب دارالحرب بنتا ہے:۔

جب کسی مسلمان ملک پر کافر حربی غلبہ پالیں یا کسی علاقے کے لوگ مرتد ہو جائیں اور وہاں غلبہ پاکر کفر کے احکام جاری کریں یا ذمی اپنے علاقے میں عہد توڑ دیں اور غلبہ پالیں تو یہ مسلمان علاقے یعنی دارالاسلام امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس وقت تک دارالحرب میں تبدیل نہیں ہو گا جب تک تین باتیں نہ پائی جائیں۔ ایک یہ کہ وہاں کفر کے احکام جاری ہونے لگیں۔ دوسرے یہ کہ اس علاقے اور دارالحرب کے درمیان کوئی مسلمانوں کا علاقہ نہ ہو اور تیسرے یہ کہ وہاں مسلمان یا ذمی کو سابقہ اسلامی دور کے امان کے تحت اپنی جان کیلئے امان نہ ہو۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک محض کفر کے احکام کے اظہار ہی سے وہ دارالحرب سمجھا جائے گا۔

ان دونوں قولوں میں حقیقی فرق نہیں ہے بلکہ مسلمانوں کے حالات کے اختلاف کی وجہ سے فرق ہے۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے دور تک مسلمان حکمرانوں میں کافروں کے مقابلہ میں دینی غیرت زیادہ تھی' اس لئے کافروں کی کسی جرات پر وہ فوراً حرکت میں آتے اور یوں اس کی توقع نہ تھی کہ کافر مسلمانوں کے کسی علاقہ میں غالب آکر وہاں اطمینان

سے کفر کے احکام جاری کر سکیں گے جبکہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے دور میں حکمرانوں کی دینی غیرت میں کمی آئی اور کافروں کی جرات کی توقع کی جانے لگی۔

دار الحرب کب دار الاسلام میں تبدیل ہوتا ہے:۔

وہ علاقہ جو پہلے دار الحرب تھا جب اس میں اہل اسلام کے احکام جاری ہونے لگیں تو وہ دار الاسلام بن جاتا ہے اگرچہ وہاں کے اصلی کافر باشندے وہاں رہائش پذیر ہوں۔

جہاد کے دوران پکڑے جانے والے قیدیوں کا معاملہ

مسئلہ :۔ امام المسلمین کو ان میں تین طرح کا اختیار ہوتا ہے۔

1- اگر وہ قیدی مسلمان نہ ہوئے ہوں تو ان میں سے جو لڑائی کے قابل ہوں ان کو قتل کر دے۔

2- سب کو غلام بنا لے۔

3- ان کو ذمی بنا کر رکھے اور ان سے جزیہ لے۔

مسئلہ :۔ امام المسلمین کیلئے یہ جائز نہیں کہ وہ انکو ایسے ہی مفت چھوڑ دے اور وہ اپنے ملک میں واپس چلے جائیں۔ ضرورت ہو تو زر فدیہ لے کر انکو چھوڑ سکتا ہے لیکن ضرورت نہ ہو تو یہ بھی جائز نہیں ہے۔

مسئلہ :۔ مسلمان قیدیوں کے بدلے میں کافر قیدیوں کو چھوڑ سکتا ہے۔

مسئلہ :۔ جو عورتیں اور بچے قیدی ہوں ان کا زر فدیہ لے کر ان کو چھوڑنا جائز نہیں۔ البتہ مسلمان قیدیوں کے تبادلے میں چھوڑ سکتے ہیں۔

مسئلہ :۔ جو کافر قیدی مسلمان ہو گیا ہو اس کا کسی مسلمان قیدی سے تبادلہ جائز نہیں۔ البتہ اگر مسلمان ہونے والا خود اس پر راضی ہو اور اس کے اسلام پر امن و اطمینان ہو کہ

دار الحرب میں دوبارہ جا کر کافر نہیں ہو جائے گا تو کوئی حرج نہیں ہے۔

غلام و باندی بنانے کی ضرورت:۔

اس کو سمجھنے کیلئے دو باتیں پیش نظر رکھیں تو بات جلدی واضح ہو جائے گی۔ پہلی یہ کہ موجودہ ترقی یافتہ مشینی دور سے پہلے بڑی بڑی فوجیں ایک جگہ پر مقابلہ اور لڑائی کرتی تھیں۔ اور ایک کی شکست کی صورت میں ہزاروں کی تعداد میں فوجی گرفتار ہوتے تھے۔ دوسری یہ کہ مثلاً" مسلمانوں کی ترقی کے دور میں علاقوں کے علاقے فتح ہو رہے تھے۔ شکست کھانے والا ملک یا تو مکمل طور پر فتح ہو جاتا تھا یا اس کے اصحاب اقتدار پسپا ہوتے اور پیچھے ہٹتے جاتے تھے اور وہ اس کے متحمل نہیں ہو سکتے تھے کہ ان حالات میں زر فدیہ کا ایک بہت بڑا بوجھ برداشت کر کے اپنے قیدی چھڑا سکیں۔

ان حالات میں جب سینکڑوں اور ہزاروں آدمی مسلمانوں کی قید میں ہوں ایک صورت تو یہ ہے کہ ان سب کو مفت رہا کر دیا جائے اور ان کو اپنے ملک میں واپس جانے دیا جائے۔ اس کا حماقت ہونا ظاہر ہے کہ دشمن کی ہزاروں کی تعداد کو پھر اپنے مقابلے کیلئے مستعد کر دیا۔ دوسری صورت یہ ہے کہ سب کو فوراً" قتل کر دیا جائے۔ اگر اسلام میں صرف قتل ہی کی صورت متعین ہوتی تو مخالفین جتنا شور و غل مسئلہ غلامی پر کرتے ہیں اس سے کہیں زیادہ اس وقت کرتے کہ دیکھئے کیسا سخت حکم ہے کہ قیدیوں کو فوراً" قتل کر دیا جاتا ہے۔ تیسری صورت یہ ہے کہ سب کو کسی جیل خانہ میں بند کر دیا اور وہاں رکھ کر ان کو روٹی کپڑا دیا جائے۔ اس میں یہ خرابی ہے' اس میں بڑا خرچ حکومت کے سر پڑتا ہے۔ اور ان کو کتنی ہی راحت پہنچائیں اس کی انکو کچھ قدر نہیں ہوتی اور آزادی سلب ہونے کی وجہ سے انکی دشمنی میں کچھ کمی نہیں آتی۔ پھر سب سے بڑا ظلم یہ ہے کہ سب کے سب علمی و تمدنی ترقی سے بالکل محروم رہتے ہیں۔ اسلام نے اس کے بجائے یہ حکم دیا کہ جتنے قیدی گرفتار ہوں سب لشکر والوں میں تقسیم کر دو۔ ایک گھر میں ایک غلام کا خرچ معلوم بھی نہ ہو گا اور حکومت بہت بڑے بوجھ سے بچ جائے گی۔ پھر چونکہ ہر شخص کو اپنے قیدی

سے خدمت لینے کا حق بھی ہے اس لیے وہ اس کو روٹی کپڑا جو کچھ دے گا اس پر گراں نہ ہو گا۔ پھر چونکہ غلام کو چلنے پھرنے سیرو تفریح کرنے کی آزادی ہوتی ہے قید خانہ میں بند نہیں ہوتا ہے اس حالت میں اگر آقا نے اس کے ساتھ اچھا سلوک کیا تو اس کا احسان غلام کے دل میں گھر کر لیتا ہے اور وہ اس کے گھر کو اپنا گھر اور اس کے گھر والوں کو اپنا عزیز سمجھنے لگتا ہے۔ یہ سب باتیں ہی نہیں بلکہ واقعات ہیں۔ پھر اس صورت میں غلام علمی و تمدنی ترقی بھی کر سکتا ہے کیونکہ جب آقا غلام میں اتحاد ہو جاتا ہے تو آقا خود چاہتا ہے کہ میرا غلام مہذب و شائستہ ہو۔ وہ اس کو تعلیم بھی دلاتا ہے صنعت و حرفت بھی سکھلاتا ہے چنانچہ اسلام میں صدہا غلام علماء و زہاد و عباد ہوئے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے غلاموں کی یہاں تک رعایت فرمائی ہے کہ آپ کا حکم ہے کہ جو خود کھاؤ وہی غلاموں کو کھلاؤ جو خود پہنو وہی پہناؤ اور جب وہ کھانا پکا کر لائے تو اس کو اپنے ساتھ بٹھا کر کھلاؤ۔ عین وصال کے وقت میں آپ کی آخری وصیت یہ تھی کہ نماز کا خیال رکھو اور ان غلاموں کا بھی جو تمہارے ہاتھوں کے نیچے ہیں۔

اگر کوئی شخص غلام حاصل ہونے کے بعد کسی وجہ سے خود اس کو نہ رکھ سکے تو وہ مذکورہ بالا عذر کی وجہ سے غلام کسی دوسرے کی ملکیت میں دے سکتا ہے خواہ عوض کے بدلے میں یا بلا معاوضہ۔

قیدی عورتوں کو بھی اسی طرح مجاہدین میں تقسیم کر دیا جائے گا کیونکہ ان کو مستقل قید میں رکھنے میں یا دارالاسلام میں آزاد چھوڑنے میں اخلاقی خرابیاں اور فساد پیدا ہونے کا قوی اندیشہ بھی ہے۔ پھر اگر یہ اہل کتاب ہوں یا مسلمان ہو جائیں تو مالک انکا کہیں نکاح کر سکتا ہے اور اگر چاہے تو کسی اور سے اس کا نکاح نہ کرے بلکہ خود اس سے اپنی خواہش پوری کرے۔ اس کے لیے مالک کو اس باندی سے نکاح کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ جیسے نکاح ایک دینی معاملہ ہے اسی طرح غلامی میں دینا بھی ایک دینی معاملہ ہے جو اعلانیہ حکومت کراتی ہے۔ علاوہ ازیں نکاح سے تو مرد کو صرف مخصوص قسم کی ملکیت حاصل ہوتی ہے جبکہ باندی میں مالک کو اس میں مکمل ملکیت حاصل ہوتی ہے۔ قران پاک

میں واضح طور سے یہ حکم موجود ہے۔

قد افلح المومنون O ---- والذین هم لفروجهم حفظون O الا علی ازواجهم اوما ملکت ایمانهم فانهم غیر ملومین

ترجمہ: کامیاب ہو گئے ایمان والے ------ جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں مگر اپنی بیویوں سے یا اپنی مملوکہ عورتوں (یعنی باندیوں) سے کیونکہ ان لوگوں پر ملامت نہیں ہے۔

اس آیت میں بیویوں کے بعد مملوکہ عورتوں کا ذکر ہے۔ اگر مملوکہ عورتوں سے بھی نکاح ضروری ہوتا تو انکا شمار بھی بیویوں میں ہوتا اور علیحدہ سے انکا ذکر فضول ہوتا۔

جزیہ کے احکام:۔

مسئلہ :۔ اگر فتح صلح سے ہوئی ہو تو صلح میں جزیہ کی جو مقدار طے ہوئی ہو بس اتنی ہی وصول کی جائے گی۔ امام المسلمین کو اس میں اضافہ کرنے کا حق نہ ہو گا۔

مسئلہ :۔ اگر فتح جنگ سے ہوئی ہو تو کم حیثیت والے لوگوں سے ایک درہم ماہانہ متوسط حیثیت والوں سے دو درہم ماہانہ اور زیادہ حیثیت والے لوگوں سے چار درہم ماہانہ جزیہ وصول کیا جائے گا۔

مسئلہ :۔ عورتوں بچوں اپاہجوں اندھوں، الگ تھلگ رہنے والے راہبوں اور ایسے فقیروں سے جو کماتے نہ ہوں جزیہ وصول نہیں کیا جاتا۔

باب : 32

احکام اراضی

جب کوئی ملک فتح کیا جائے تو اس کی زمینیں ابتداء" دو قسم پر ہونگی۔ اول غیر مملوک یعنی جنکا کوئی خاص شخص مالک نہیں۔ دوم مملوک زمینیں جن پر خاص خاص زمیندار مالک و متصرف ہیں۔

پھر ممالک کے فتح ہونے کی دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ جنگ کے ساتھ قہر و غلبہ سے فتح کیا جائے۔ دوسرے یہ کہ بغیر جنگ کے صلح و امان کے ساتھ فتح ہو جائے۔ خواہ اس طرح کہ اہل ملک مسلمان ہو جائیں یا اس طرح کہ اپنے قدیمی مذہب پر رہتے ہوئے صلح کے ساتھ ملک مسلمانوں کے حوالے کر دیں یا اس طرح کہ ان سے خراج ادا کرنے کا وعدہ لے کر ان کو اس ملک کی ریاست پر برقرار رکھا جائے۔

غیر مملوک اراضی :۔

ملک خواہ جنگ سے فتح ہوا ہو یا صلح سے فتح ہوا ہو دونوں صورتوں میں ان اراضی کے احکام یکساں ہیں۔ ان اراضی کی تین قسمیں ہیں :

پہلی قسم :۔

وہ اراضی جو کسی علاقے کی آبادی کی عام اور مشترک ضروریات میں کار آمد ہیں جیسے بستی کے اندر سڑکیں اور گلیاں یا بستی سے باہر قبرستان اور چراگاہ وغیرہ۔

انکا حکم یہ ہے کہ کسی وقت کسی شخص کا مالکانہ قبضہ اور تصرف ان پر جائز نہیں۔ نہ مسلمان حاکم خود انکا مالک بن سکتا ہے نہ کسی دوسرے کو مالک بنا سکتا ہے بلکہ وہ ہمیشہ علاقے کے باشندگان کی مشترک اور عام ضروریات کیلئے مثل وقف کے محفوظ رہیں گی۔

اسی طرح نمک وغیرہ کی کان اور مٹی کے تیل یا پٹرول وغیرہ کے چشمے جو عام لوگوں

کی ضروریات میں شامل ہیں وہ بھی کسی شخص کی مخصوص ملک یا جاگیر نہیں بن سکتے بلکہ رفاہ عام کیلئے حکومت کی نگرانی میں انکا انتظام کیا جائے گا۔

دوسری قسم:-

وہ غیر آباد جنگلات اور بیکار پہاڑی زمینیں جو نہ کسی خاص شخص کی ملک میں داخل ہیں اور نہ کسی بستی سے متعلق ہیں اور نہ بالفعل قابل کاشت ہیں۔ ایسی زمینوں کو شریعت کی اصطلاح میں ارض موات کہا جاتا ہے۔

اس کا حکم یہ ہے کہ مسلمان حاکم کی اجازت سے لے کر جو شخص اس کو آباد اور قابل کاشت بنا لے وہی اس کا مالک ہو جاتا ہے خواہ آباد کرنے والا مسلم ہو یا غیر مسلم ہو۔

تیسری قسم:-

وہ غیر مملوک زمینیں جو کسی بستی کی ضروریات میں مشغول نہیں مگر قابل کاشت اور قابل انتفاع ہیں۔ انکو اراضی بیت المال کہا جاتا ہے۔ اس کا حکم یہ ہے کہ وہ بیت المال کی زمین ہے۔ اس کی آمدنی اور منافع ان لوگوں پر صرف ہونگے جن کا بیت المال میں کوئی حق ہے۔

اراضی بیت المال میں چند اور اقسام کی اراضی بھی داخل ہیں:-

1- وہ زمین جو ابتداء کسی خاص شخص کی ملکیت تھی مگر وہ لاوارث مر گیا اور یہ زمین بیت المال میں داخل ہو گئی۔ اس قسم کی زمینوں کو اراضی مملکت کہا جاتا ہے۔

2- جب مفتوح ملک کی مملوکہ زمینیں مجاہدین میں تقسیم کی جائیں تو انکا پانچواں حصہ بیت المال کے لئے نکالا جائے گا۔

3- جب کوئی ملک جنگ کر کے قہر و غلبہ کے ساتھ فتح کیا جائے تو اس کی مملوکہ زمینوں میں امام المسلمین کو یہ بھی اختیار ہے کہ پوری مملوکہ اراضی کو بیت المال کے قبضہ و تصرف میں لے لے۔ نہ مجاہدین میں تقسیم کرے اور نہ اصلی مالکوں

کی ملکیت میں رکھے۔

4- قہر سے فتح ہونے کی صورت میں یہ بھی اختیار ہے کہ مملوکہ اراضی میں سے خاص خاص زمینوں کو بیت المال کے لئے مخصوص کر لے۔

اراضی بیت المال کے مصارف:۔

ان اراضی کا مصرف وہ لوگ ہیں جنکا بیت المال میں کوئی حق ہے مثلاً" فقراء و مساکین، مجاہدین اور لشکر اسلامی، علماء، قاضی اور عمال سلطنت نیز رفاہ عام کے کام بھی بیت المال کے مصارف ہیں مثلاً" دریاؤں کے پل، سرحدوں کی حفاظت، مساجد و مدارس اور شفاخانوں کی تعمیر وغیرہ۔

اراضی بیت المال میں مسلمان حاکم کے اختیارات:۔

مسلمان حاکم کو حسب ذیل اختیارات حاصل ہونگے۔ ان میں سے جس وقت جس صورت کو اسلام اور مسلمانوں کیلئے زیادہ مفید دیکھے اس کو اختیار کرے۔

1- قابل زراعت زمینوں میں کاشت کرائے یا دوسرے کاشتکاروں کو بٹائی (یعنی مزارعت) پر دے۔ اسی طرح رہائشی یا کاروباری جائیداد کو کرایہ پر دے۔ ان سب کی آمدنی کو بیت المال میں داخل کرے۔

2- حسب ضرورت رفاہ عام اور ضروریات عامہ کی چیزیں مثلاً" مساجد، مدارس، یتیم خانے، مسافر خانے، شفاخانے وغیرہ بنائے۔

3- ضرورت کا تقاضہ ہو تو ان اراضی کو فروخت کرکے انکی قیمت بیت المال کی ضروریات میں خرچ کی جائے۔

4- اسلامی و قومی خدمات یا فقر و فاقہ یا معذوری کی وجہ سے جاگیر بھی دے سکتا ہے۔

عطائے جاگیر کی مختلف صورتیں:۔

1- زمین ملکیت میں دے دی جائے۔

2- زمین کا مالک نہ بنایا جائے بلکہ اس کے منافع اور آمدنی حاصل کرنے کا اختیار نسل در نسل دیا جائے۔

اس صورت میں بلاوجہ شرعی اس جاگیردار یا اس کے وارثوں کو زمین سے بے دخل نہیں کرسکتے' البتہ اگر وہ زمین کو معطل کر کے چھوڑ دیں یا زمین کا عشرو خراج ادا نہ کریں تو ان سے لے کر دوسروں کو دی جاسکتی ہیں۔

3- جس کو جاگیر دی ہے صرف اپنی زندگی تک اس کو اس زمین و جاگیر سے نفع اٹھانے کی اجازت ہو۔

4- جاگیر سے غیر معین مدت کیلئے منافع حاصل کر سکتا ہو۔ اس صورت میں حاکم کو ہر وقت اختیار ہے کہ جب ضرورت یا مصلحت دیکھے جاگیر واپس لے لے۔

5- اس زمین کا عشر یا خراج اس کے لیے مقرر کر دیا جائے۔

مملوکہ اراضی:۔

جب ملک صلح سے فتح ہو:۔ اس کی دو صورتیں ہیں۔

پہلی صورت:۔ فتح کے وقت ملک کے باشندے مسلمان ہو جائیں اور امام المسلمین کی اطاعت قبول کرلیں۔

اس صورت میں ہر شخص اپنی اپنی املاک منقولہ و غیر منقولہ پر بدستور مالک و متصرف رہے گا۔ امام اور مسلمان حکام کو ان کی املاک میں کسی تصرف کا کوئی اختیار نہیں۔

دوسری صورت:۔ ملک کے باشندے مسلمان تو نہ ہوں مگر کچھ مقابلہ کئے بغیر صلح کے ساتھ امام المسلمین کی اطاعت قبول کرلیں۔ اس صورت میں ملک کی مملوک اراضی کے متعلق جن شرائط پر صلح ہوئی ہو ان کی پابندی لازمی اور دائمی ہو گی کسی کو ان میں تغیر یا کمی بیشی کا حق نہ ہو گا۔

جب ملک جنگ سے فتح ہو:۔ تو مملوکہ اراضی میں امام المسلمین کو تین اختیار حاصل ہیں۔ حسب صوابدید جس کو چاہے اختیار کرے۔

1- دیگر مال غنیمت کی طرح ان اراضی کا بھی پانچواں حصہ بیت المال کیلئے الگ کرکے باقی چار حصے مجاہدین میں تقسیم کردے۔ اس صورت میں مجاہدین اپنے اپنے حصہ اراضی کے مالک ہو جائیں گے۔

2- سابقہ مالکان کو انکی ملکیت پر برقرار رکھ کر انکی اراضی پر خراج مقرر کردے۔

3- سابقہ مالکان کی ملکیت سے نکال کر انہیں مالکان کو یا دوسرے لوگوں کو کرایہ پر دیدے۔ اس صورت میں زمینیں کسی کی ملکیت نہ ہونگی بلکہ اراضی بیت المال میں داخل ہونگی۔

باب : 33

عشرو خراج

عشر اور خراج شریعت اسلام کے دو اصطلاحی لفظ ہیں۔ ان دونوں میں یہ بات مشترک ہے کہ اسلامی حکومت کی طرف سے زمینوں پر عائد کردہ ٹیکس کی حیثیت ان دونوں میں ہے۔

فرق یہ ہے کہ عشر صرف ٹیکس نہیں بلکہ اس میں ایک حیثیت عبادت کی بھی ہے اور اسی لئے اس کو زکواۃ الارض کہا جاتا ہے جبکہ خراج خالص ٹیکس ہے جس میں عبادت کی کوئی حیثیت نہیں اسی لیے عشر مسلمانوں کی زمین کے ساتھ مخصوص ہے۔

عشر زمین کی پیداوار پر ہوتا ہے۔ اگر پیداوار نہ ہو خواہ اس کا سبب مالک زمین کی غفلت ہی ہو کہ اس نے قابل کاشت زمین کو خالی چھوڑ دیا' کاشت نہیں کی' اس صورت میں بھی عشر لازم نہیں ہوگا کیونکہ عشر پیداوار ہی کے ایک حصہ (دسویں یا بیسویں) کا نام ہے۔

مسئلہ :- خراج دو قسم کا ہوتا ہے۔ ایک خراج موظف یعنی ایک مقرر رقم اور وظیفہ جو زمین پر عائد کر دیا گیا ہو۔ خراج کی یہ قسم قابل کاشت زمین پر عائد ہوتی ہے اور اس کا پیداوار سے کچھ تعلق نہیں ہوتا' اگر مالک نے کاشت نہ بھی کی ہو تب بھی اس کو خراج موظف ادا کرنا ہوتا ہے۔

دوسری قسم خراج مقاسمہ (یعنی بٹائی کا خراج) ہے۔ بٹائی پیداوار کے ایک حصہ کا نام ہے لہٰذا خراج کی یہ قسم صرف اسی صورت میں عائد ہوگی جب پیداوار ہوئی ہو۔

مسئلہ :- بالکل ابتدائی حکم کے اعتبار سے عشر صرف مسلمان پر عائد ہوتا ہے اور مسلمان پر ہی باقی رہتا ہے۔ اسی لئے اگر مسلمان کی زمین کوئی کافر خرید لے تو اس زمین کا عشر باقی نہیں رہتا اور کافر پر خراج سے تبدیل ہو جاتا ہے۔

مسئلہ:- بالکل ابتدائی حکم کے اعتبار سے خراج صرف کافر پر عائد ہوتا ہے لیکن خراج پھر باقی رہتا ہے اور خواہ کوئی مسلمان اس زمین کو خرید لے خراج نہیں بدلتا اور مسلمان کو بھی وہ خراج ادا کرنا ہوتا ہے۔

زمینوں کے عشری یا خراجی ہونے کے بارے میں ضابطہ:-

وہ ضابطہ اور قاعدہ یہ ہے کہ

1- اگر کوئی ملک صلح کے ساتھ فتح ہوا تو اس زمین کے تمام حالات ان شرائط صلح کے مطابق ہونگے جن پر معاہدہ صلح ہوا ہے۔ اگر اس صلح نامہ میں یہ شرط ہے کہ یہ لوگ اپنے مذہب پر رہیں گے اور اراضی بدستور انہی لوگوں کی ملکیت میں رہیں گی جن کی ملکیت میں اب تک تھیں تو اس صورت میں انکی زمینوں پر خراج لگا دیا جائے گا اور یہ زمینیں ہمیشہ کیلئے خراجی ہو جائیں گی کیونکہ ان کے مالک غیر مسلم ہیں اور ان کی زمینوں کیلئے خراج کا حکم متعین ہے۔

2- اگر کوئی ملک جنگ کے ساتھ فتح ہوا مگر فتح کے بعد امام مسلمین نے اس کی زمینوں کو مجاہدین میں تقسیم نہیں کیا بلکہ اپنے اختیار سے سابق مالکوں کی ملکیت بدستور قائم رکھی تو یہ زمینیں بھی سب خراجی ہونگی جیسے شام و عراق اور مصر کی زمینوں کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہی معاملہ فرمایا سوائے خاص حصوں کے جو مسلمانوں کو دیئے گئے یا بیت المال کیلئے رکھے گئے۔

3- اگر کوئی ملک صلح کے ساتھ اس طرح فتح ہوا کہ اس کے باشندے بھی مسلمان ہو گئے تو انکی زمینیں بدستور ان کی ملکیت میں رہیں گی اور ان پر عشر واجب ہوگا' جیسے مدینہ طیبہ کی زمینیں کہ یہاں کے باشندوں نے مسلمان ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہاں تشریف لانے کی دعوت دی اور آپ کی اطاعت قبول کی اس لیے مدینہ طیبہ کی زمینیں عشری قرار پائیں۔

4- کوئی ملک جنگ کے ساتھ فتح ہو اور امام مسلمین اس کی زمینیں مال غنیمت کے

قاعدہ سے چار حصے مجاہدین میں تقسیم کر دے اور پانچواں حصہ بیت المال میں داخل کر دے تو جو زمینیں تقسیم ہو کر مجاہدین کی ملک میں آئیں گی وہ سب عشری ہونگی جیسے خیبر کی زمینوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجاہدین میں تقسیم فرمایا اور ان پر عشرلازم کیا۔

5- ایسی زمینیں جو ملک فتح ہونے کے وقت نہ کسی کی ملک تھیں اور نہ ہی قابل زراعت پھر بعد میں اسلامی حکومت کی اجازت سے انکو قابل زراعت بنایا گیا یا آبادی میں کوئی مکان تھا اس کو باغ یا مزروعہ زمین بنا لیا گیا تو اگر ایسا کرنے والے غیر مسلم ہیں تو ان کی زمینیں بھی خراجی ہونگی۔ اور اگر مسلمانوں نے ایسا کیا ہے تو ان زمینوں کے عشری یا خراجی ہونے کا مدار امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک قرب و جوار کی زمینوں پر ہوگا۔ وہ عشری ہیں تو اس کو بھی عشری قرار دیا جائے گا اور اگر قرب و جوار کی زمینیں خراجی ہیں تو اس کو بھی خراجی سمجھا جائے گا۔ اگر قرب و جوار میں دونوں قسم کی اراضی ہوں تو یہ نو آباد اراضی عشری ہوگی۔ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مدار اس پر ہوگا کہ جس پانی سے ان زمینوں کو سیراب کیا جاتا ہے وہ پانی عشری ہے تو زمینیں عشری ہونگی اور اگر وہ پانی خراجی ہے تو زمینیں خراجی قرار دی جائیں گی۔ اور علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے قول کو معتمد قرار دیا ہے۔

خراجی یا عشری پانی کی تفصیل:۔

بارش کا پانی اور کنوؤں اور قدرتی چشموں کا پانی عشری ہوتا ہے۔ اسی طرح بڑے دریا اور ندیاں جو قدرتی طور سے جاری ہیں ان کو جاری کرنے میں نہ کسی کے عمل کو دخل ہے اور نہ وہ عادۃ کسی کی ملک ہوتے ہیں۔ ان سب کا پانی بھی عشری ہوتا ہے۔

باب : 34

بنجر زمینوں کو قابل کاشت بنانا

جو زمین کسی کی مملوک نہ ہو اور بنجر اور ناقابل کاشت ہو اور آبادی کی ضروریات سے بھی دور ہو اس کو اگر کوئی مسلمان یا ذمی حکومت کی اجازت سے قابل کاشت بنا لے تو وہ اس کا مالک بن جاتا ہے۔

مسئلہ :- جب ایک شخص بنجر زمین کو قابل کاشت بنانے کے ارادہ سے اس کے کناروں پر کوئی علامت کھڑی کر دے مثلاً پتھر رکھ دے یا سوکھی یا تر ٹہنیاں گاڑ دے وغیرہ تو پھر کوئی دوسرا اس میں دخل اندازی نہیں کر سکتا۔ لیکن اگر اس نے علامتیں کھڑی کرنے کے باوجود اس زمین کو تین سال تک آباد نہیں کیا اور قابل کاشت نہیں بنایا تو اب اس کا حق جاتا رہا اور حکومت اس سے وہ زمین لے کر کسی دوسرے کو دے سکتی ہے۔

مسئلہ :- علامتیں کھڑی کرنے کے بعد اگر کسی اور نے زبردستی اس زمین کو آباد کیا تو وہی اس کا مالک بن جائے گا لیکن ایسا کرنا مکروہ ہے۔

مسئلہ :- اگر زمین میں جتائی گڑائی کی اور پانی دینے کے لئے نالیاں بنائیں یا اس میں بیج ڈال دیا تو اس سے سمجھا جائے گا کہ زمین کو آباد کر لیا۔

مسئلہ :- اگر حکومت نے کسی کو کوئی بنجر زمین آباد کرنے کو کہا اور یہ شرط کی کہ وہ اس زمین کا مالک تو نہیں ہو گا البتہ وہ اس سے نفع اٹھا سکے گا تو یہ جائز ہے۔

مفاد عامہ کی چیزیں

جو چیزیں مفاد عامہ کی ہیں حکومت ان کو بطور جاگیر کسی خاص فرد کی ملکیت میں نہیں دے سکتی۔ مثلاً نمک کی کان، کوئلے کی کان یا دوسرے معدنی ذخائر یا تارکول پیٹرول کے چشمے۔ اسی طرح وہ کنویں اور تالاب جن سے لوگ پانی حاصل کرتے ہیں ان کو بھی کسی ایک فرد کی ملکیت میں نہیں دیا جا سکتا۔

باب : 35

ذبح کرنے کا بیان

ذبح دو طرح کا ہوتا ہے ایک اختیاری دوسرا اضطراری۔

ذبح اختیاری

ذبح اختیاری یہ ہے کہ کوئی مسلمان یا اہل کتاب اللہ تعالیٰ کا نام لے کر حلق اور سینہ کے درمیان گردن کی رگوں کو کاٹے' گردن کی جن رگوں کو کاٹنا ہے وہ چار ہیں' یعنی سانس کی نالی' کھانے کی نالی اور دائیں بائیں دونوں طرف کی شہ رگیں۔ ان میں سے کوئی سی تین رگیں بھی کٹ جائیں تو بھی جانور حلال ہوتا ہے۔ ان سے کم کٹیں تو جانور حرام ہو جاتا ہے۔

ذبح کی شرائط

-1 ذبح کرنے والا مسلمان ہو یا اہل کتاب ہو (جو دہریہ نہ ہو)۔ بت پرست' مجوسی اور دہریے کا ذبیحہ حرام ہے۔ اسی طرح قادیانی کا ذبیحہ بھی حرام ہے۔ اثنا عشری شیعہ اور منکرین حدیث میں تفصیل ہے۔ اگر ایک شخص خود شیعہ بن گیا ہو تو اس سے اور اس کی اولاد سے ذبح کرانا جائز نہیں البتہ جو شیعہ اور منکر حدیث جدی پشتی ہوں تو وہ بعض حضرات کے نزدیک اہل کتاب کے حکم میں ہیں۔

-2 ذبح کرتے ہوئے اللہ کا نام لیا ہو خواہ کسی بھی زبان میں ہو۔

مسئلہ :- مستحب ہے کہ یہ کلمات کہے بسم اللہ و اللہ اکبر۔ اگر واؤ کے بغیر صرف بسم اللہ اللہ اکبر کہا تب بھی صحیح ہے۔

مسئلہ :- اگر ذبح کرتے وقت اللہ تعالیٰ کا نام لینا یاد نہ رہا تب بھی کوئی حرج نہیں اور جانور حلال ہے۔

مسئلہ :۔ اگر ذبح کرتے وقت اللہ کا نام لینے کو جان بوجھ کر چھوڑ دیا تو جانور حرام ہو جائے گا۔

مسئلہ :۔ اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ کسی غیر کا نام نہ لے۔

مسئلہ :۔ ضروری ہے کہ ذبح کرتے وقت اللہ تعالیٰ کا ذکر ہو جیسے بسم اللہ۔ اللہ اکبر۔ الحمد للہ۔ سبحان اللہ۔ اگر ذکر کے بجائے دعا ہو مثلاً" اللھم اغفرلی (اے اللہ مجھے بخش دے) تو یہ کافی نہ ہوگا اور جانور حلال نہیں ہوگا۔

مسئلہ :۔ ذبح کرنے والا جب ذبح کرنے لگے اس وقت بسم اللہ پڑھنی چاہیے۔ لیکن اگر کسی نے بسم اللہ پڑھ لی پھر ذبح کیا تو اگر مجلس تبدیل نہ ہوئی تھی یا درمیان میں بہت ہی قلیل سا کام کیا مثلاً" جلدی سے پانی پی لیا یا چھری تیز کرلی تو جانور حلال ہوگا لیکن اگر درمیان میں کسی کام میں زیادہ وقت لگایا کہ دیکھنے والا اس کو زیادہ وقفہ سمجھتا ہے تو پھر جانور حلال نہ ہوگا۔

مسئلہ :۔ دو بکریاں ایک دوسرے پر لٹائیں اور بسم اللہ پڑھ کر ایک دفعہ دونوں کے گلے پر چھری پھیری تو دونوں جانور حلال ہیں اور اگر بسم اللہ پڑھ کر پہلے ایک بکری ذبح کی پھر دوبارہ بسم اللہ پڑھے بغیر دوسری بکری ذبح کی تو دوسری بکری حلال نہ ہوگی۔

مسئلہ :۔ اگر دو آدمیوں نے مل کر چھری پکڑ کر چلائی تو دونوں کے لئے بسم اللہ پڑھنا ضروری ہے۔ البتہ اگر ایک نے چھری چلائی اور دوسرے نے جانور کی ٹانگوں کو پکڑے رکھا چھری چلانے میں ہاتھ نہیں لگایا تو صرف چھری چلانے والے پر بسم اللہ کا پڑھنا ضروری ہوگا دوسرے پر نہیں۔

مشینی ذبح :۔ یعنی بجلی کا بٹن دبائیں اور جانور کے حلق پر چھری بجلی کی قوت سے چلے توجانور حلال نہ ہوگا خواہ بٹن دباتے وقت بسم اللہ پڑھی ہو یا چلتی ہوئی چھری پر ہاتھ رکھ دیا ہو اور بسم اللہ پڑھی ہو۔

البتہ اگر مشین سے صرف جانور کو قابو میں کیا جائے اور ذبح کا اہل اللہ کا نام لے کر

اس کو ذبح کرے تو حلال ہے۔

ذبح و نحر:۔ اونٹ میں نحر کرنا افضل ہے جبکہ گائے اور بکری میں ذبح کرنا افضل ہے۔ اس کے برعکس کرنا مکروہ ہے۔

مسئلہ:۔ جو جنگلی جانور پالا ہوا ہو مثلاً" ہرن اور نیل گائے اس میں ذبح متعین ہے۔

ذبح کے وقت مکروہات

ان سے مراد وہ کام ہیں جن سے جانور حرام تو نہیں ہوتا لیکن ان کے کرنے سے گناہ ہوتا ہے۔

1- کند چھری سے ذبح کرنا مکروہ ہے۔
2- جانور کو لٹانے کے بعد چھری تیز کرنا مکروہ ہے۔
3- ذبح کرتے ہوئے قبلہ رخ نہ کرنا مکروہ ہے کیونکہ یہ سنت موکدہ کے خلاف ہے۔
4- جانور کے ٹھنڈا ہونے سے پہلے اس کا سر کاٹنا یا کھال اتارنا مکروہ ہے۔
5- ناخن یا دانت جسم کے ساتھ لگا ہوا ہو اس سے ذبح کرنا مکروہ ہے۔

جانور مریض ہو

اگر معلوم ہے کہ وہ زندہ ہے تو اگرچہ حیات کتنی قلیل ہی ہو اور اگرچہ ذبح کے بعد جانور نے نہ حرکت کی ہو اور نہ ہی خون نکلا ہو تب بھی جانور حلال ہے۔ اور اگر ذبح کے وقت معلوم نہ ہو کہ جانور زندہ ہے یا مرچکا ہے تو اگر اسنے ذبح کے بعد حرکت کی یا خون نکلا جتنا کہ زندہ میں سے نکلتا ہے تو جانور حلال ہے اور اگر جانور نے نہ حرکت کی اور نہ ہی خون نکلا لیکن اگر اس نے اپنا منہ بند کیا تو حلال ہوگا اور اگر منہ کھولا تو حرام ہوگا یا اگر اس نے آنکھ نہ کھولی تو حلال ہوگا اور اگر آنکھ کھولی تو حرام ہوگا یا اگر اس نے اپنی ٹانگ سکیڑی تو حلال ہوگا اور اگر ٹانگ پھیلائی تو حرام ہوگا یا اگر اس کے بال کھڑے ہوئے تو حلال ہوگا اور اگر بال گرے رہے تو حرام ہوگا کیونکہ موت سے اعضاء ڈھیلے ہو جاتے ہیں

جس کی وجہ سے منہ کھل جاتا ہے۔ آنکھیں کھل جاتی ہیں اور بال گر جاتے ہیں۔ لہٰذا یہ موت کی علامتیں ہیں۔ اگر انکے برعکس جانور منہ بند کرلے یا آنکھیں بند رکھے یا ٹانگ سکیڑے تو یہ جانور کے زندہ ہونے کی علامتیں ہیں۔

ذبح اضطراری

جو چوپایہ یعنی گائے بکری اونٹ وحشی ہو جائے یا ایسی صورت ہو جائے کہ اس کو ذبح کرنا ناممکن یا انتہائی دشوار ہو جائے مثلاً" جانور نے کنویں میں چھلانگ لگا دی ہو تو تیر وغیرہ سے اس کا شکار کرسکتے ہیں۔

باب : 36

شکار کرنے کا بیان

مسئلہ :- شکار کرنا مباح ہے جبکہ مقصد گوشت یا اور قابل انتفاع چیزیں حاصل کرنا ہو۔

مسئلہ :- اگر شکار کرنا محض تلی کے لئے ہو یعنی محض جانور کو مارنا مقصد ہو اس سے نفع اٹھانا مقصود نہ ہو تو ناجائز ہے۔

مسئلہ :- محرم کا حل اور حرم میں اور حلال کا حرم میں شکار کرنا حرام ہے۔

شکار کے جائز ذرائع

1- ہر کچلی والے درندے اور پنجوں والے پرندے کے ذریعے شکار کرنا جائز ہے بشرطیکہ اس میں تعلیم حاصل کرنے کی قابلیت ہو اور وہ نجس العین بھی نہ ہو جیسے کتا اور باز۔

شیر اور ریچھ سے شکار نہیں ہو سکتا کیونکہ ان میں تعلیم کی قابلیت نہیں اور اسی طرح خنزیر سے بھی نہیں کیونکہ وہ نجس العین ہے۔

2- تیر یا نیزے یا کوئی بھی دھار دار نوکیلی چیز سے بھی شکار کرنا جائز ہے۔

شکاری جانور کس وقت سدھایا ہو یعنی تعلیم یافتہ ہو گا

کتا جب متواتر تین مرتبہ شکار میں سے کچھ نہ کھائے اس وقت وہ سدھایا ہوا شمار ہوتا ہے۔

باز اس وقت سدھایا ہوا شمار ہوتا ہے جب وہ مالک کے بلانے پر آنے لگے اور اسکا آنا محض گوشت کے لالچ میں نہ ہو۔ شکار میں سے کھانے نہ کھانے کا باز کی تعلیم سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

تعلیم مکمل کرنے کے بعد اگر کتا کبھی شکار میں سے کھانے یا باز بلانے پر نہ آئے تو سمجھیں گے کہ وہ اپنی تعلیم بھول گیا۔ اب نئے سرے سے اسے تعلیم دینے کی ضرورت

ہو گی۔

شکار کیا ہوا جانور کب حلال ہوتا ہے

-1 شکاری جانور اگر چھوڑا ہو تو وہ اپنی تعلیم مکمل کر چکا ہو۔

-2 مسلمان یا کتابی نے اس کو چھوڑا ہو یا تیر چلایا ہو۔

-3 چھوڑتے وقت یا تیر چلاتے وقت بسم اللہ پڑھی ہو الایہ کہ بھول گیا ہو۔

-4 ایسے جانور پر چھوڑا گیا ہو جو اپنی ٹانگوں سے یا اپنے پروں سے اپنے آپ کو بچانے کی قدرت رکھتا ہو۔

-5 بدن کی کوئی جگہ جانور یا تیر سے زخمی ہوئی ہو اور جانور مر گیا ہو۔

-6 اگر شکار کئے ہوئے جانور کو زندہ پایا اور اس میں ذبح شدہ سے زیادہ حیات ہو تو اس کو ذبح کرنا ضروری ہے۔

-7 اگر تیر شکار کو لگا اور جانور تیر سمیت بھاگتا گیا اور نظروں سے غائب ہو گیا تو شکاری اس کا پیچھا کرتا رہے، کہیں بیٹھ نہ جائے۔

کن صورتوں میں شکار کیا ہوا جانور حرام ہو گا

-1 اگر تیر کا ڈنڈا چوڑائی میں جانور کو لگا یا غلیل سے پھینکا ہوا گول پتھر جانور کو لگا اور اگرچہ جانور زخمی بھی ہو گیا تب بھی وہ حرام ہو گا الایہ کہ شکاری نے اس کو اس حالت میں پایا ہو کہ وہ ابھی زندہ ہو اور شکاری نے اس کو ذبح کر لیا ہو۔

-2 اگر پرندہ آبی ہو اور وہ تیر لگنے کے بعد پانی میں گر پڑا تو اگر زخم والا حصہ پانی میں ڈوب گیا تو وہ حرام ہو جائے گا اور اگر جسم کا کوئی اور حصہ ڈوبا تو حلال ہو گا۔

-3 اگر پرندہ یا جانور تیر کھا کر پہاڑ پر گرا اور وہاں سے لڑھک کر زمین پر آ گرا تو حرام ہو گا اور اگر پہلے ہی زمین پر آ گرا تو حرام نہیں ہو گا کیونکہ یہ تو ناگزیر ہے۔

-4 رائفل اور کلاشنکوف کی باریک سے باریک گولی جو مشاہدہ میں آئی وہ ایسی نوکیلی نہیں تھی جو چبھتی ہو۔ آگے سے وہ کند ہوتی ہے اور اس کی نوک کی

موٹائی تقریبا" دو ملی میٹر تھی۔ اس لئے کسی بندوق رائفل یا کلاشنکوف سے شکار کئے ہوئے جانور کو ذبح کرنا ضروری ہے اور اگر وہ گولی سے مرگیا تو حرام ہوگا۔

مچھلی کا شکار

مسئلہ :- مچھلی اور ٹڈی کو ذبح کرنے کی ضرورت نہیں۔ اس کے بعد دونوں میں اتنا فرق ہے کہ ٹڈی خواہ کسی ظاہری سبب سے مرے یا اسکے بغیر مرے اس کو کھانا جائز ہے جبکہ مچھلی اگر کسی ظاہری سبب سے مری ہو تو اس کو کھا سکتے ہیں اور اگر اپنی قدرتی موت مری ہو تو اس کو نہیں کھا سکتے۔

مسئلہ :- اگر مچھلی کو پکڑ کر پانی کے مٹکے میں رکھا جہاں وہ مرگئی تو اس کو کھا سکتے ہیں کیونکہ وہ جگہ کی تنگی کے سبب سے مری ہے۔ اسی طرح اگر اس کو پکڑ کر اور باندھ کر پانی میں چھوڑا اس سے وہ مرگئی تو اس کو کھا سکتے ہیں کیونکہ وہ جگہ کے محدود ہونے کی وجہ سے مری ہے۔

مسئلہ :- جال پانی میں ہو اور مچھلی جال ہی میں مرجائے تو اگر جال کی یہ حالت ہو کہ وہ مچھلی اس میں سے نکل سکتی تھی تو کھانا جائز نہیں اور اگر نہیں نکل سکتی تھی تو کھانا جائز ہے۔

مسئلہ :- پانی جم گیا اور اس کے نیچے مچھلیاں مرگئیں تو انکو کھا سکتے ہیں۔

مسئلہ :- جو مچھلی سمندر یا دریا کی موج نے ساحل پر پھینک دی ہو اور وہ مرگئی ہو اس کو بھی کھا سکتے ہیں۔

مسئلہ :- مچھلی پائی جس کا کچھ حصہ پانی میں ہے اور کچھ خشکی پر ہے اور وہ مرچکی ہے۔ اگر اس کا سر خشکی پر ہو تو حلال ہے اور اگر سر پانی میں ہو تو دیکھیں گے۔ اگر نصف یا اس سے کم خشکی میں ہو تو حلال نہیں ہے اور اگر نصف سے زائد خشکی میں ہو تو حلال ہے۔

مسئلہ :- پانی میں دھماکہ کرنے سے جو مچھلیاں مرجائیں ان کو کھا سکتے ہیں۔

باب : 37

نشہ کی چیزوں کا حکم

جو چیزیں خشک ہیں وہ سب پاک ہیں اور شدید ضرورت کے وقت مثلاً" کسی علاج کے لئے طبیب کی رائے سے اتنی مقدار ان خشک چیزوں کا کھانا درست ہے جو نشہ نہ لائے اور اتنی مقدار کا استعمال جس سے نشہ آتا ہو ہرگز جائز نہیں ہے۔ لیکن حتی الامکان غیر نشہ آور مقدار سے بھی پرہیز اور احتیاط زیادہ مناسب ہے کیونکہ اکثر تھوڑے سے بہت تک نوبت ضرور آجاتی ہے اور ضرورت و عدم ضرورت کا خیال نہیں رہتا۔ اور اگر ان خشک نشہ آور اشیاء کا استعمال محض لہو و لعب کے لئے ہو تو حرام ہے۔ خشک نشہ آور اشیاء میں افیون (اور اس سے حاصل نشہ آور ادویہ و اشیاء مثلاً" کوڈین' پیتھیڈین' ہیروئن (Heroine, Codeine, Pethidine) بھنگ' گانجہ' چرس' معجون فلک سیر وغیرہ شامل ہیں۔

وہ نشہ آور اشیاء جو سیال ہوں ان کی دو بڑی اقسام ہیں۔

(الف) جو بالاتفاق تمام ائمہ مجتہدین کے نزدیک ناپاک اور حرام ہیں ان کی چار قسمیں ہیں۔

1- انگور کی کچی شراب

2- انگور کی پکی شراب۔

3- منقی کی شراب۔

4- کھجور کی شراب۔

ان چار قسموں کا ایک قطرہ بھی پینا یا گھر میں رکھنا یا کسی کام میں لانا جائز نہیں اور ان کی خرید و فروخت بھی نہیں ہو سکتی۔

(ب) ان چار کے علاوہ اور شرابیں مثلاً" آلو' جو اور گندم سے حاصل شدہ سپرٹ اور الکحل۔ ان کا حکم یہ ہے کہ ایک روایت کی رو سے یہ بھی حرام اور

نجس ہیں اور ایک کی رو سے پاک ہیں۔ لہذا نشہ آور مقدار سے کم میں ان کے استعمال کی اجازت ہے اگرچہ احتیاط زیادہ بہتر ہے۔ البتہ اگر الکحل انگور، کھجور اور منقی سے تیار کی گئی ہو وہ ناپاک و حرام ہوگی۔ اس کا ایک قطرہ بھی پینا یا کسی طرح استعمال کرنا جائز نہیں ہوگا۔

مسئلہ :- ہومیوپیتھک ادویات میں بھی یہی حکم ہے کیونکہ ان میں بھی الکحل کا استعمال ہوتا ہے۔

مسئلہ :- کلوروفارم یا ایتھر (Ether) وغیرہ سونگھا کر عمل جراحی کے لئے بے ہوش کرنا جائز ہے۔

مسئلہ :- سینٹ و پرفیوم میں چونکہ الکحل کا استعمال ہوتا ہے اس لئے اگرچہ اس کے استعمال کی گنجائش ہے لیکن احتیاط اور پرہیز بہتر ہے۔ یہی حکم ان کی فروخت کا ہے۔

باب : 38

کسب و کمائی چند طرح کی ہوتی ہے۔

1- فرض :- یہ کمائی کی وہ مقدار ہے جو آدمی کی ذات کو اور اس کے عیال کو کافی ہو اور اس کے قرضوں کی ادائیگی کے واسطے اور جس کا خرچہ اس پر واجب ہے اس کے خرچے کے لئے کفایت کرے۔

مسئلہ :- آدمی فرض سے زیادہ کمائی کو ترک کرے تو جائز ہے۔

مسئلہ :- اگر کسی کے والدین تنگدست ہوں تو اس پر فرض ہے کہ ان کی ضرورت کے بقدر کمائی کرے۔

مسئلہ :- اگر اس قدر مال کمایا کہ اپنے اہل و عیال کے واسطے ذخیرہ رکھ چھوڑا تو اس کی گنجائش ہے۔

2- مستحب :- یہ وہ مقدار ہے جو فرض سے زائد ہو تاکہ فقیر کے ساتھ ہمدردی کر سکے اور عزیز و اقارب کے ساتھ صلہ کر سکے۔ ایسی کمائی میں کوشش کرنا نفل عبادت سے افضل ہے۔

3- مباح :- مستحب مقدار سے بھی زیادہ زینت اور دولتمندی کے لئے کمانا۔

4- حرام :- یہ وہ کمائی ہے جو دوسرے سے دولت مندی میں بڑھنے کے لئے اور دوسروں پر فخر کرنے کے لئے کرے۔

مسئلہ :- جس شخص کے پاس ایک دن کی خوراک ہو اس کو خوراک کیلئے سوال کرنا حرام ہے اور سائل نے سوال کرکے جو مال جمع کیا وہ اس کے حق میں ناپاک اور خبیث ہے۔

باب : 39

تصویر و مجسمہ کے احکام

تصویر سے متعلق دو قسم کی چیزیں ہیں' ایک تصویر کشی دوسری تصویر کا استعمال۔

تصویر کشی (یعنی تصویر بنانا)

تصویر کشی صرف اسی کا نام نہیں کہ قلم یا پنسل سے تصویر بنائی جائے یا پتھر وغیرہ کا بت تراشا جائے بلکہ وہ تمام صورتیں تصویر کشی میں داخل ہیں جن کے ذریعہ تصویریں بنتی ہیں خواہ وہ آلات قدیمہ کے ذریعہ ہوں یا آلات جدیدہ فوٹو گرافی اور طباعت اور ویڈیو وغیرہ سے ہوں۔ کیونکہ آلات و ذرائع کی تخصیص ظاہر ہے کہ کسی کام میں مقصود نہیں ہوتی احکام کا تعلق اصل مقصد سے ہوتا ہے تصویر تصویر ہے' خواہ کسی بھی ذریعہ سے ہو۔ ویڈیو (Video) کے بارے میں بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ یہ تصویر نہیں کیونکہ اس کی ٹیپ میں تو صرف لہریں محفوظ ہوتی ہیں تصویر بذات خود نہیں ہوتی اور جب اس کو آلہ یعنی Player سے چلاتے ہیں تو ٹی وی کی سکرین پر عکس آتا ہے جو گزر جاتا ہے۔ ان لوگوں کی یہ بات غلط ہے کیونکہ کسی چیز کا عکس (مثلاً" آئینہ میں) وہ ہوتا ہے جو جب وہ چیز سامنے سے ہٹ جائے تو وہ عکس جاتا رہتا ہے۔ باقی اور محفوظ نہیں رہتا جبکہ ویڈیو میں عکس کو لہروں کی شکل میں محفوظ کرلیا جاتا ہے اور جب چاہو اور جتنی دیر کے لئے چاہو اس کی تصویر سامنے لاسکتے ہو حالانکہ وہ چیز جس کی تصویر ہے وہ سامنے موجود بھی نہیں ہوتی۔ وہ عکس جو محفوظ کرلیا جائے تصویر ہی ہوتی ہے لہٰذا ویڈیو بنانے پر تصویر کشی کے احکام جاری ہوں گے۔

مسئلہ :- جیسے قلم سے تصویر بنانا ناجائز ہے ایسے ہی فوٹو سے تصویر بنانا یا پریس پر چھاپنا یا سانچہ اور مشین وغیرہ میں ڈھالنا اور ویڈیو بنانا یہ بھی ناجائز ہے۔

تصویر کشی میں ذی روح اور غیر ذی روح کا فرق

اگرچہ حقیقت میں تو حیوانات' نباتات اور جمادات سب میں روح اور شعور موجود ہے لیکن ان کے درجہ اور مقدار میں تفاوت ناقابل انکار ہے۔ اسی تفاوت کی وجہ سے بعض چیزوں میں روح اور شعور کا وجود اس قدر خفی ہے کہ عام نظریں اس کو محسوس نہیں کرسکتیں اور اسی بناء پر کائنات عالم کی یہ تقسیم سمجھی جاتی ہے کہ بعض جاندار ہیں اور بعض بے جان۔ شریعت نے بھی اس فرق کا لحاظ کیا ہے۔

غیر ذی روح کی تصویر کشی

جن چیزوں کی خود تصاویر پوجی جاتی ہیں' ان کی تصویر بنانا جائز نہیں اگرچہ غیر ذی روح میں سے ہوں لیکن جن چیزوں کی تصاویر کی پرستش نہیں ہوتی اگرچہ خود ان چیزوں کی پرستش ہوتی ہے تو ان کی تصویر جائز ہے۔ مثلاً" چاند' سورج' پیپل اور گنگا کی پرستش کی جاتی ہے۔ مگر ان کی تصاویر کی پرستش نہیں ہوتی تو ان چیزوں کی تصویر بنانا جائز رہے گا اور صلیب کی تصویر پوجی جاتی ہے اس لئے اس کی تصویر بنانا اور پاس رکھنا جائز نہیں ہے۔

تصویر کشی میں قصداً" اور تبعاً" کا فرق

کبھی کسی مکان یا باغ کا فوٹو لینا ہے اور وہاں پر کثرت آمدورفت کی بنا پر تمام انسانوں اور جانوروں کو علیحدہ کرنا اختیار میں نہیں ہوتا تو مکان یا باغ کی تصویر کے ذیل میں تبعاً" کچھ انسانوں اور جانوروں کی تصویر بھی آجاتی ہے یا کسی نے احتیاط بھی کی اور سب کو علیحدہ بھی کر دیا یا ایسے وقت فوٹو لیا جب کہ کوئی ذی روح سامنے نہ تھا لیکن عین فوٹو لیتے وقت کوئی انسان یا جانور سامنے آگیا تو ان صورتوں میں جاندار کی تصویر کشی کا گناہ تو نہ ہوگا لیکن ایسی تصویر کو باقی رکھنا بھی جائز نہیں ہوگا۔

جانور کی شکل کے کھلونے اور گڑیاں بنانا

یہ بھی ناجائز ہے۔

ناقص تصویر بنانا

وہ ناقص تصویر جس میں سر نہ ہو تصویر کے حکم میں نہیں رہتی بلکہ نقوش اور بیل بوٹوں کے حکم میں ہو جاتی ہے۔ ایسی تصویر بنانا جائز ہے۔

جانداروں کے وہ اعضاء جو ذی روح کے لئے مدار حیات نہ ہوں مثلاً ہاتھ پیر یا آنکھ' ناک وغیرہ ان کی تصویر بنانا بھی جائز ہے۔

صرف چہرہ یا نصف اعلیٰ کی تصویر کشی

یہ بھی ناجائز ہے۔

پاسپورٹ اور شناختی کارڈ وغیرہ کے لئے تصویر بنوانا

حکومتی پابندی کی وجہ سے اس غرض سے تصویر بنوانے کی گنجائش ہے لیکن خود حکومت کے لئے ایسی پابندی اور قانون لاگو کرنا جائز نہیں ہے۔

تصاویر کا استعمال

غیر ذی روح:۔ مثلاً درخت مکان وغیرہ ان کی تصویر بنانا اور اس کا استعمال کرنا مطلقاً جائز ہے۔

ذی روح:۔ ذی روح کی تصویروں میں مندرجہ ذیل تفصیل ہے۔

1- بہت چھوٹی تصویریں:۔ جو تصویریں اس قدر چھوٹی ہوں کہ اگر وہ زمین پر رکھی ہوں اور کوئی متوسط بینائی والا آدمی کھڑا ہو کر دیکھے تو تصویر کے اعضاء کی تفصیل دکھائی نہ دے' ایسی تصویر کا گھر میں رکھنا اور استعمال کرنا جائز ہے' اگرچہ بنانا اس کا بھی

ناجائز ہے۔

2- پامال و ممتہن تصویریں :- جو تصاویر کسی ایسی چیز یا ایسی جگہ میں بنی ہوئی ہوں کہ وہ عادۃً" پامال اور ذلیل و حقیر سمجھی جاتی ہیں مثلاً" پامال دری یا چاندنی میں یا بستر میں یا بیٹھنے کے گدے تکیے و کرسی وغیرہ میں یا جوتے کے تلے میں یا برتنوں کے نیچے تلے میں تو ان کا گھر میں رکھنا اور استعمال کرنا جائز ہے۔ اگرچہ بنانا اس کا بھی ناجائز ہے۔

مسئلہ :- لیکن جو بچھانے کی چیز محل اہانت میں نہ ہو مثلاً" مصلیٰ وغیرہ تو اس میں تصویر برقرار رکھنا جائز نہیں۔

مسئلہ :- اگر مصور تکیے بڑے بڑے ہوں جن پر بنی ہوئی تصویر کھڑی نظر آئے تو ان کا استعمال بھی ناجائز ہے۔

مسئلہ :- برتنوں میں جو تصویریں تلے کے سوا کسی اور جگہ ہوں وہ پامال و ممتہن کے حکم میں نہیں اس لئے اگر وہ بڑی تصویریں ہوں تو ان برتنوں کا استعمال بھی جائز نہیں۔

3- بچوں کی گڑیاں :- مٹی یا کسی اور چیز کی بنی ہوئی تصویروں اور مورتیوں کو رکھنا بھی جائز نہیں۔ مٹھائی وغیرہ کے جو کھلونے بازاروں میں فروخت ہوتے ہیں یہ بھی بنانا منع ہیں اور آجکل انکو خریدنے سے پرہیز کرنا چاہیے البتہ اگر انکو خرید لیا ہو تو توڑ کر کھا سکتے ہیں۔

4- سر کٹی ہوئی ناقص تصویریں

مسئلہ :- یعنی جن میں چہرہ نہ ہو خواہ باقی بدن تمام موجود ہو اس کا استعمال اور گھر میں رکھنا جائز ہے۔

مسئلہ :- لیکن اگر ناقص تصویر میں چہرہ موجود ہو خواہ باقی بدن نہ ہو تو ایسی تصویر کا استعمال جائز نہیں۔

وہ تصویریں جو کسی چیز میں پوشیدہ ہوں

مسئلہ :- تصویریں اگر کسی غلاف یا تھیلی وغیرہ میں پوشیدہ ہوں یا کسی ڈبہ وغیرہ میں بند ہوں تو اس تھیلی یا ڈبہ وغیرہ کا گھر میں رکھنا جائز ہے۔ اور فرشتہ رحمت کے دخول سے مانع نہیں۔ اگرچہ بنانا اور خریدنا ان کا بھی ناجائز ہے۔

مسئلہ :- جس شخص کے بدن پر کوئی تصویر گدی ہوئی ہو مگر کپڑوں میں چھپی ہوئی ہو تو اس کی امامت جائز ہے۔

تصویر سازی اور فوٹو گرافی وغیرہ کی اجرت

مسئلہ :- جاندار کی تصویر بنانے اور فوٹو لینے کی اجرت لینا اور دینا دونوں ناجائز ہیں۔

مسئلہ :- جس پریس میں جاندار چیزوں کی تصاویر چھپتی ہوں اس کی ملازمت بھی طباعت کے کام میں جائز نہیں۔

مسئلہ :- اگر کسی نے تصویر بنوالی تو شرعاً اس کی اجرت دینا اس کے ذمہ واجب نہیں۔ البتہ رنگ وغیرہ جو مصور نے خرچ کیا اس کی قیمت دی جائے گی۔

مسئلہ :- جن تصاویر کے بنانے کی اجازت اوپر ذکر ہوئی ان کے بنانے کی اجرت لینا اور دینا سب جائز ہیں۔

تصاویر کی تجارت

مسئلہ :- بیع و شراء میں اگر تصاویر خود مقصود نہ ہوں بلکہ دوسری چیزوں کے تابع ہو کر آجائیں جیسے اکثر کپڑوں میں تصویریں بنی ہوتی ہیں یا برتنوں اور دوسری مصنوعات جدیدہ میں اس کا رواج عام ہے تو اس کی خرید و فروخت تبعاً جائز ہے۔

مسئلہ :- جب خود تصاویر ہی کی بیع و شراء مقصود ہو تو خریدنا اور فروخت کرنا دونوں ناجائز ہیں۔ اور اگر مورتی مٹی کی بنی ہوئی ہو تو شرعاً اس کی کچھ قیمت کسی کے ذمہ واجب نہیں

ہوتی البتہ اگر کسی دھات یا لکڑی وغیرہ کی ہو تو اتنی قیمت واجب ہوتی ہے جس قدر اس لکڑی یا دھات کی قیمت تصویر سے قطع نظر کر کے ہو سکتی ہے۔

تصاویر کے دیکھنے کا حکم

مسئلہ :- جن تصاویر کا بنانا اور گھر میں رکھنا ناجائز ہے ان کا ارادہ اور قصد کے ساتھ دیکھنا بھی ناجائز ہے' البتہ تبعا" بلا قصد نظر پڑ جائے تو مضائقہ نہیں جیسے کوئی اخبار یا کتاب ہو جس میں تصویریں ہوں' مقصود اس کا مضمون دیکھنا ہے' بلا ارادہ تصویر بھی سامنے آجاتی ہے اس کا مضائقہ نہیں۔

مسئلہ :- سینما اور ویڈیو کی ممانعت کے لیے یہ بھی کافی ہے کہ اس میں تصاویر دکھلائی جاتی ہیں۔

جس مکان میں تصاویر ہوں اس میں داخل ہونا

مسئلہ :- ایسے مکان اور خیمہ وغیرہ میں داخل ہونا جائز نہیں جس میں ممنوعہ تصاویر ہوں۔

مسئلہ :- تصویر والے مکان میں اگر کوئی مریض ہو اس کی عیادت کرنے کے لئے بھی بغیر ضرورت کے وہاں جانا جائز نہیں۔

مسئلہ :- اگر کسی دوسرے شخص کے مکان میں ممنوعہ تصاویر ہوں اور وہاں جانے کی کوئی شرعی یا معاشی مجبوری ہو اور اس پر قدرت نہ ہو کہ تصاویر کو ہٹا دے تو ایسے مکان میں جانا اور بقدر ضرورت بیٹھنا جائز ہے۔

تصویر والے کپڑے یا مکان میں نماز پڑھنا

مسئلہ :- جاندار کی تصویر والے کپڑے پہن کر نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے' البتہ بہت چھوٹی تصویر کا مضائقہ نہیں۔

مسئلہ :- جس مکان میں ممنوعہ تصویریں لگی ہوں یا معلق ہوں اس میں نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔ البتہ اگر تصویریں قدموں کے نیچے ہوں تو اگر سجدہ تصویر پر نہ کیا گیا تو بعض حضرات کے نزدیک جائز ہے اور بعض اس کو بھی مکروہ فرماتے ہیں۔

مسئلہ :- تصویر کے قدموں کے نیچے ہونے کے علاوہ سب صورتوں میں نماز مکروہ ہے لیکن کراہت کے درجے مختلف ہیں۔ سب سے زیادہ سخت کراہت اس تصویر میں ہے جو نمازی کے سامنے قبلہ کی جانب میں ہو۔ پھر وہ جو نمازی کے سر کے اوپر لٹکی ہوئی ہو پھر وہ جو اس کی دائیں جانب لگی ہو پھر وہ جو بائیں جانب لگی ہو اور سب سے کم کراہت اس میں ہے جو نمازی کی پشت کی طرف لگی ہو۔

مسئلہ :- فلم اور ویڈیو فلم کے ذریعہ حج اور دیگر عبادات کی انسانی تصویر کے ساتھ تعلیم دینی ناجائز ہے۔ اسی طرح کسی کے درس کی ویڈیو فلم بنانا اور دیکھنا بھی جائز نہیں ہے۔

باب : 40

کافروں اور فاسقوں سے مشابہت کرنے کا بیان

انسانی امور کی دو قسمیں ہیں' اضطراری اور اختیاری۔

اضطراری امور اور ان میں مشابہت کا حکم

اضطراری امور وہ ہیں' جن کے ہونے نہ ہونے میں انسانی اختیار کو کوئی دخل نہیں ہے۔ مثلاً" انسان کی خلقت' اس کو بھوک' پیاس لگنا اور اس سے مجبور ہو کر کھانا پینا' تن پوشی کے فطری داعیہ کی وجہ سے لباس پہننا اور اور رب کی عبادت کے فطری داعیہ سے عبادت کرنا۔ یہ خلقت اور دواعی اضطراری ہیں اور ان کے تحت صادر ہونے والے افعال طبعی ہیں۔

ان میں شریعت کا یہ حکم نہیں ہے کہ اگر کافر کھاتے پیتے ہیں تو تم نہ کھاؤ یا وہ لباس پہنتے ہیں تو تم نہ پہنو یا وہ عبادت کرتے ہیں تو تم نہ کرو بلکہ ان میں شریعت کا حکم یہ ہے کہ تم ان افعال میں وہ تہذیب و شائستگی اختیار کرو جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہے اور کافروں' فاسقوں کے طور طریقوں کی نقل مت کرو۔

اختیاری امور

یہ دو طرح کے ہوتے ہیں مذہبی امور اور عادی و معاشرتی امور۔

مذہبی امور میں مشابہت کا حکم :- مذہبی امور سے مراد وہ اعمال ہیں جن کا تعلق دین اور عبادت سے ہے۔ ان میں کفار کے ساتھ مشابہت حرام ہے۔ جیسے عیسائیوں کی طرح سینے پر صلیب لٹکانا' ہندوؤں کی طرح زنار باندھنا یا پیشانی پر قشقہ لگانا۔اور سکھوں کی طرح ہاتھ میں لوہے کا کڑا پہننا وغیرہ۔

عادی اور معاشرتی امور :- دو طرح کے ہوتے ہیں ایک وہ جو قبیح بالذات ہیں یعنی جن

سے شریعت اسلام نے منع کیا ہے' دوسرے مباح بالذات جن سے شریعت نے براہ راست منع نہیں کیا۔

قبیح بالذات امور میں مشابہت کا حکم:۔ ان میں مشابہت حرام ہے مثلاً" ٹخنوں سے نیچے شلوار لٹکانا اور ریشمی لباس کا استعمال کرنا یا کسی قوم کی کوئی ایسی حرکت کی نقل کرنا جس میں ان کے معبودان باطلہ کی کوئی عظمت ظاہر کی جاتی ہو۔

مباح بالذات امور:۔ میں دو صورتیں ہیں یا تو وہ کسی غیر قوم (یعنی کافروں فاسقوں یا بدعتیوں) کا شعار اور امتیازی نشان ہیں یا نہیں ہیں۔

اگر وہ کسی غیر قوم کا امتیازی نشان اور شعار ہیں تو پھر ان میں بھی مشابہت حرام ہے۔ مثلاً" غیر اقوام کا وہ مخصوص لباس جو صرف انہی کی طرف منسوب اور انہی کی نسبت سے مشہور ہو اور اس کا استعمال کرنے والا' اسی قوم کا فرد سمجھا جائے مثلاً" ہمارے علاقوں میں محرم کے دنوں میں خصوصاً" اور باقی مہینوں میں عموماً" سیاہ لباس یا فقط سیاہ قمیض شیعوں کا شعار ہے اور اسی طرح ہمارے علاقے میں سبز عمامہ ایک خاص بدعتی گروہ نے اپنا شعار بنالیا ہے۔

اگر وہ غیر قوم کا شعار نہ ہوں تو ان کا بدل مسلمانوں کے ہاں موجود ہے یا نہیں؟

-1 اگر ان کا بدل مسلمانوں کے پاس موجود ہے تو پھر ان امور میں مشابہت مکروہ ہے جیسے رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم دست مبارک میں عربی کمان لئے ہوئے تھے کہ آپ نے کسی کے ہاتھ میں فارسی کمان دیکھی تو ناخوشی سے فرمایا۔ یہ کیا لئے ہوئے ہو؟ اسے پھینک دو اور عربی کمان رکھو جس کے ذریعہ اللہ نے تمہیں قوت و شوکت دی۔

-2 اگر غیر اقوام کی اشیاء ایسی ہیں کہ ان کا کوئی بدل مسلمانوں کے پاس نہیں ہے جیسے آج یورپ کی نئی نئی ایجادات جدید اسلحہ تمدن و معاشرت کے نئے نئے سامان تو اگر ان کا استعمال مشابہت کی نیت سے کیا جائے تو جائز نہیں اور اگر ان چیزوں میں مشابہت کی نیت نہ ہو بلکہ اتفاقی طور پر استعمال میں آ رہی ہوں تو

چیزوں میں مشابہت کی نیت نہ ہو بلکہ اتفاقی طور پر استعمال میں آ رہی ہوں تو ضرورت کی حد تک ان کے استعمال میں کوئی شرعی حرج نہیں ہے۔

1- داڑھی

داڑھی مونڈوانے میں کفار مشرکین کے ساتھ مشابہت ہے۔ رسول ﷺ نے فرمایا:

خالفوا المشركين حفوا الشوارب اعفوا اللحى

"مشرکین کے خلاف کرو۔ مونچھیں پست کرو (یعنی کترواؤ) اور داڑھیاں بڑھاؤ"۔

اور جو کافر داڑھی کے بال بڑھاتے ہیں تو وہ عام طور سے بہت زیادہ بڑھا لیتے ہیں۔ اس کے برعکس حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نقل فرماتے ہیں۔

كان رسول الله ﷺ ياخذ لحيته من عرضها و طولها

رسول اللہ ﷺ اپنی ریش مبارک کو طول سے بھی درست کرتے تھے (اور ٹھوڑی سے ایک مشت سے زائد کو کتر دیتے تھے) اور عرض سے بھی درست کرتے تھے۔

پھر داڑھی مونڈانے میں عورتوں کے ساتھ مشابہت ہے جبکہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

لعن الله المتشبهين من الرجال بالنساء والمتشبهات من النساء بالرجال

لعنت فرمائی ہے اللہ نے ان مردوں پر جو عورتوں سے مشابہت پیدا کرتے ہیں اور ان عورتوں پر جو مردوں سے مشابہت کرتی ہیں۔

2- انگریزی بال

سر کا کچھ حصہ منڈانا یا کترنا اور کچھ چھوڑ دینا یہ غیر مسلموں کا طریقہ ہے اور نبی ﷺ نے قزع جو اسی ہیئت کو کہتے ہیں اس سے منع فرمایا ہے۔

3- ہندوؤں کی طرح چوٹی رکھنا ناجائز ہے اور اگر کسی پیر فقیر کے نام پر رکھی جائے تو شرک کا کام ہے۔

4- عیسائیوں کے اتوار کے دن کی تعظیم کے باعث اور ان کے اور دیگر کفار کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے اتوار کی تعطیل کرنا ناجائز ہے۔

5- لہنگا ہندو عورتوں کا مخصوص لباس ہے اس لئے مسلمان عورتوں کو اس کا پہننا جائز نہیں۔

6- نتھ پہننا فاسق عورتوں کا شیوہ ہے اس لئے شریف عورتوں کو ان کی مشابہت سے بچنا چاہئے۔

7- ٹیڑھی مانگ نکالنا گمراہ قوموں کا طریقہ ہے اور اسلامی تعلیم کے خلاف ہے۔

باب : 41

کھانے پینے کے احکام

کھانا کھانے کے پانچ درجے ہیں

پہلا درجہ :- فرض کا ہے یعنی اتنی مقدار کھانا فرض ہے کہ آدمی ہلاکت سے بچ جائے اور فرض نماز کھڑے ہو کر پڑھ سکے اور روزہ رکھ سکے۔ لہٰذا اگر کسی نے کھانا پینا چھوڑ دیا یہاں تک کہ مرگیا تو وہ نافرمان مرا۔

دوسرا درجہ :- مندوب کا ہے یعنی فرض کی مقدار سے اس قدر زیادہ کھائے جس سے نوافل اور علم دین سیکھنے میں سہولت ہو۔
تنبیہ :- مذکورہ بالا دونوں درجوں کے مطابق کھانا کھانے میں ثواب ملتا ہے۔

تیسرا درجہ :- مباح کا ہے یعنی اس سے بھی زیادہ سیر ہونے تک کھائے اس غرض سے کہ بدن کی قوت میں اضافہ ہو۔ اس میں نہ ثواب ہے اور نہ گناہ ہے اور اتنی مقدار تک اخروی حساب بھی آسان ہو گا' بشرطیکہ طعام حلال ہو۔

چوتھا درجہ :- مکروہ کا ہے یعنی سیر ہونے کے بعد کچھ زائد کھانا جس سے نقصان کا اندیشہ نہ ہو اور اگر یہ اس غرض سے ہو کہ کل کے روزے میں تقویت رہے گی یا اس کے ہاتھ روک لینے سے مہمان کھانے میں شرم محسوس کرے گا اور وہ بھی ہاتھ کھینچ لے گا تو پھر مکروہ نہیں۔

پانچواں درجہ :- حرام کا ہے جو یہ ہے کہ سیری سے بھی اتنا زیادہ کھائے کہ بدہضمی ہونے کا اندیشہ ہو۔

مسئلہ :- کوئی ایسا ذی وجاہت شخص ہو جس کے بھوک ہڑتال کرنے سے جائز مطالبہ پر اثر پڑے گا تو وہ مندوب اور مباح درجہ کو چھوڑ سکتا ہے لیکن ایسی بھوک ہڑتال کہ جس میں فرض نماز پڑھنے کی قوت ختم ہو جائے یا موت کا اندیشہ ہو جائے تو نہیں۔

مسئلہ:۔ روٹی بیچ بیچ میں سے کھالے اور کنارے چھوڑ دے یا ایک روٹی میں سے پھولا ہوا حصہ کھالے اور باقی چھوڑ دے یہ اسراف میں سے ہے اور اس میں ایک طرح کا اترانا ہے لیکن اگر دوسرا شخص اس کو کھالیتا ہو تو کچھ ڈر نہیں۔

مسئلہ:۔ جو لقمہ ہاتھ سے گر پڑے اس کا ترک کر دینا بھی اسراف میں سے ہے بلکہ چاہیے کہ پہلے اس کو اٹھا کر کھالے پھر دوسرا کھائے۔

مسئلہ:۔ روٹی کی تعظیم میں سے ایک یہ ہے کہ جب روٹی سامنے آئے تو کھانا شروع کر دے سالن کا انتظار نہ کرے۔

مسئلہ:۔ کھانے سے پہلے اور کھانے کے بعد دونوں ہاتھوں کو پہنچوں تک دھونا سنت ہے۔ اگر کسی نے ایک ہاتھ دھویا یا دونوں ہاتھوں کی صرف انگلیاں دھولیں یا صرف ہتھیلیاں دھولیں تو دونوں ہاتھ دھونے کی سنت ادا نہ ہوگی۔

مسئلہ:۔ کھانے سے پہلے ہاتھ دھو کر ان کو کپڑے سے نہ پونچھے تاکہ کھانا شروع کرنے تک دھونے کا اثر باقی رہے البتہ کھانے کے بعد دھو کر پونچھ ڈالے۔

مسئلہ:۔ کھانے میں سنت یہ ہے کہ شروع میں بسم اللہ کہے اور آخر میں الحمدللہ پڑھے اگر شروع میں بسم اللہ بھول جائے تو جب یاد آئے یوں کہے بسم اللہ اولہ و آخرہ۔ اور جب بسم اللہ کہے تو چاہئے کہ بلند آواز سے کہے تاکہ جو لوگ ساتھ کھانے بیٹھے ہیں ان کو بھی تلقین ہو جائے اور جب ساتھیوں کے ساتھ مل کر کھا رہا ہو تو چاہئے کہ الحمدللہ کہنے میں آواز بلند نہ کرے لیکن اگر ساتھی بھی کھانے سے فارغ ہو گئے ہوں۔ تو پھر کوئی مضائقہ نہیں۔

مسئلہ:۔ ایک سنت یہ ہے کہ نمک کے ساتھ کھانا شروع کرے اور نمک ہی پر ختم کرے۔

مسئلہ:۔ کھانا کھا کر ہاتھ دھونے پر پونچھنے سے پہلے انگلیوں کو خوب چاٹ لے۔

مسئلہ:۔ یہ سنت میں سے ہے کہ سالن کے لئے پلیٹ کے وسط میں ہاتھ نہ ڈالے بلکہ

اپنی جانب ایک جگہ سے لگائے۔ البتہ ایک طبق اور ٹرے میں مختلف قسم کے پھل ہوں تو جو چاہے لے سکتا ہے۔

مسئلہ:۔ ننگے سر کھانا کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

مسئلہ:۔ کھانا کھاتے ہوئے اپنی دائیں ٹانگ کھڑی رکھے اور بائیں ٹانگ بچھالے۔

مسئلہ:۔ ٹیک لگا کر کھانا سنت کے خلاف ہے ٹیک لگانے کی چار صورتیں ہیں اور چاروں کا ایک ہی حکم ہے۔ اول یہ کہ دائیں یا بائیں پہلو کو دیوار یا تکیہ وغیرہ پر سہارا لگائے۔ دوسرے یہ کہ ہتھیلی سے زمین پر سہارا لگائے' تیسرے یہ کہ چوکڑی مار کر بیٹھے' چوتھے یہ کہ کمر کو تکیہ یا دیوار سے لگائے۔

مسئلہ:۔ منہ کے بل لیٹ کر کھانا منع ہے۔

مسئلہ:۔ جب آدمی بھوک سے ایسی حالت کو پہنچ جائے کہ جان جاتے رہنے کا خوف ہو اور کھانے کی حلال چیز کوئی میسر نہ ہو تو وہ اپنی جان بچانے کے لئے بقدر ضرورت مردار کھا سکتا ہے اور اگر نہ کھایا اور مر گیا تو گناہگار ہو گا۔

مسئلہ:۔ چلتے پھرتے چھوٹی موٹی چیز منہ میں ڈال سکتے ہیں مثلاً" پان' تمباکو' سونف' ٹافی اور ایک آدھ لقمہ لیکن پورا کھانا کھانا ہو تو وہ بیٹھ کر کھانا چاہئے۔ کھڑے ہو کر کھانا مکروہ ہے۔

مسئلہ:۔ میز کرسی پر کھانا یا اپنے سامنے چھوٹی میز پر کھانا رکھ کر کھانا سنت کے خلاف طریقہ ہے۔

اگر مجلس دعوت میں کوئی بات خلاف شرع ہو مثلاً" گانا بجانا ہو تو اگر وہاں جانے سے پہلے معلوم ہو جائے تو دعوت قبول نہ کرے۔ البتہ اگر قوی امید ہے کہ میرے جانے سے بوجہ میری شرم اور لحاظ سے وہ بات بند ہو جائے گی تو جانا بہتر ہے اور اگر معلوم نہ تھا اور چلا گیا اور وہاں جا کر دیکھا' سو اگر یہ شخص مقتدائے دین ہے تب تو لوٹ آئے اور اگر مقتدا نہیں ہے' عوام الناس سے ہے تو اگر عین کھانے کے موقع پر وہ خلاف شرع بات ہے

تو وہاں نہ بیٹھے اور اگر دوسری جگہ پر ہے تو خیر کھانے پر ۔ مجبوری بیٹھ جائے اور بہتر ہے کہ صاحب مکان کو فہمائش کرے اور اگر اس قدر ہمت نہ ہو تو صبر کرے اور دل سے اسے برا سمجھے اور اگر کوئی شخص مقتدائے دین نہ ہو لیکن ذی اثر اور صاحب وجاہت ہو کہ لوگ اس کے افعال کا اتباع کرتے ہوں تو وہ بھی اس مسئلہ میں مقتدائے دین کے حکم میں ہے۔

مسئلہ :۔ اگر کوئی آدمی شہر کے کسی باغ میں گزرا اور کچھ پھل درختوں کے نیچے گرے پڑے ہوں تو اس کے لئے وہ کھانا جائز نہیں مگر جبکہ جانتا ہو کہ مالک کی طرف سے کھانے کی صراحۃ" یا دلالۃ" اجازت ہے۔

اگر آدمی شہر سے باہر کسی باغ میں ہو تو اگر گرے ہوئے پھل ایسے ہوں کہ باقی رہتے ہوں جیسے اخروٹ وغیرہ تو یہ نہیں کھا سکتا" مگر جبکہ مالک کی طرف سے مباح کرنے کا علم ہو اور اگر ایسے پھل ہوں کہ باقی نہیں رہ سکتے جلد خراب ہو جاتے ہیں تو ان کو کھانا جائز ہے جب تک مالک کی طرف سے ممانعت ظاہر نہ ہو اور ان کو اٹھا کر اپنے گھر نہیں لا سکتا۔

اگر پھل درخت پر لگے ہوں تو افضل یہ ہے کہ بغیر اجازت کے کسی جگہ سے بھی نہ لے یعنی خواہ شہر کے اندر ہو یا شہر کے باہر ہو لیکن اگر ایسا مقام ہو جہاں یہ پھل بہت ہوں اور یہ معلوم ہو کہ کچھ توڑ کے کھا لینا مالکوں کو ناگوار نہ ہو گا تو کھا سکتا ہے لیکن یہ جائز نہیں کہ اپنے ساتھ کچھ باندھ کر بھی لے آئے۔

مسئلہ :۔ حلال جانور کی یہ آٹھ چیزیں کھانا منع ہیں:

پتہ' مثانہ' حرام مغز' غدود' کپورے (یعنی خصیتین)' مادہ کی شرمگاہ' نر جانور کی پیشاب کی نلی اور بہتا ہوا خون۔

مسئلہ :۔ حلال جانور کی اوجھڑی کھانا جائز ہے۔

مسئلہ :۔ غیراللہ کے نامزد کئے ہوئے جانوروں کا حکم یہ ہے۔

1- اگر کسی جانور کو غیراللہ کا نام لے کر ذبح کیا تو وہ حرام ہے۔

2- ذبح کے وقت تو بسم اللہ ہی کہا لیکن غیراللہ کی نامزدگی کی نیت سے ذبح کیا تو یہ بھی حرام ہے۔

3- اگر مالک نے اپنی نیت فاسد سے توبہ کرلی اور غیراللہ کے لئے اس جانور کی نامزدگی سے رجوع کرلیا پھر اللہ کا نام لے کر جانور کو ذبح کیا تو وہ حلال ہو گا۔

مسئلہ :- غیراللہ کے نامزد کئے ہوئے وہ جانور حرام ہوتے ہیں' جو اس غیراللہ کے تقرب اور رضا حاصل کرنے کے لئے نامزد کئے گئے ہوں اور اگر غیراللہ کا نام محض عنوان کے طور پر ہو تقرب اور رضا حاصل کرنے کی نیت نہ ہو جیسے یوں کہتے ہیں کہ یہ فلاں بچے کا عقیقہ ہے تو یہ حلال ہے یا بقر عید کے موقع پر نبی ﷺ کے ایصال ثواب کے لئے قربانی کا جانور خریدا اور یوں کہا کہ یہ نبی ﷺ کا ہے تو یہ جانور حلال ہے۔

مسئلہ :- اشیاء خوردنی میں کیڑے پیدا ہو جائیں یا گولر میں بھنگے پیدا ہو جائیں تو ان کیڑوں کا کھانا جائز نہیں ہے۔ کیڑے ہٹا کر استعمال کرنا چاہئے۔

مسئلہ :- گوشت کا یا کوئی اور کیڑا شوربے میں گر گیا تو شوربا نجس نہ ہو گا۔ کیڑے کو ہٹا کر شوربے کو استعمال کرسکتے ہیں' لیکن اگر کیڑا پھٹ کر شوربے میں ریزہ ریزہ ہو گیا ہو تو پھر اس شوربے کا استعمال جائز نہیں۔

مسئلہ :- جو جانور نجاست کھانے لگے اور اس وجہ سے اس کا گوشت بدبودار ہو جائے تو اس کو جلالہ کہتے ہیں اور اسی حالت میں اس کا دودھ پینا یا اس کو ذبح کر کے اس کا گوشت کھانا مکروہ ہے۔ اگر وہ مرغی ہے تو تین دن اور بکری ہے تو چار دن اور گائے یا اونٹ ہے تو دس دن ان کو باندھ کر صاف ستھری غذا دی جائے تاکہ گوشت کی بدبو زائل ہو جائے۔ پھر ان کا گوشت اور دودھ استعمال کیا جانا چاہئے۔

مسئلہ :- اگر نجاست کھائی لیکن گوشت میں بدبو پیدا نہیں ہوئی یا کوئی غیر بدبودار حرام چیز کھلائی گئی تو اس کا گوشت کھانا جائز ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ فارمی یعنی ولایتی مرغیوں کو اگرچہ نجس خوراک دی گئی ہو لیکن چونکہ ان کے گوشت میں بدبو نہیں ہوتی لہٰذا ان کا کھانا

جائز ہے۔ محض غذا و خوراک کے نجس ہونے کی وجہ سے گوشت کا استعمال ناجائز نہیں ہو گا۔

مسئلہ :- گیارھویں اور محرم کے موقع جو کچھ تقسیم کیا جاتا ہے' اگر وہ غیراللہ کے نامزد ہو اور اس کے نام کی نذر ہو تو حرام ہے اور اگر اللہ کے نام کا صدقہ ہو جس کا ثواب بزرگ کو پہنچایا گیا ہو تو وہ حرام نہیں مباح ہے لیکن چونکہ دن کی تخصیص کی وجہ سے بدعت ہے اور بہت سے لوگ عقائد میں پختہ نہیں اس لئے ایسی چیزوں سے پرہیز کرنا چاہئے۔

مسئلہ :- بارہ ربیع الاول' شب برات اور اسی طرح کے دیگر موقعوں پر جو بہت سے صحیح عقیدے والے بھی کچھ پکا کر تقسیم کرتے ہیں تو اگرچہ وہ چیز حرام نہیں ہوتی لیکن دن کی تخصیص کے باعث بدعت ہونے کی وجہ سے اس سے پرہیز کرنا بہتر ہے۔

باب : 42

لباس کے احکام

لباس کے بارے میں شریعت کی بتائی ہوئی حدود یہ ہیں:

1- مرد شلوار' تہہ بند اور پائجامہ وغیرہ ٹخنوں سے اوپر رکھے۔ ٹخنے پورے یا ان کا کچھ حصہ بھی ان میں چھپنا نہیں چاہیے۔ عورت اپنے ٹخنے اور پشت قدم کو چھپائے۔

2- لباس اتنا چھوٹا' باریک یا چست نہ ہو کہ وہ اعضاء ظاہر ہو جائیں جن کا چھپانا واجب ہے۔

3- لباس میں کافروں اور فاسقوں کی نقالی اور مشابہت اختیار نہ کریں۔

4- مرد زنانہ لباس اور عورتیں مردانہ لباس نہ پہنیں۔

5- مالدار شخص اتنا گھٹیا لباس نہ پہنے کہ دیکھنے والے اسے مفلس سمجھیں۔

6- فخرو نمائش اور تکلف سے اجتناب کریں۔

7- مردوں کو اصلی ریشم کا لباس پہننا حرام ہے۔ عورتوں کے لئے ریشم کا لباس جائز ہے۔

مردوں کے لئے اصلی ریشم کے استعمال میں تفصیل

- وہ ریشمی کپڑا جس کا تانا اور بانا دونوں ریشم کا ہو مردوں کے لئے حرام ہے۔
- اگر بانا ریشم کا ہو اور تانا غیر ریشم کا ہو تو یہ بھی ناجائز ہے۔
- اگر تانا ریشم کا ہو اور بانا ریشم کا نہ ہو مثلاً سوت کا ہو' ریشم دکھائی دیتا ہو' تو یہ بھی ناجائز ہے۔ البتہ اگر ریشم نظر نہ آتا ہو تو وہ کپڑا جائز ہے۔
- کپڑے پر چار انگل چوڑائی تک ریشم کا گوٹہ کناری لگا ہو تو جائز ہے۔ اس سے زیادہ جائز نہیں۔

- مردوں کو ریشم کا لحاف اوڑھنا جائز نہیں۔
- ریشم کی مچھردانی استعمال کرنا جائز ہے۔

مسئلہ:۔ مصنوعی ریشے کے جو کپڑے تیار کئے جاتے ہیں' یہ ریشم نہیں اس لئے مردوں کو اس کا پہننا اور استعمال کرنا درست ہے۔ اگر کسی مخمل کا رواں ریشم کا نہ ہو تو وہ بھی مردوں کے لئے جائز ہے۔

مسئلہ:۔ خالص سرخ لباس پہننا مردوں کے لئے مکروہ ہے۔ کسی اور رنگ کی آمیزش ہو یا دھاری دار ہو (یعنی سرخ اور کسی دوسرے رنگ کی دھاریاں ہوں) تو مضائقہ نہیں۔

مسئلہ:۔ کسم اور زعفران میں رنگا ہوا کپڑا مرد کو پہننا جائز نہیں۔

مسئلہ:۔ عورتوں کے لئے کسی بھی رنگ کی ممانعت نہیں ہے۔

مسئلہ:۔ چونکہ سفید رنگ کا کپڑا مردوں کے ساتھ خاص نہیں ہے لہٰذا عورتیں اگر مکمل سفید کپڑا یا وہ سفید کپڑا جس پر رنگین کشیدہ کاری ہوئی ہو پہن لیں تو اس میں کوئی ممانعت نہیں بشرطیکہ اس کپڑے کی تراش خراش مردوں کی طرح نہ ہو۔

مسئلہ:۔ مردوں کے لئے ٹائی کا استعمال جائز نہیں۔ کوٹ پتلون کے استعمال سے بھی پرہیز کرنا چاہئے کیونکہ اس میں کفار اور فاسقوں کے ساتھ مشابہت ہے۔

مسئلہ:۔ مردوں کا عام طور سے ننگے سر رہنا خلاف ادب ہے۔

مسئلہ:۔ کسی کی موت پر کالے کپڑے پہننا جائز نہیں۔

باب : 43

زیورات اور سونے چاندی کے برتنوں کے استعمال کے احکام

عورتوں کے زیور پہننے کے چند مسائل

مسئلہ :- عورتوں کو کان چھدوانا اور اس کا زیور پہننا جائز ہے۔

مسئلہ :- عورتوں کو ناک چھدوانے اور اس میں لونگ یعنی ناک کی کیل کے استعمال میں اختلاف ہے۔ استعمال کی گنجائش ہے البتہ احتیاط بہتر ہے۔

مسئلہ :- ایسا زیور جس میں گھنگرو ہو یعنی بجنے والا زیور عورت کو پہننا جائز نہیں۔

مسئلہ :- عورتوں کے لئے لوہے، تانبے، پیتل اور رانگ کا بنا ہوا انگوٹھی کے علاوہ باقی زیور جائز ہے اور دیگر دھاتوں اور چیزوں مثلاً ہڈی، شیشہ وغیرہ کے انگوٹھی سمیت تمام زیورات کا استعمال جائز ہے۔

مسئلہ :- لوہے وغیرہ کی انگوٹھی پر اگر چاندی کا ملمع کیا گیا ہو کہ لوہا بالکل نظر نہ آتا ہو تو ایسی انگوٹھی کا استعمال مرد اور عورت دونوں کیلئے جائز ہے۔

مسئلہ :- لوہے تانبے، پیتل اور رانگ وغیرہ کی انگوٹھی کے علاوہ باقی زیور اور دیگر دھاتوں اور چیزوں مثلاً "ہڈی، شیشہ وغیرہ کے ہر قسم کے زیورات کا استعمال جائز ہے۔

مردوں کو سونا چاندی کا زیور پہننا

مسئلہ :- مردوں کے لئے صرف چاندی کی انگوٹھی جائز ہے اور وہ بھی اس وقت ہے جب وہ ساڑھے چار ماشہ سے کم وزن کی ہو اور انگوٹھی مردانہ ڈیزائن کی ہو۔ اگر زنانہ ڈیزائن میں بنی ہو تو مردوں کے لئے اس کا استعمال جائز نہیں۔

مسئلہ :- بہتر یہ ہے کہ چاندی کی انگوٹھی بھی صرف وہ مرد استعمال کریں جن کو اسے مہر

کے طور پر استعمال کرتا ہو۔ جن کو مہر کی ضرورت نہ ہو ان کے لئے بہتر یہی ہے کہ وہ چاندی کی انگوٹھی بھی استعمال نہ کریں۔

سونے چاندی کے برتنوں اور اشیاء کا استعمال

مسئلہ:۔ سونے چاندی کے برتنوں اور اشیاء کا استعمال جو ناجائز ہے وہ مردوں عورتوں، بچوں سب کے لئے ناجائز ہے۔

مسئلہ:۔ سونے چاندی کی مندرجہ ذیل اشیاء کا استعمال ناجائز ہے۔

سونے چاندی کے چمچہ سے کھانا۔

سونے چاندی کے خوان (تپائی) پر رکھ کر کھانا کھانا۔

سونے چاندی کی سلائی سے سرمہ لگانا اور سرمہ دانی استعمال کرنا۔

سونے چاندی کے قلم سے لکھنا۔ اگر محض نب سونے چاندی سے بنائی گئی ہو یا ملاوٹ ہو لیکن سونا چاندی غالب ہو تو اس سے لکھنا بھی ناجائز ہے۔

سونے چاندی کی دوات استعمال کرنا اور اگر دوات کا صرف ڈھکنا سونے یا چاندی کا ہو تو وہ بھی جائز نہیں ہے۔

سونے چاندی کے آئینہ میں دیکھنا اور اگر آئینہ شیشے کا ہو اور اس کا حلقہ سونے چاندی کا ہو تو امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کو پکڑے بغیر اس میں دیکھنا جائز ہے اور ہاتھ میں پکڑ کر استعمال کرنا بالاتفاق ناجائز ہے۔ حاصل یہ ہے کہ ہر حال میں پرہیز کرنا بہتر ہے۔

سونے چاندی کی کرسی پر بیٹھنا

سونے چاندی کے اگر دان میں خوشبودار چیز جلا کر دھونی لینا۔

سونے چاندی کے لوٹے یا کسی اور برتن سے وضو کرنا یا ہاتھ منہ دھونا۔

سونے چاندی کی تیل کی کپی استعمال کرنا۔

سونے چاندی کا تعویز لٹکانا۔

سونے چاندی کا دروازہ استعمال کرنا۔

سونے چاندی کا خلال استعمال کرنا۔

مسئلہ :- جس برتن میں سونے چاندی کی پچی کاری ہوئی ہو اس میں کھانے پینے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے بشرطیکہ اپنا منہ سونے چاندی پر نہ رکھے۔

اسی طرح اگر کسی کرسی و تخت پر سونے چاندی کا حلقہ لگایا گیا ہو تو اُس پر بیٹھ سکتا ہے' بشرطیکہ نشست سونے چاندی پر نہ ہو۔

مسئلہ :- سونے چاندی کے برتن میں ہاتھ ڈال کر چیز نکالی جائے مثلاً" برتن ایسا ہو کہ اس میں ہاتھ ڈال کر تیل نکالا جائے اور سر و جسم پر ہاتھ سے تیل لگایا تو ایسے استعمال میں مضائقہ نہیں ہے۔

مسئلہ :- برتن یا قلم یا گھڑی کسی اور دھات کی ہو اس پر صرف سونے یا چاندی کا پانی چڑھایا گیا ہو تو اس کا استعمال جائز ہے لیکن اجتناب بہتر ہے۔

مسئلہ :- گھڑی میں ایک دو پرزے چاندی یا سونے کے ہوں اور باقی دوسری دھات کے ہوں تو کچھ حرج نہیں ہے۔

مسئلہ :- اگر گھڑی کے کیس میں سونا چاندی ڈلا گیا ہو لیکن مغلوب ہو تو اس کا استعمال جائز ہے۔

مسئلہ :- سونے چاندی کی کیلوں اور میخوں میں کوئی حرج نہیں بشرطیکہ مثلاً" دروازہ میں لگی ہونے کی صورت میں ان پر ہاتھ نہ لگے۔

مسئلہ :- سونے چاندی کی ایسی چیزیں جو محض سجاوٹ کے لئے ہوتی ہیں استعمال کے لئے نہیں ہوتیں ان کو رکھنا جائز ہے۔

مسئلہ :- لڑائی میں مردوں کو سونے چاندی کے خود یا جوشن پہننے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

مسئلہ :- جس کپڑے کے حاشیہ پر سونے یا چاندی کا کام چار انگشت یا اس سے کم ہو وہ

مردوں کے لئے جائز ہے چار انگشت سے زائد ہو تو مردوں کے لئے جائز نہیں ہے۔

سونے چاندی کے اعضاء کی پیوند کاری

مسئلہ :۔ کسی شخص کی انگلیوں کی پوریں کٹ دی گئی ہوں تواس کے لئے جائز ہے کہ وہ سونے چاندی کی پوریں بنوا کر لگائے۔

مسئلہ :۔ دانت ہلتا ہو تواس کو سونے چاندی کے تار سے باندھنا یا اس پر سونے چاندی کا خول چڑھانا جائز ہے۔

مسئلہ :۔ اگر کسی اور چیز کے بنے ہوئے دانت خراب ہو جاتے ہوں تو سونے چاندی کے دانت بنوانا جائز ہے۔

مسئلہ :۔ اگر کسی کی ناک کٹ دی گئی ہو تو وہ سونے یا چاندی کی ناک بنوا کر لگوا سکتا ہے۔

مسئلہ :۔ اگر کسی کا ہاتھ پاؤں یا پوری انگلی کٹ دی گئی ہو تو سونے چاندی کے یہ اعضاء بنوا کر لگوانا جائز نہیں بلکہ کسی اور دھات کے بنوا کر لگوائے کیونکہ ان اعضاء میں استعمال مستقل ہے جبکہ اوپر مسائل میں ذکر کئے گئے اعضاء کا استعمال یا تو مستقل نہیں ہے یا اس مجبوری سے ہے کہ دوسری دھات خراب ہو جاتی ہے۔

باب : 44

بالوں کے متعلق احکام

مسئلہ :- پورے سر پر بال رکھنا کان کی لو تک یا کسی قدر اس سے نیچے یا پورا سر منڈوا دینا سنت ہے (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تو بال رکھنے کا تھا البتہ آپ ہی کے زمانہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہا سر منڈواتے تھے) اور کتروانا بھی درست ہے مگر سب کترانا اور آگے کی طرف کسی قدر بڑے رکھنا جو کہ آج کل کا فیشن ہے جائز نہیں اور کچھ حصہ منڈوانا کچھ رہنے دینا درست نہیں' اسی سے معلوم ہو گیا ہو گا کہ بابری رکھنے یا چندیا کھلوانی یا اگلے حصہ سر کے بال بغرض گولائی بنوانا درست نہیں۔

مسئلہ :- اگر بال بہت بڑھالئے تو عورت کی طرح جوڑا باندھنا درست نہیں۔

مسئلہ :- عورت کو سر منڈانا بال کترانا حرام ہے حدیث میں لعنت آئی ہے۔

مسئلہ :- لبوں کا کترانا اس قدر کہ لب کے برابر ہو جائے سنت ہے اور منڈانے میں اختلاف ہے۔ بعضے بدعت کہتے ہیں بعضے اجازت دیتے ہیں۔ لہذا نہ منڈانے میں احتیاط ہے۔

مسئلہ :- مونچھ دونوں طرف دراز رہنے دینا درست ہے بشرطیکہ لبیں دراز نہ ہوں۔

مسئلہ :- داڑھی منڈانا کترانا حرام ہے' البتہ تھوڑی سے نیچے ایک مشت سے جو زائد ہو اس کا کترانا درست ہے' اسی طرح چاروں طرف سے تھوڑا تھوڑا لے لینا کہ سڈول اور برابر ہو جائے درست ہے۔

مسئلہ :- رخسارہ (یعنی گال کے بالائی حصہ) کی طرف جو بال بڑھ جائیں ان کو برابر کر دینا یعنی خط بنوانا درست ہے۔ اسی طرح اگر دونوں ابرو کسی قدر لی جائیں تو درست ہے۔

مسئلہ :- حلق کے بال منڈانا نہ چاہئے مگر امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ اس میں بھی کچھ مضائقہ نہیں۔

مسئلہ :- ریش بچہ کے دونوں طرف لب زیریں بال منڈانے کو فقہانے بدعت لکھا ہے اس لئے نہ چاہیے اسی طرح گدی کے بال بنوانے کو بھی فقہانے بدعت لکھا ہے۔

مسئلہ :- بغرض زینت سفید بال چننا ممنوع ہے البتہ مجاہد کو دشمن پر رعب و ہیبت ڈالنے کے لئے دور کرنا بہتر ہے۔

مسئلہ :- ناک کے بال اکھیڑنا نہ چاہئے' قینچی سے کتر ڈالنا چاہئے۔

مسئلہ :- سینہ اور پشت کے بال کا بنانا جائز ہے مگر خلاف ادب اور غیر اولیٰ ہے۔

مسئلہ :- موئے بغل میں اولیٰ تو یہ ہے کہ مونچنے وغیرہ سے دور کئے جائیں اور استرے سے مونڈنا بھی جائز ہے۔

مسئلہ :- موئے زیر ناف میں مرد کے لئے استرے سے دور کرنا بہتر ہے' مونڈتے وقت ابتدا ناف کے نیچے سے کرے اور خصیتین کے پیچھے تک کرے۔ مرد اگر ہڑتال وغیرہ کوئی دوا لگا کر بال دور کرے تو یہ بھی جائز ہے۔ اور عورت کے لئے موافق سنت کے یہ ہے کہ چٹکی یا چمٹی سے دور کرے استرہ نہ لگے۔ لیکن اگر اس کے بجائے کوئی بال صفا کریم یا پوڈر استعمال کرے تو وہ بھی جائز ہے۔

مسئلہ :- اس کے علاوہ اور تمام بدن کے بالوں کا مونڈنا اور رکھنا دونوں درست ہیں۔

مسئلہ :- ہاتھ پیر کے ناخن دور کرنا بھی سنت ہے البتہ مجاہد کے لئے دارالحرب میں ناخن اور مونچھ نہ کٹانا چاہئے۔

مسئلہ :- ہاتھ کے ناخن اس ترتیب سے کترانا بہتر ہے کہ دائیں ہاتھ کی انگشت شہادت سے شروع کرے اور دائیں چھنگلیا تک بالترتیب کترا کر بائیں چھنگلیا سے

بالترتیب کٹائے اور دائیں انگوٹھے پر ختم کرے اور پیر کی انگلیوں میں دائیں چھنگلیا سے شروع کرکے بائیں چھنگلیا پر ختم کرے یہ ترتیب اصول و قواعد کے اعتبار سے بہتر ہے اور اولیٰ ہے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بعینہ ثابت نہیں ہے اس کے خلاف بھی درست ہے۔

مسئلہ :۔ کٹے ہوئے ناخن اور بال دفن کر دینا چاہئے اگر دفن نہ کرے تو کسی محفوظ جگہ ڈال دے یہ بھی جائز ہے مگر نجس گندی جگہ نہ ڈالے اس سے بیمار ہو جانے کا اندیشہ ہے۔

مسئلہ :۔ ناخن کا دانت سے کاٹنا مکروہ ہے اس سے برص کی بیماری ہو جاتی ہے۔

مسئلہ :۔ حالت جنابت میں بال بنانا ناخن کاٹنا موئے زیر ناف دور کرنا مکروہ ہے۔

مسئلہ :۔ ہر ہفتے میں ایک مرتبہ موئے زیر ناف' موئے بغل لیں ناخن وغیرہ دور کرنا نہا دھو کر صاف ستھرا ہونا افضل ہے اور سب سے بہتر جمعہ کا دن ہے کہ قبل نماز جمعہ فراغت کرکے نماز کو جائے ہر ہفتے نہ ہو تو پندرھویں دن ہی سہی۔ انتہا درجہ چالیسوں دن ہے۔ اس کے بعد رخصت نہیں۔ اگر چالیس دن گزر گئے اور امور مذکورہ سے صفائی حاصل نہ کی تو گنا ہگار ہو گا۔

مسئلہ :۔ اپنے سر میں گنجے پن کو یا ہلکے بالوں کو چھپانے کے لئے کسی دوسرے شخص کے انسانی بالوں کا استعمال ناجائز اور حرام ہے۔

باب : 45

حجاب کے مسائل

مسئلہ :- مرد کو ناف سے گھٹنوں کے نیچے تک بدن ڈھانپنا فرض ہے۔ مردوں سے بھی اور عورتوں سے بھی۔ بجز اپنی بیوی کے کہ اس سے کوئی عضو ڈھانکنا ضروری نہیں۔ گو بلا ضرورت بدن دکھانا خلاف اولیٰ ہے۔

مسئلہ :- عورت کو عورت کے روبرو بھی ناف سے نیچے زانو تک بدن کھولنا جائز نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ بعض عورتیں جو نہاتے وقت دوسری عورت کے روبرو ننگی بیٹھ جاتی ہیں' یہ بالکل گناہ ہے۔

مسئلہ :- عورت کو اپنے محرم شرعی کے روبرو ناف سے زانو تک اور کمر اور شکم کھولنا حرام ہے' باقی سر اور چہرہ اور بازو اور پنڈلی کھولنا گناہ نہیں۔ گو بعض اعضاء کا بلا ضرورت ظاہر کرنا مناسب بھی نہیں اور محرم شرعی وہ ہے جس سے عمر بھر کسی طرح نکاح صحیح ہونے کا احتمال نہ ہو۔ مثلاً :

"باپ' بیٹا' حقیقی بھائی یا علاتی بھائی یعنی باپ دونوں کا ایک ہو اور ماں دو ہوں یا اخیافی بھائی' یعنی ماں ایک ہو اور باپ دو ہوں یا ان بھائیوں کی اولاد یا انہیں تین طرح کی بہنوں کی اولاد اور ان کی مثل جس جس سے ہمیشہ کے لئے نکاح حرام ہو اور جس سے عمر میں کبھی نکاح صحیح ہونے کا احتمال ہو' وہ شرعاً" محرم نہیں بلکہ نامحرم ہے اور جو حکم شریعت میں محض اجنبی اور غیر آدمی کا ہے وہی ان کا ہے" گو کسی قسم کا رشتہ قرابت کا رکھتا ہو۔ جیسے چچا کا یا پھوپی کا بیٹا یا ماموں کا یا خالہ کا بیٹا یا دیور یا بہنوئی یا نندوئی وغیرہ' یہ سب نامحرم ہیں' ان سے وہی پرہیز ہے جو نامحرم سے ہوتا ہے۔ چونکہ ایسے موقعوں پر فتنہ کا واقع ہونا سہل ہے اس لئے اور زیادہ احتیاط کا حکم ہے۔

مسئلہ :- علماء نے فساد زمانہ کو دیکھ کر بعض محرموں کو مثل نامحرموں کے قرار دیا ہے'

بوجہ انتظام و احتیاط کے جیسے جوان خسر اور جوان عورت کا داماد اور شوہر کا بیٹا اور اس کی دوسری بیوی اور دودھ شریک بھائی وغیرہ' اہل تجربہ کو معلوم ہے جو کچھ ایسے رشتوں میں فتنہ وفساد واقع ہو رہے ہیں۔

مسئلہ :- جو شرعاً" نامحرم ہو' اس کے روبرو سر اور بازو اور پنڈلی وغیرہ بھی کھولنا حرام ہے
مسئلہ :- اگر بہت ہی مجبوری ہو مثلاً مشترکہ گھر ہونے کی وجہ سے کوئی رشتہ دار کثرت سے گھر میں آتا جاتا رہتا ہے اور گھر میں تنگی ہے کہ ہر وقت کا پردہ نبھ نہیں سکتا' ایسی حالت میں جائز ہے کہ اپنا چہرہ اور دونوں ہاتھ کلائی کے جوڑ تک' دونوں پاؤں کے ٹخنے کے نیچے تک کھولے رکھے اور اس کے علاوہ اور کسی بدن کا کھولنا جائز نہ ہو گا۔ پس ایسی عورتوں کو لازم ہے کہ سر کو خوب ڈھانکیں' کرتہ بڑی آستین کا پہنیں' پاجامہ غرارہ دار نہ پہنیں اور کلائی اور ٹخنے نہ کھلنے پائیں۔

مسئلہ :- کافر عورت کے سامنے مسلمان عورت صرف منہ اور پہنچوں تک دونوں ہاتھ اور ٹخنوں سے نیچے تک دونوں پیر کھول سکتی ہے۔ انکے علاوہ ایک بال کا کھولنا بھی درست نہیں ہے۔ غیر مسلم عورتیں خواہ وہ بھنگن ہو یا گھر کے کام کرنے کی خادمہ ہو یا نرس و لیڈی ڈاکٹر ہو سب کے متعلق یہی حکم ہے۔

مسئلہ :- جس عضو کا ظاہر کرنا جائز نہیں' جس کی تفصیل اوپر گزر چکی ہے' اس کو مطلقاً" دیکھنا حرام ہے۔ گو شہوت بالکل نہ ہو اور جس عضو کا ظاہر کرنا اور نظر کرنا جائز ہے اس میں یہ قید ہے کہ شہوت کا اندیشہ نہ ہو اور اگر شہوت کا ذرا شک بھی ہو تو دیکھنا اس وقت حرام ہے۔ اب یہاں سے سمجھئے کہ بہت بوڑھی عورت جس کی طرف اصلاً" احتمال رغبت کا نہ ہو' تو اس کا چہرہ تو دیکھنا جائز ہو گا' مگر سر اور بازو وغیرہ دیکھنا جائز نہ ہو گا۔

مسئلہ :- جس عضو کا دیکھنا حرام ہے اگر معالجہ کی ضرورت سے دیکھا جائے تو جائز ہے بشرطیکہ نظر اس سے نہ بڑھائے۔

مسئلہ :- جو شخص شرعاً" نامحرم ہے اس کا اور عورت کا تنہا مکان میں ہونا حرام ہے۔ اسی

طرح اگر تنہائی نہ ہو بلکہ دوسری عورت موجود ہو مگر وہ بھی نامحرم ہو تب بھی مرد کا اس مکان میں ہونا جائز نہیں۔ البتہ اگر اس عورت کا کوئی محرم یا شوہر یا اس مرد کی کوئی محرم عورت یا زوجہ بھی اس مکان میں ہو تو مضائقہ نہیں۔

مسئلہ :- جس عضو کا دیکھنا جائز ہے اور چھونے میں اندیشہ شہوت کا ہے' تو دیکھنا جائز ہو گا اور چھونا حرام ہو گا' البتہ علاج معالجہ کی ضرورت مستثنیٰ ہے۔ لیکن حتی المقدور اپنے خیال کو ادھر ادھر بانٹ دے' دل میں خیال فاسد نہ آنے دے۔

مسئلہ :- اگر قابلہ یعنی بچہ جنانے والی کافر ہو' زچہ کو اس کے روبرو جس قدر بدن کھولنے کی ضرورت ہے اس کا کھولنا تو جائز ہے باقی سر اور بازو کھولنا ناجائز ہے۔

مسئلہ :- بعض لوگ کافر مرد ڈاکٹروں سے بچے جنواتے ہیں۔ بلا مجبوری کے ایسا کرنا حرام ہے۔ اول مسلمان عورت کو اختیار کیا جائے۔ اگر وہ نہ ہو تو کافر عورت کو اختیار کیا جائے۔ اگر کسی مرد ڈاکٹر کی ضرورت آہی پڑے تو مسلمان ڈاکٹر کو اختیار کیا جائے۔ اس کے بعد کافر کی طرف رجوع کیا جائے نہ کہ اول ہی قدم میں کافر مرد کی طرف پہنچ جائیں۔

مسئلہ :- نامحرم مرد عورت میں باہم ہمکلامی بھی بلا ضرورت ممنوع ہے اور ضرورت میں بھی فضول باتیں نہ کرے' نہ ہنسے نہ مذاق کی کوئی بات کرے نہ اپنے لہجہ کو نرم کر کے گفتگو کرے۔

مسئلہ :- گانے کی آواز مرد کی عورت کو یا عورت کی مرد کو سننا دونوں ممنوع ہیں۔ اس سے معلوم ہوا یہ جو بعض جگہ عادت ہے کہ بعضے رسمی واعظ مناجات یا قصیدہ آواز بنا کر عورتوں کو سناتے ہیں' یہ بہت برا ہے۔

مسئلہ :- نامحرم جوان عورت کو سلام کرنا یا اس سے سلام لینا منع ہے۔

مسئلہ :- مرد کا جھوٹا کھانا پینا نامحرم عورت کو اور عورت کا جھوٹا نامحرم مرد کو جب کہ احتمال لذت حاصل کرنے کا ہو مکروہ ہے۔

مسئلہ :- اگر نامحرم کا لباس وغیرہ دیکھ کر طبیعت میں میلان پیدا ہوتا ہو اس کو بھی دیکھنا حرام ہے۔

مسئلہ :- جو لڑکی نابالغ ہو مگر اس کی طرف مرد کو رغبت ہوتی ہو اس کا حکم مثل عورت بالغہ کے ہے۔

مسئلہ :- جس طرح بری نیت سے نامحرم کی طرف نظر کرنا' اس کی آواز سننا' اس سے بولنا' اس کو چھونا حرام ہے۔ اسی طرح اس کا خیال دل میں جمانا اور اس سے لذت لینا بھی حرام ہے اور یہ قلب کا زنا ہے۔

مسئلہ :- اسی طرح نامحرم کا ذکر کرنا یا ذکر سننا یا اس کا فوٹو دیکھنا یا اس سے خط و کتابت کرنا' غرض جس ذریعہ سے برے خیالات پیدا ہوتے ہوں یہ سب حرام ہے۔

مسئلہ :- جس طرح مرد کو اجازت نہیں کہ نامحرم عورت کو بلا ضرورت دیکھے بھالے' اسی طرح عورت کو بھی جائز نہیں کہ بلا ضرورت نامحرم کو جھانکے۔

مسئلہ :- ایسا باریک کپڑا پہننا جس میں بدن جھلکتا ہو' برہنہ ہونے کے مثل ہے۔ حدیث میں ایسے کپڑے کی مذمت آئی ہے۔

مسئلہ :- مرد کو غیر عورت سے بدن دبوانا جائز نہیں۔

مسئلہ :- بجتا ہوا زیور جس کی آواز نامحرم کے کان میں جائے یا ایسی خوشبو جس کی مہک غیر محرم کے دماغ تک پہنچے' استعمال کرنا عورتوں کو جائز نہیں۔ یہ بھی بے پردگی میں داخل ہے اور جو زیور خود نہ بجتا ہو' مگر دوسری چیز سے لگ کر آواز دیتا ہو' ایسے زیور میں یہ احتیاط واجب ہے کہ پاؤں زمین پر آہستہ رکھے تاکہ افشانہ ہو۔

مسئلہ :- چھوٹی لڑکی کو بھی بجتا زیور نہ پہنائے۔

مسئلہ :- پیر بھی اگر نامحرم ہو تو مثل دوسرے نامحرم مردوں کے ہے' اس کے روبرو بلا

حجاب آجانا جائز نہیں ہے۔

مسئلہ :۔ جس عضو کو حیات میں دیکھنا جائز نہیں' بعد موت کے بھی جائز نہیں اور اسی طرح بدن سے جدا ہونے کے وقت بھی جائز نہیں۔ اسی طرح زیر ناف بالوں کو یا عورت کے سر کے بالوں کو بھی اترنے یا ٹوٹنے کے بعد دیکھنا مرد کو جائز نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ عورتیں جو کنگھی کر کے بالوں کو ویسے ہی پھینک دیتی ہیں کہ عام طور سے سب کی نگاہ سے گزرتے ہیں' یہ جائز نہیں۔

مسئلہ :۔ ہیجڑا یا خواجہ سرا یا عنین سب کا حکم مثل نامحرم مرد کے ہے۔

مسئلہ :۔ امرد یعنی بے ریش لڑکا بعض احکام میں مثل اجنبی عورت کے ہے' یعنی بوقت اندیشہ شہوت کے اس کی طرف دیکھنا' اس سے مصافحہ یا معانقہ کرنا' اس کے پاس تنہائی میں بیٹھنا اس کا گانا سنانا یا اس کے موجود ہوتے ہوئے گانا سننا یا اس سے بدن دبوانا اس سے بہت پیار و اخلاص کی باتیں کرنا' یہ سب حرام ہے۔

مسئلہ :۔ عورتوں کو پردہ کی وجہ سے سفر میں نماز قضا کرنا جائز نہیں اور نہ بس میں یا بیل گاڑی میں بیٹھے بیٹھے نماز پڑھنا درست ہے' بلکہ چادر یا برقعہ پہن کر نیچے اتر کر کھڑے ہو کر نماز پڑھنا واجب ہے' برقعہ کا پردہ ایسے وقت پر کافی ہے۔

مسئلہ :۔ اڑتالیس میل یا اس سے زائد کے سفر میں اگر کوئی مرد محرم ہمراہ نہ ہو تو عورت کو سفر کرنا حرام ہے۔

مسئلہ :۔ عورت کو مساجد یا مقابر پر جانا مکروہ ہے۔ البتہ بہت بڑھیا کو مسجد میں حاضر ہونا جائز ہے۔

مسئلہ :۔ بعضے لوگ جوان لڑکیوں کو اندھے یا بینا مردوں سے پڑھواتے ہیں' یہ بالکل خلاف شریعت ہے۔

باب : 46

علاج معالجہ کرنے کرانے کا بیان

تکلیف و ضرر کو دور کرنے والے اسباب تین قسم کے ہیں:

1- قطعی اور یقینی :- جیسے پیاس کی تکلیف دور کرنے کے لئے پانی اور بھوک کی تکلیف دور کرنے کے لئے روٹی اور سردی کے اثرات دور کرنے کے لئے گرم کپڑے وغیرہ۔

ان اسباب کو ترک کرنا توکل میں شمار نہیں ہوتا بلکہ موت کا خوف ہو تو ان کو ترک کرنا حرام ہے۔

2- ظنی :- مثلاً" طب میں علاج معالجہ کے لئے اختیار کئے جانے والے ظاہری اسباب کہ ظن غالب ہوتا ہے کہ ان کے استعمال سے شفا حاصل ہوگی۔ ان کو اختیار کرنا توکل کے منافی نہیں لیکن ان کو ترک کرنا ممنوع بھی نہیں بلکہ بعض لوگوں کے حق میں بعض حالات میں ان کا ترک افضل ہوتا ہے۔

3- وہمی :- مثلاً" بیماری میں داغنا اور مختلف قسم کے گنڈے ٹوٹکے اور تعویذ استعمال کرنا جن سے شفا حاصل ہونے کا گمان غالب نہیں ہوتا بلکہ صرف وہم کے درجہ میں خیال ہوتا ہے کہ شاید شفا حاصل ہو۔ توکل کے لئے ان کا ترک کرنا شرط ہے۔

علاج معالجہ کے مسائل

مسئلہ :- کسی شخص کو کوئی بیماری لاحق ہوئی اور اس نے اس کا علاج نہیں کیا یہاں تک کہ مر گیا تو گناہگار نہ ہوگا۔

مسئلہ :- جب یہ اعتقاد ہو کہ شفا دینے والے اللہ تعالیٰ ہیں اور انہوں نے دوا کو سبب بنایا ہے تو علاج معالجہ میں مشغول ہونے میں کوئی حرج نہیں اور اگر یہ اعتقاد ہو کہ دوا ہی از

خود شفا دینے والی ہے تو یہ عقیدہ بھی غلط ہے اور اس کے تحت علاج کرانا بھی ناجائز ہے۔

مسئلہ :- کسی حرام چیز کو بطور دوا صرف اسی صورت میں استعمال کرنے کی گنجائش ہے جب کوئی ماہر و حاذق مسلمان پرہیزگار طبیب بتائے کہ بیماری کا علاج صرف اسی حرام چیز سے ممکن ہے اور متبادل حلال کوئی دوسری دوا موجود نہیں ہے۔

مسئلہ :- بچوں کو کسی بیماری کی وجہ سے داغ لگایا جائے تو جائز ہے۔

مسئلہ :- چہرے پر داغنا صحیح نہیں ہے۔

مسئلہ :- زخم پر گوندھا ہوا آٹا رکھا تو اگر یہ علم ہے کہ اس سے فائدہ ہوتا ہے تو اس میں کچھ حرج نہیں۔ مطلب یہ ہے کہ کھانے کے چیز کو اس طرح بطور دوا استعمال کرنا جائز ہے۔

مسئلہ :- جسم کا کوئی عضو اگر گل سڑ گیا ہو تو اس کو کاٹ دینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

مسئلہ :- کوئی شخص اپنی زائد انگلی یا دیگر زائد عضو کٹوانا چاہے تو جائز ہے بشرطیکہ ایسے انتظامات ہوں کہ ان کی موجودگی میں عام طور پر اس قسم کے اپریشن سے موت واقع نہیں ہوتی۔

مسئلہ :- ہر وہ اپریشن کرنا جائز ہے جس سے مریض صحیح ہو جاتا ہے یا کبھی صحیح ہو جاتا ہے اور کبھی مرجاتا ہے اور اگر بیمار حصہ چھیڑنے سے مریض جانبر نہ ہوتا ہو تو پھر ایسا اپریشن کرنا جائز نہیں۔

مسئلہ :- اگر کوئی مرض اور زخم ایسا ہو کہ مریض جس سے بالکل جانبر نہ ہوتا ہو تو اس کے لئے دوا نہ کرے بلکہ علاج ترک کر دے۔ البتہ تکلیف اور بے چینی کو رفع کرنے کی دوا استعمال کی جاسکتی ہے۔

مسئلہ :- مریض دماغی طور پر ختم ہو چکا ہو یعنی اس کی Brain Death ہو چکی ہو البتہ

مصنوعی تنفس اور مصنوعی تحریک قلب سے حیات کا رشتہ قائم ہو تو ان مصنوعی طریقوں کا استعمال بند کیا جاسکتا ہے۔

مسئلہ :- جس میں پیدائشی یا حادثاتی سبب سے کوئی عیب پیدا ہو گیا ہے تو اس کو دور کرنے کے لئے پلاسٹک سرجری کرنا جائز ہے لیکن بڑھاپے کو چھپانے کے لئے یا قدرتی طور پر پیدا ہونے والی تبدیلیوں کو چھپانے کے لئے پلاسٹک سرجری کرانا جائز نہیں ہے۔

مسئلہ :- زہریلی ادویات کی اتنی قلیل مقدار جو مضر نہ ہو اس کا استعمال علاج کے طور پر جائز ہے لیکن مضر مقدار کا استعمال حرام ہے۔

مسئلہ :- مسلمان طبیب غیر مسلم مریض کو نجس دوا تجویز کر سکتا ہے بشرطیکہ وہ غیر مسلم مریض اپنے مذہب کی رو سے اس کو نجس یا ناجائز نہ سمجھتا ہو۔ اور اگر مسلمان طبیب دوا اپنے پاس سے دیتا ہے تو جو دوا نجس العین ہو جیسے خمر تو وہ دینا جائز نہیں ہے۔

مسئلہ :- کسی شخص کو کسی نشہ کی مثلاً" افیون کی لت پڑ گئی ہو اور ایسی حالت ہو گئی کہ اس نشہ آور شے کا استعمال نہ کرے تو ہلاک ہو جائے گا تو زندگی بچانے کے لئے اس نشہ آور شے کا استعمال اس کے لئے حلال بلکہ واجب ہو گا اور ضروری ہے کہ وہ بتدریج اس میں کمی کرے یہاں تک کہ اس سے خلاصی حاصل ہو جائے۔

مسئلہ :- اگر حاملہ عورت کے فصد کھلوانے یا خون کا عطیہ دینے سے بچے کو نقصان کا اندیشہ ہو تو اس کے لیے ایسا کرنا جائز نہیں۔

مسئلہ :- حاملہ عورت اپنے مرض اور اپنی تکلیف کے لئے دوا استعمال کرے تو جائز ہے اور اگر اس سے حمل ضائع ہو گیا تو عورت پر کچھ گناہ نہ ہو گا البتہ اگر کسی دوا سے جنین پر برا اثر پڑنے کا اندیشہ ہو تو شدید ضرورت کے بغیر اس دوا کو استعمال نہ کیا جائے۔

مسئلہ :- حاملہ عورت مرجائے اور معلوم ہو یا گمان غالب ہو کہ بچہ زندہ ہے تو عورت کا پیٹ چاک کر کے بچہ کو نکال لیا جائے۔

مسئلہ :- اگر بچہ ماں کے پیٹ میں عرضا ٹھہر گیا اور رحم سے بچے کو نکالنے کی اس کے علاوہ اور کوئی صورت نہ ہو کہ اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے نکالا جائے اور اگر ایسا نہ کیا تو ماں کی جان کو خطرہ ہو تو اس صورت میں اگر بچہ مرچکا ہو تب تو ایسا کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں اور اگر بچہ زندہ ہو تو ایسا کرنا جائز نہیں ہے۔

ختنہ کے احکام

مسئلہ :- ختنہ کا مستحب وقت سات سال کی عمر سے بارہ سال کی عمر تک ہے۔ بعض علماء کا قول ہے کہ پیدائش کے ساتویں دن کے بعد جائز ہے۔ شمس الائمہ حلوانی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ جب بچہ میں برداشت کی قوت آجائے اس وقت سے بلوغت تک کی عمر ختنہ کا وقت ہے۔

مسئلہ :- اگر ختنہ کی کھال کاٹی لیکن پوری نہ کٹی تو اگر نصف سے زائد کٹ گئی تو ختنہ ہو گیا اور اگر نصف یا اس سے کم کٹی تو ختنہ نہ ہوا۔

مسئلہ :- اگر ختنہ کی کھال اتنی چھوٹی ہے کہ بغیر مشقت اور سختی کے اس کو حشفہ سے اوپر نہیں کھینچ سکتے اور حشفہ بھی ایسا کھلا نظر آرہا ہے کہ جب کوئی شخص اس کو دیکھتا ہے تو خیال کرتا ہے کہ اس کا ختنہ ہو چکا ہے اور ختنہ کرنے کے ماہر بھی یہی کہیں کہ ختنہ کرنا ممکن نہیں تو سختی نہیں کی جائے گی اور بچے کو ایسے ہی چھوڑ دیں گے۔

مسئلہ :- جب کوئی بوڑھا شخص مسلمان ہو جائے اور ختنہ کرانے کی اس میں طاقت نہ ہو اور ماہرین کی رائے بھی یہی ہو کہ اس میں ختنہ کرانے کی طاقت نہیں تو اس کا ختنہ نہیں کیا جائے گا۔

مسئلہ :- بچپن میں ختنہ نہیں کرایا اور بلوغت کے بعد کرائے تو ختنہ کرنے والے کے لئے محض اس کے ختنہ کی جگہ پر نظر ڈالنا جائز ہے۔

عملیات اور تعویذ کا بیان

تعویذ اور عمل میں یہ تفصیل ہے۔

-1 اگر ان میں شیاطین سے استعانت ہو تو ہر حال میں حرام ہے خواہ مقصود اچھا ہو یا برا ہو۔

-2 اور اگر ان میں اسمائے الہیہ سے استعانت ہو اور مقصود بھی جائز ہو جیسے حلال نوکری کے واسطے پڑھے یا کوئی مقروض ہو وہ ادائے قرض کے واسطے عمل پڑھے تو جائز ہے اور اگر مقصود ناجائز ہے مثلاً" کسی اجنبی عورت کو مسخر کرنے کے واسطے پڑھا ہے تو حرام ہے کیونکہ اگر بلا نکاح ہی مسخر کرنا مقصود ہے تب تو حرام ہے اور اگر نکاح کے لئے مسخر کرنا ہے تو تب چونکہ اس شخص سے نکاح کرنا اس عورت کے ذمہ واجب نہیں ہے یہ بھی جائز نہیں ہے۔

مسئلہ :۔ اگر کسی کی بیوی نافرمان ہو اس کے مسخر کرنے کے واسطے عمل پڑھے تو جائز ہے۔ اسی طرح اگر کسی عورت کا شوہر ظالم ہو اس کے لئے عمل پڑھنا بھی جائز ہے۔

مسئلہ :۔ کوئی عورت اپنے شوہر کو تابعدار بنانے کے واسطے عمل پڑھے تو اس میں تفصیل ہے۔ اگر وہ ادائے حقوق میں کمی کرتا ہے تو اس درجہ کو حاصل کرنے کے لئے جائز ہے۔ اور حقوق ادا کرتا ہے تو محض عاشق و مفتون بنانے کے لئے عمل کرنا جائز نہیں۔

مسئلہ :۔ علوی عملیات میں بھی اس بات کا بہت لحاظ رکھنا چاہئے کہ الفاظ جائز ہوں اور قرآن پاک کے الفاظ کو بگاڑا نہ گیا ہو۔

مسئلہ :۔ تعویذ پانی میں گھول کر پلانا جائز ہے۔

مسئلہ :۔ جس پانی میں کوئی تعویذ ڈالا گیا ہو یا کچھ آیات پڑھ کر دم کیا گیا ہو اس پانی کو اپنے جسم پر بہانا جائز ہے البتہ یہ خیال رکھا جائے کہ وہ پانی عام نالیوں اور گٹر میں نہ جائے بلکہ کسی پاک جگہ میں ڈال دیا جائے۔

مسئلہ :- اسم ذات کاغذ میں لکھ کر آٹے میں گولیاں بنا کر مچھلیوں کو کھلانا جائز ہے۔

مسئلہ :- تعویذ کپڑے میں لپٹا ہوا ہو' پھر اگر وہ گلے میں پڑا ہو تو بیت الخلاء میں داخل ہوتے ہوئے اس کو اتارنا ضروری نہیں۔

مسئلہ :- جب جان کا خطرہ لاحق ہو اور دوسرا جائز علاج کارگر نہ ہو رہا ہو تو کسی غیر مسلم سے بھی علاج کروا سکتے ہیں۔ بشرطیکہ خود شرکیہ یا کفریہ کلمات زبان سے ادا نہ کرنے پڑتے ہوں اور وہ غیر مسلم عامل خود ہی اپنے عمل کے ذریعہ سحر کے مضر اثرات کو دفع کرتا ہے تو بوجہ مجبوری ایسا عمل کرانے اور اس پر اجرت دینے کی گنجائش ہے۔

مسئلہ :- عمل اور تعویذ میں اگر ایسے الفاظ ہوں جن کا مطلب معلوم نہ ہو تو اس کو پڑھنا اور استعمال کرنا جائز نہیں۔

مسئلہ :- جو عملیات دنیا کے واسطے ہوتے ہیں وہ موجب ثواب نہیں ہوتے۔ ان میں ثواب کا اعتقاد رکھنا بدعت ہے۔ ایسے عملیات کو مسجد میں بیٹھ کر نہیں پڑھنا چاہئے۔

مسئلہ :- تعویذ لکھنے پر اجرت لینا جائز ہے لیکن اس وقت مسجد میں بیٹھ کر تعویذ نہ لکھنا چاہئیں۔

مسئلہ :- سونے چاندی کے تعویذ کا استعمال نہ مردوں کے لئے جائز ہے اور نہ عورتوں اور لڑکیوں کے لئے کیونکہ تعویذ کا خول برتن کے حکم میں ہے۔

مسئلہ :- جن اگر کسی تدبیر سے پیچھا نہ چھوڑے تو اس کو جلا کر مار ڈالنا جائز ہے۔

باب : 47

مکروہات و بدعات کا بیان

1- ایصال ثواب میں کسی دن کی تعیین بدعت ہے

اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایصال ثواب کے لئے بارہ ربیع الاول کے دن کو اور شہدائے کربلا کے لئے دسویں محرم کے دن کو اور دیگر بزرگوں کے لئے ان کے یوم وفات کو اور نئے مرنے والوں کے لئے وفات کے تیسرے، دسویں اور چالیسویں دن کو خاص کرنا اور متعین کرنا بدعت ہے۔

تنبیہہ :- ایصال ثواب ہر روز درست ہے۔ اس میں روز وفات اور روز ولادت بھی شامل ہے۔ شریعت کی طرف سے ایصال ثواب کے لئے کوئی دن اور کوئی وقت مقرر نہیں ہے تو اگر کوئی شخص کسی دن کو ضروری نہ جانے اور تمام ایام کو یکساں سمجھتے ہوئے ولادت کے دن یا وفات کے دن ایصال ثواب کی محفل کرے تو اگرچہ فی نفسہ جائز ہے لیکن بعض ناجائز عوارض کی وجہ سے منع ہو گا مثلاً

بارہ ربیع الاول کی محفل میلاد ان وجوہات سے منع ہے

1- تداعی اور اہتمام پایا جاتا ہے یعنی لوگوں کو دعوت دی جاتی ہے اور بلایا جاتا ہے اور تقریب کے لئے اہتمام کیا جاتا ہے جو کسی مباح یا مستحب کام کے لئے منع ہے۔

2- باوجودیکہ محفل میلاد کا سبب اور داعی موجود تھا خیرالقرون میں یہ مجالس منقول نہیں لہٰذا خیرالقرون کے عمل کے مخالف ہے۔

3- خواص کے کسی فعل مباح سے اگر عوام کے عقائد میں فساد آنے کا اندیشہ غالب ہو تو خواص کو بھی اس کے ترک کرنے کا حکم ہوتا ہے۔

4- عام طور سے دیگر مجالس میلاد سراسر منکر پر مشتمل ہیں۔ ان کے کرنے

والے اپنی اور صحیح لوگوں کی مجلس کے فرق پر تو نظر نہیں کرتے البتہ اس سے اپنے لئے تائید حاصل کرتے ہیں۔ تو ان صحیح لوگوں کی محفل دوسرے لوگوں کی گمراہی اور اغوا کا سبب بنی۔

عشرہ محرم میں مجلس شہادت کے عدم جواز کی وجوہات

1- شیعوں' رافضیوں کے ساتھ مشابہت ہے۔

2- حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے وقت بہت سے صحابہ اور تابعین دنیا میں موجود تھے یعنی وہ خیر القرون کا دور تھا۔ لیکن اس حادثہ فاجعہ کے باوجود خیر القرون میں ایسی کوئی مجلس نہیں ہوتی تھی۔

3- تداعی اور اہتمام پایا جاتا ہے۔

گیارہویں کی محفل کی ممانعت کی وجوہات

1- تداعی و اہتمام پایا جاتا ہے۔

2- بدعتیوں کا شعار ہے۔ اگر بدعتیوں کی قائم کردہ محفل ہے تب بھی شرکت منع ہے اور اگر اپنی محفل منعقد کریں تو بدعتیوں کے ساتھ مشابہت ہے۔

عرس کی ممانعت کی وجوہات

1- تداعی و اہتمام ہوتا ہے۔

2- خیر القرون کے عمل کے خلاف ہے۔

3- صحیح لوگوں کے اس عمل سے گمراہ اور بدعتی لوگ اپنے لئے تائید حاصل کریں گے۔

مذکورہ بالا دنوں میں اللہ تعالیٰ کے نام پر کھانا پکا کر تقسیم کرنا اور اس کا ثواب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا شہدائے کربلا یا بزرگوں کو پہنچانا

جب یہ کھانا اللہ تعالیٰ کے نام پر پکایا اور تقسیم کرنے میں محض ایصال ثواب مقصود ہے تو وہ کھانا تو حرام نہیں ہے لیکن اس عمل سے بھی پرہیز لازم ہے کیونکہ :

1- شریعت نے تو کسی دن کی تخصیص نہیں کی لیکن ہم نے شریعت کے برخلاف اپنی طرف سے عملی تخصیص کر لی۔

2- خیر القرون کے عمل کے خلاف ہے۔

3- بدعتیوں اور گمراہوں اور جاہلوں کے غلط عمل کو تائید فراہم ہوتی ہے اور ان کے ساتھ مشابہت ہوتی ہے۔

عمل میں کفار کے ساتھ مشابہت بدعت ہے

1- کھانے پر فاتحہ یا ختم پڑھنا' یہ بدعت ہے کیونکہ اس میں ہندوؤں کے ساتھ مشابہت ہے۔

2- ہر سال روز وفات میں ایصال ثواب کرنا اس میں ہندوؤں کے ساتھ مشابہت ہے۔

3- سوئم (یعنی تیجہ یا قل) بھی بدعت ہے اس میں بھی ہندوؤں کے ساتھ مشابہت ہے۔

کسی مشروع کام کو غیر مشروع طریقے پر ادا کرنا

اللہ تعالیٰ کا ذکر اور نبی ﷺ پر درود مستحب ہے لیکن غیر مشروع طریقے سے اس کو ادا کرنا بدعت ہے مثلاً" جو لوگ اکٹھے ہوں وہ اس بات کا التزام اور اہتمام کریں کہ وہ سب ایک وقت میں ایک ہی ذکر کریں گے خواہ کسی کو اپنا امیر بنا کر یا کسی کو امیر بنائے بغیر اور خواہ آواز سے (یعنی جہرا) ہو یا بغیر آواز کے (یعنی سرا) ہو۔

1- موجودہ دور میں بہت سی مجالس ذکر اور مجالس درود شریف میں یہ خرابی پائی جاتی ہے۔

2- بدعتی لوگ نماز کے بعد بلند آواز سے یک آواز ہو کر ایک ہی ذکر کرتے ہیں

اور درود شریف پڑھتے ہیں اس میں عدم جواز کی اور وجوہات کے ساتھ ساتھ ایک وجہ یہ بھی ہے۔

3- شعبان کی پندرھویں شب کو قبرستان جانا مشروع ہے لیکن اس کے لئے لوگ اکٹھے ہو کر جائیں یہ بدعت ہے۔ مطلب یہ ہے کہ خاص اسی غرض سے پہلے لوگ اکٹھے ہوں یا ان کو اکٹھا کیا جائے پھر وہ اکٹھے قبرستان جائیں یہ بدعت ہے۔

4- قرآن پاک کو سننا بھی مشروع اور مسنون عبادت ہے۔ اس کے علاوہ کسی اور ذکر اور درود شریف کو بھی عملی طور پر یہی حیثیت دینا اور اہتمام کرنا کہ ایک شخص آواز سے درود شریف پڑھے اور باقی مجلس اس کو سنے یہ بھی بدعت ہے۔

تنبیہہ :- کسی جائز وجہ سے اگر لوگ جمع ہوں مثلاً فرض نماز کیلئے مسجد میں جمع ہوں یا تعلیم کے لئے طلبہ جمع ہوں یا گھر کے افراد جمع ہوں اور وہ مل کر ایصال ثواب کیلئے قرآن خوانی کریں تو یہ جائز ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ الگ الگ کمروں میں پڑھیں تاکہ خاص قرآن خوانی کی غرض سے لوگوں کو جمع کرنے والوں کی ظاہری صورت میں بھی تائید نہ ہو۔ ٥

مباح یا مستحب کو واجب یا سنت موکدہ اعتقاد کرنا یا ان پر عمل کو ضروری سمجھنا بدعت ہے

1- جن نمازوں میں کسی خاص سورت کا پڑھنا منقول نہیں اور کسی بھی سورت کو پڑھنا مباح ہے یا جن میں کسی خاص سورت کا پڑھنا منقول ہے مثلاً جمعہ میں سورہ اعلی اور سورہ غاشیہ پڑھنا مستحب ہے تو ان میں کسی خاص سورت کے پڑھنے کو لازم سمجھنا یا ہمیشہ اسی سورت کو پڑھنا کہ اندیشہ ہو کہ لوگ اس کو کہیں واجب ہی اعتقاد نہ کرنے لگیں تو یہ بدعت ہے۔

2- عیدین کے دن معانقہ کو واجب اور ضروری سمجھنا بدعت ہے۔ اگر کوئی عید

کے دن معانقہ کو شرعی طور سے واجب نہ سمجھے لیکن ایک معاشرتی رسم کے طور پر کرے تو یہ بھی درست نہیں کیونکہ ہمارے ہر ہر عمل کی کوئی نہ کوئی شرعی حیثیت ہوتی ہے۔ اور شریعت میں معانقہ کا موقع کچھ عرصہ بعد ملاقات کے وقت ہے لہٰذا عید کے دن جو معانقہ رسم کے طور پر ہوتا ہے وہ شریعت کی رو سے بے موقع ہے لہٰذا جائز نہیں۔

توسل اور دعا

اس کی تین صورتیں ہیں۔

وسیلہ کی پہلی صورت :۔ یعنی اللہ تعالیٰ سے اس طرح سے دعا مانگنا کہ اے اللہ اپنے نیک اور مقبول بندوں کے طفیل میری یہ دعا قبول فرمایا بحق فلاں میری دعا قبول فرما۔

یہ صورت جائز ہے اور اس میں دعا کی قبولیت کی زیادہ امید ہے۔

مسئلہ :۔ یہ عقیدہ رکھنا کہ جو دعا وسیلہ کے بغیر کی جائے وہ قبول نہیں ہوتی باطل ہے۔

مسئلہ :۔ یہ عقیدہ رکھنا کہ انبیاء اور اولیاء کے وسیلے سے جو دعا کی جائے اللہ تعالیٰ پر اس کا ماننا اور قبول کرنا لازم ہو جاتا ہے۔ یہ باطل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ذمہ کسی مخلوق کا کوئی حق واجب نہیں ہے۔ ہاں اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل و احسان سے نیک بندوں کا اپنے اوپر حق بتایا ہے اور اسی حق کا دعا میں واسطہ دینا جائز ہے۔ یہ حق محض اللہ تعالیٰ کا احسان ہے اللہ تعالیٰ پر لازم اور واجب نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس سے مجبور ہوں۔

وسیلہ کی دوسری صورت :۔ یہ سمجھنا کہ ہم لوگوں کی رسائی خدا تعالیٰ کے دربار تک نہیں ہو سکتی اس لئے ہمیں جو درخواست کرنی ہو اس کے مقبول بندوں کے سامنے پیش کریں اور جو مانگنا ہوں ان سے مانگیں اور یہ بزرگ اس قدرت سے جو اللہ تعالیٰ نے ان کو دی ہے ہماری مرادیں پوری کرسکتے ہیں۔ یہ صورت بالکل ناجائز ہے اور شرک ہے۔

وسیلہ کی تیسری صورت :۔ براہ راست بزرگوں سے اپنی حاجت تو نہ مانگیں البتہ ان کی

خدمت میں یہ گزارش کی جائے کہ وہ حق تعالیٰ کے دربار میں ہماری حاجت پوری ہونے کی دعا فرمائیں۔

اس صورت کا حکم یہ ہے کہ زندہ بزرگوں سے ایسی درخواست کرنا جائز ہے لیکن جو بزرگ وفات پاچکے ہوں ان کی قبر پر جاکر ایسی درخواست کرنا مشتبہ سی چیز ہے کیونکہ صحابہ و تابعین سے ایسا کرنا ثابت نہیں ہے۔ البتہ نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے روضہ اقدس پر حاضر ہو کر آپ سے دعا اور شفاعت کے لئے درخواست کرنا جائز ہے۔

سماع

صوفیاء کے ہاں جو سماع کا تذکرہ ملتا ہے تو وہ اس وقت جائز ہے جب اس میں یہ شرائط ملحوظ ہوں۔

1- گانے بجانے کے کسی قسم کے آلات کا استعمال نہ ہو۔
2- سامع یعنی سننے والا نفس پرست نہ ہو بلکہ متقی اور پرہیزگار ہو اور اس کا مقصد لطف اندوزی نہ ہو بلکہ علاج ہو یعنی اس کو اللہ کے ذکر میں نشاط نہ پیدا ہوتا ہو اور اس کی طبیعت نہ کھلتی ہو تو اس غرض سے طبیعت کو ابھارنے کے لئے کچھ اشعار سن لے۔
3- پڑھنے والا بھی مخلص ہو اور متقی دیندار ہو۔
4- جو لوگ موجود ہوں وہ سب راہ سلوک کے راہی ہوں ان میں کوئی فاسق دنیادار نہ ہو کوئی امرد نہ ہو اور کوئی عورت نہ ہو۔

جب ان میں سے کوئی ایک شرط بھی مفقود ہو تو وہ سماع جائز نہ ہوگا اور آج کل عرسوں پر سماع کے نام سے جو کچھ ہوتا ہے اس میں تو ایک شرط بھی موجود نہیں ہوتی۔ اس لئے آج کل کی قوالیاں اور محفل سماع سب حرام ہیں۔

فال نکالنا

یہ ناجائز کام ہے اور قرآن مجید سے فال نکالنا تو اور بھی زیادہ برا ہے۔

قبروں پر پھول چڑھانا

اگر ان کا کچھ فائدہ ہے تو یہ کہ جب تک یہ تر و تازہ رہیں گے عذاب قبر میں تخفیف رہے گی۔ نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ایک دفعہ دو قبروں پر اس وجہ سے ٹہنی لگائی تھی ان میں مردوں کو عذاب ہو رہا تھا۔ اول تو ہمیں معلوم نہیں کہ جس قبر پہ ہم پھول ڈال رہے ہیں اس قبر والے کو عذاب ہو رہا ہے یا نہیں دوسرے ہمیں اللہ تعالیٰ کی رحمت سے امید ہوتی ہے کہ بخشش ہوگئی ہوگی لہٰذا ہم اگر ٹہنی لگائیں گے یا پھول چڑھائیں گے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول حالت سے مختلف حالات میں کریں گے اس لئے یہ محض ہماری اپنی ایجاد ہوگی سنت سے اس کی دلیل نہ ہوگی۔ لہٰذا یہ عمل بھی جائز نہیں اور اگر نیت صرف زینت کی ہو تو یہ تو بالکل ناجائز ہے۔

22 رجب کے کونڈے

اس کو حضرت جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کی نیاز سمجھا جاتا ہے لیکن یہ مندرجہ ذیل وجوہ سے ناجائز ہے۔

1- ایصال ثواب میں خاص دن کی تخصیص ہے جو بدعت ہے۔
2- یہ رافضیوں کا فعل ہے اور وہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی اس تاریخ میں وفات کی خوشی اس عنوان سے مناتے ہیں۔
3- شیعوں اور رافضیوں کے ساتھ مشابہت ہوتی ہے۔

آخری چہار شنبہ

اس دن سیر و تفریح کرنا اور جلوس نکالنا' یہ سب ناجائز ہیں' اور یہ اس بنیاد پر کئے جاتے ہیں کہ اس دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم صحت یاب ہوئے تھے حالانکہ ایسی کوئی بات بھی ثابت نہیں۔

قبر پر اذان کہنا بھی بدعت ہے۔

اذان اور اقامت کے دوران نام گرامی پر انگوٹھے چومنا بھی بدعت ہے۔

باب : 48

رشوت کے لینے دینے کا بیان

اس کی مختلف صورتیں ہیں۔

جو لینے والے اور دینے والے دونوں کے حق میں رشوت ہو

-1 قضا یا کسی اور سرکاری منصب کو حاصل کرنے کے لئے جو مال دیا ہو۔

-2 فیصلہ کرنے کے لئے قاضی جو مال لے اگرچہ اس نے فیصلہ حق کے مطابق ہی کیا ہو کیونکہ یہ فیصلہ کرنا قاضی پر واجب تھا اور جو کام اپنے اوپر پہلے سے واجب ہو اس پر اجرت لینا درحقیقت رشوت لینا ہے۔

مسئلہ :- قاضی کا کوئی وکیل (نمائندہ) یا اس کا کاتب یا اس کا کوئی اور مددگار رشوت لے تو اگر قاضی کے حکم اور رضامندی سے لے تو یہ ایسا ہے کہ قاضی نے خود رشوت لی۔

-3 محض زیادہ فائدہ حاصل کرنے کے لئے یا اپنے کاروبار کو ضرورت سے زائد بڑھانے کے لئے جو مال متعلقہ سرکاری ملازموں کو دیا جائے وہ دونوں کے حق میں رشوت ہے۔ یہ اس صورت میں ہے جب وہ فائدہ مباح اور جائز ہو اور اگر وہ فائدہ ناجائز اور حرام ہو مثلاً" بجلی کے میٹر پیچھے کروانا یا ٹیلی فون کی کالیں کسی دوسرے کے نام پر ڈالنا تو اس میں رشوت کے علاوہ اور خرابی بھی ہوئی۔

-4 حاکم یا عدالت کی مدد سے آسانی سے اپنا جو حق دوسرے سے وصول کر سکتا ہو اس کو حاصل کرنے کے لئے مال دینا۔

-5 دو عشق کرنے والے باہم جو ایک دوسرے کو کچھ تحفہ کے طور پر دیں تو یہ بھی رشوت ہے۔

-6 ایک شخص کی ایک سے زائد بیویاں ہوں۔ وہ ان میں سے ایک کو کچھ مال دے کر یا اس کے مہر میں اضافہ کر کے اس بات پر آمادہ کر لے کہ وہ اپنی باری

اپنی سوکن کو دیدے تو یہ رشوت ہے۔

-7 ایک شخص نے ایک مکان خریدا۔ مکان کے پڑوس میں رہنے والے شخص کو حق شفعہ حاصل ہوا۔ خریدار نے کچھ مال دے کر اس کو حق شفعہ سے دستبرداری پر آمادہ کرلیا تو یہ مال رشوت ہے کیونکہ پڑوسی کو حق شفعہ اپنے سے ضرر و نقصان دفع کرنے کیلئے ملتا ہے۔ جب وہ دستبرداری پر آمادہ ہو گیا تو ظاہر ہوا کہ اس کا ضرر نہیں ہے لہٰذا اس کے لئے حق شفعہ بھی نہیں اس لئے جو رقم اس نے لی وہ محض رشوت ہے۔ اسی طرح ہر وہ حق جو دفع ضرر کے لئے ثابت ہو مثلاً "کاپی رائٹ (Copy Right)" سے دستبرداری کے لئے جو رقم لی جائے وہ رشوت ہوتی ہے۔

-8 کسی ادارے یا حکومت کا ملازم جو کسی سودے میں کمیشن وصول کرے وہ رشوت ہے۔

-9 کسی ادارے یا حکومت کے کسی بھی ملازم کو ہدیہ کے طور پر کوئی چیز ملے حالانکہ دینے والے کے ساتھ پہلے سے آپس میں ہدیہ کا لین دین نہیں رہا تو یہ بھی رشوت ہے۔ اگر کسی کے ساتھ پہلے سے ہدیہ کا لین دین ہو تو اب ملازمت کے بعد اس سے زائد مقدار کا ہدیہ لینا بھی رشوت ہوگا۔

-10 طبیب ٹیسٹ تجویز کرنے پر لیبارٹری والوں سے یا دوائیں تجویز کرنے پر دوا والوں سے جو کمشن لیتے ہیں یہ دونوں کے حق میں رشوت ہے۔

جو لینے والے کے حق میں رشوت ہو دینے والے کے حق میں رشوت نہ ہو

-1 اپنے حق کو حاصل کرنے کے لئے یا اپنے سے ظلم و زیادتی دفع کرنے کے لئے جو مال دے۔

-2 آدمی کو اپنی جان و مال پر ظلم کا خوف ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں کہ وہ کچھ دے کر اپنی خلاصی کرالے۔

3- وہ مال جو شاعر کو ہجو یا ذمت نہ کرنے کے وعدے پر دیا جائے۔

4- کسی کی ناجائز شکایت حکومت میں ہو رہی ہو، ایک شخص جو اس کی درستگی کرانے کی قدرت رکھتا ہے اگر اس کام کے لئے رقم لیتا ہے تو یہ رشوت ہے کیونکہ اس وقت اس شخص کے ذمہ میں ہے کہ وہ ناجائز گرفت سے مظلوم کو بچائے۔ اگر پھنسا ہوا آدمی اس شخص سے شکایت کی درستگی کا مطالبہ کرے اور درستگی کے بعد از خود اس کو کچھ دیدے جبکہ پہلے سے کچھ لینا دینا ذکر نہ ہوا ہو تو یہ جائز ہے۔

5- بعض کرایہ دار مکان خالی کرنے کے مطالبہ پر مالک مکان سے اس کو مجبور کر کے کچھ رقم لیتے ہیں پھر مکان خالی کرتے ہیں۔ یہ لینے والوں کے حق میں رشوت ہے۔

6- ولی نے اپنی زیر نگرانی لڑکی کا نکاح کرنے سے انکار کیا جب تک کہ اس کو اتنی رقم نہ دی جائے۔ لڑکی کے منگیتر نے وہ رقم دیدی تو یہ ولی کے لئے رشوت ہے۔

7- ناگزیر ضرورت کا کام ہو اور متعلقہ محکمہ والے کچھ لئے بغیر کام نہ کرتے ہوں مثلاً بجلی کا میٹر لگوانا ہو تو ان کو جو مال دیا جائے۔ وہ لینے والے کے حق میں رشوت ہے دینے والے کے حق میں نہیں۔

رشوت کے مال کا حکم

رشوت کا لینے والا رشوت کے مال کا مالک نہیں بنتا اور اس پر لازم ہے کہ وہ اصل مالک کو وہ مال لوٹائے۔

باب : 49

قمار اور جوئے کا بیان

ہر وہ معاملہ جو نفع اور نقصان کے درمیان دائر ہو (یعنی یا تو کچھ مال مل جائے یا اپنا مال بھی اصل سے جائے) اور مبہم ہو شریعت کی اصطلاح میں اس کو قمار اور میسر کہتے ہیں اور اردو زبان میں اس کو جوا کہا جاتا ہے۔ جیسے دو شخص آپس میں بازی لگائیں کہ تم آگے بڑھ گئے تو میں تم کو ایک ہزار روپیہ دوں گا اور میں بڑھ گیا تو تمہیں ایک ہزار دینے پڑیں گے یا اس طرح کہ اگر آج بارش ہو گئی تو تم ایک ہزار روپیہ مجھے دینا اور اگر نہ ہوئی تو میں تم کو دوں گا یا بند ڈبے ایک مقررہ قیمت مثلاً" ایک روپیہ فی ڈبہ کے حساب سے فروخت کئے جائیں کسی ڈبہ میں پانچ روپیہ کی چیزیں ہوں اور کسی میں پچاس پیسے کی تو اس ابہام اور نفع و ضرر کے مابین دائر صورت میں اس کی خریداری قمار ہے۔

قمار اور جوئے کی چند صورتیں یہ ہیں

1- بچے اخروٹ اور کانچ کی گولیوں سے ہار جیت کا جو کھیل کھیلتے ہیں یعنی جو جیت گیا وہ دوسرے کے اخروٹ یا گولیاں لے لے گا یہ جوا ہے۔

2- تاش اور شطرنج میں جو رقم پر یا کسی مال پر بازی لگائی جاتی ہے وہ جوا ہے اور ویسے یہ کھیل بھی حرام ہے۔

3- اخباری معمے۔ حل معمہ کے عنوان سے اخباروں اور رسالوں میں مثلاً" یہ اشتہار دیا جاتا ہے کہ جو شخص اس کا کوئی حل کر کے بھیجے اور اس کے ساتھ اتنی فیس مثلاً" دو روپیہ فیس بھیجے گا تو جن لوگوں کے حل صحیح ہوں گے ان میں سے انعام اس شخص کو دیا جائے گا جس کا نام لاٹری یا قرعہ انداز کے ذریعہ نکل آئے۔ یہ کھلا ہوا قمار اور جوا ہے کہ ایک شخص اپنی فیس کے دو روپے اس موہوم طریقے پر ڈالتا ہے کہ یا تو یہ روپے بھی گئے یا ہزاروں کا انعام حاصل

کرلیا۔

4- بعض لوگ پتنگ بازی اور کبوتر بازی پر روپیہ کی ہار جیت کھیلتے ہیں۔ یہ کھیل خود بھی ناجائز ہیں اور ان پر روپیہ کی ہار جیت جوا ہے۔

5- آج کل مختلف کھیلوں کے مقابلوں پر بعض لوگ روپے کی بازی لگاتے ہیں۔ یہ کھلا جوا ہے۔

6- بعض اوقات لڑکے اور نوجوان مثلاً" کرکٹ کا مقابلہ رکھتے ہیں۔ دونوں ٹیموں کے کھلاڑی ایک مقررہ رقم دیتے ہیں' جس سے وہ کپ خریدتے ہیں۔ جو ٹیم جیت جاتی ہے اس کو وہ کپ مل جاتا ہے۔ یہ بھی جوئے کی صورت ہے۔

7- سٹہ کا سارا کاروبار جوا ہے۔

8- انعامی بانڈ کے نمبروں کی پرچیوں کی خرید و فروخت کا سارا کام جوا ہے۔

9- بیمہ کی تمام مروجہ صورتیں جوئے اور قمار سے خالی نہیں ہیں۔ اس لئے وہ سب حرام ہیں۔

10- انعامی بانڈ جب موہوم انعام کی لالچ سے لئے جائیں تو یہ بھی جوا ہے۔ اور انعام جو ملے وہ نرا سود ہے۔

11- مصنوعات بنانے والے اپنی مصنوعات کی ترویج کے ئے مختلف سکیمیں نکالتے ہیں جن میں سے بعض جوئے کی شکلیں ہیں۔ مثلاً" وہ اپنی کسی ایک یا چند ایک پیکنگ (Packing) میں کوئی پرچی رکھ دیتے ہیں جس پر انعام دینے کا وعدہ ہوتا ہے۔ لوگ اس موہوم انعام کے لالچ میں وہ سامان خریدتے ہیں۔ یہ بھی ایک گونہ قمار اور جوا ہے۔

مسئلہ :- ایک شخص نے ایسی ہی کوئی شے خریدی اور اس میں انعامی پرچی نکل آئی جبکہ اس کو نہ تو انعامی پرچی سکیم کا علم تھا اور علم تھا بھی تو اس نے انعام کے لالچ میں وہ شے نہیں خریدی تھی بلکہ محض اپنی ضرورت سے خریدی تھی۔ اس صورت میں بھی اس شخص کو اس پرچی پر انعام لینا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ ایک تو اس میں برائی کے کام میں تعاون اور

شراکت ہے اور دوسرے نیت تو مخفی چیز ہوتی ہے۔ دوسرے لوگ اس کو معلوم نہیں کر سکتے لہٰذا تہمت آئے گی۔ اور تہمت سے بھی بچنا چاہئے۔

12- بعض لوگ یہ کرتے ہیں کہ چند آدمی مل کر قرعہ اندازی کرتے ہیں' جس کے نام کا قرعہ نکلتا ہے وہ باقی لوگوں کو چائے پلاتا ہے یا کھانا کھلاتا ہے تو یہ بھی جوا ہے۔

گھوڑ دوڑ کی جائز صورتیں

گھوڑ دوڑ کی تمام جائز صورتوں میں دو شرطیں لازم ہیں۔

1- اس کا مقصد محض کھیل تماشہ نہ ہو بلکہ قوت جہاد یا جسمانی ورزش ہو۔

2- جو انعام مقرر کیا جائے وہ معلوم متعین ہو مجہول یا غیر متعین نہ ہو۔

پہلی صورت

مشروط رقم پر گھوڑ دوڑ کی جائز صورت ایک یہ ہے کہ فریقین جو اپنے اپنے گھوڑے دوڑا کر بازی لگا رہے ہیں آپس میں کسی کو کسی سے کچھ لینا دینا نہ ہو بلکہ حکومت یا کسی تیسرے شخص یا جماعت کی طرف سے بطور انعام کوئی رقم آگے بڑھنے والے کے لئے مقرر ہو۔

دوسری صورت

آگے بڑھنے والے کے لئے رقم یا انعام فریقین ہی میں سے ہو مگر صرف ایک طرف سے ہو دو طرفہ شرط نہ ہو۔ مثلاً زید اور عمر گھوڑوں کی دوڑ میں بازی لگا رہے ہیں۔ زید یہ کہے کہ اگر عمر آگے بڑھ گیا تو میں اس کو ایک ہزار انعام دوں گا۔ دوسری طرف سے یعنی عمر کی طرف سے یہ شرط نہ ہو کہ اگر زید آگے بڑھ گیا تو عمر اس کو ایک ہزار دے گا۔ دو طرفہ شرط کی صورت قمار ہے اور حرام ہے۔

تیسری صورت

دو طرفہ شرط بھی ایک خاص صورت میں جائز ہے۔ وہ یہ کہ فریقین ایک تیسرے گھوڑ سوار کو مثلاً" خالد کو اپنے ساتھ شریک کرلیں جس کی دو صورتیں ہیں۔

i- شرط کی صورت یہ ٹھہرے کہ زید آگے بڑھے تو عمر ایک ہزار روپیہ اس کو دے اور عمر آگے بڑھے تو زید اتنی ہی رقم اس کو ادا کرے اور خالد بڑھ جائے تو اس کو کچھ دینا کسی کے ذمہ نہیں۔

ii- شرط اس طرح ہو کہ خالد آگے بڑھ جائے تو زید و عمر دونوں اس کو ایک ایک ہزار روپیہ دیں اور زید و عمر دونوں یا ان میں سے کوئی ایک آگے بڑھے تو خالد کے ذمہ کچھ نہیں۔ لیکن زید و عمر میں باہم جو آگے بڑھے دوسرے پر اس کو ایک ہزار ادا کرنا لازم آئے۔

ان دونوں صورتوں میں جو تیسرا آدمی شریک کیا گیا ہے اس کو حدیث میں محلل کہا گیا ہے کسی بھی صورت میں اس کو کچھ دینا نہیں پڑتا۔ علاوہ ازیں حدیث کی رو سے یہ بھی ضروری ہے کہ تیسرا گھوڑا زید اور عمر کے گھوڑوں کے ساتھ مساوی حیثیت رکھتا ہو جس کی وجہ سے اس کے آگے بڑھنے اور پیچھے رہ جانے کے دونوں احتمال مساوی ہوں۔ ایسا نہ ہو کہ کمزوری یا عیب کی وجہ سے اس کا پیچھے رہنا عادۃ" یقینی ہو یا زیادہ قوی اور چالاک ہونے کی وجہ سے اس کا آگے بڑھ جانا یقینی ہو۔

گھوڑ دوڑ کی ناجائز صورتیں

1- گھوڑ دوڑ وغیرہ کی بازی محض کھیل تماشہ یا روپیہ کی طمع کے لئے ہو اور قوت جہاد کی نیت نہ ہو۔

2- معاوضہ یا انعام کی شرط فریقین میں دو طرفہ ہو اور کسی تیسرے فریق (محلل) کو مذکورہ بالا طریقے پر ساتھ نہ ملایا گیا ہو۔

3- ریس کی مروجہ شکل کہ گھوڑوں کی دوڑ کسی کمپنی اور کلب کی طرف سے

ہوتی ہے۔ گھوڑے کمپنی کی ملک اور سوار بھی کمپنی کے ملازم ہوتے ہیں اور دوسرے لوگ گھوڑوں کے نمبر پر اپنا داؤ لگاتے ہیں' جس کی فیس ان کو داخل کرنی ہوتی ہے۔ جس نمبر کا گھوڑا آگے بڑھ جائے اس پر داؤ لگانے والے کو انعامی رقم مل جاتی ہے باقی سب لوگوں کی فیس ضبط ہو جاتی ہے۔

یہ صورت مطلقاً" قمار اور جوا ہے اور حرام ہے پھر اس میں قوت جہاد یا جسمانی ورزش سے کوئی واسطہ نہیں' کیونکہ بازی لگانے والے نہ گھوڑے رکھتے ہیں نہ سواری کی مشق سے ان کو کچھ تعلق ہے۔

تنبیہہ :- جو احکام اور جائز ناجائز کی تفصیل گھوڑوں کی دوڑ میں لکھی گئی ہے یہی حکم اونٹوں کی دوڑ اور پیادہ دوڑ اور نشانہ بازی لگانے کا ہے۔

باب : 50

سلام کرنے اور اس کا جواب دینے کا بیان

مسئلہ :۔ اگر کوئی شخص کسی کے دروازے پر آیا تو واجب ہے کہ پہلے اجازت طلب کرے پھر اجازت حاصل ہونے کے بعد جب اندر جائے تو پہلے سلام کرے پھر کوئی اور بات کرے۔ ہاں اگر باہر کھڑے ہو کر سلام کرے تو آواز گھر والوں تک پہنچتی ہے تو پہلے سلام کرے پھر اندر آنے کی اجازت طلب کرے۔

مسئلہ :۔ جو شخص کسی کو سلام کرے اس کو چاہئے کہ جمع کے لفظ کے ساتھ سلام کرے یعنی یوں کہے السلام علیکم۔ اسی طرح سلام کا جواب بھی جمع کے لفظ سے ہونا چاہئے۔

مسئلہ :۔ سلام کرنے والے کو افضل یہ ہے کہ یوں کہے "السلام علیکم و رحمتہ اللہ و برکاتہ" اور جواب دینے والا بھی یونہی جواب دے۔

مسئلہ :۔ برکاتہ سے زیادہ نہ بڑھانا چاہئے۔

مسئلہ :۔ اگر ایک جماعت کچھ مجتمع لوگوں کے پاس گئی تو اگر سب نے سلام کو ترک کیا تو سب گناہگار ہوں گے اور اگر ان میں سے ایک نے سلام کر دیا تو سب کی طرف سے کافی ہو جائے گا لیکن اگر سب نے سلام کیا تو یہ افضل ہے۔ اور سلام کا جواب اگر سب نے ترک کیا تو سب گناہگار ہوں گے اور اگر ان میں سے ایک نے جواب دے دیا تو سب کی طرف سے ادا ہو جائے گا اور اگر سب نے سلام کا جواب دیا تو یہ افضل ہے۔

مسئلہ :۔ سائل یعنی بھکاری نے اگر سلام کیا تو اس کے سلام کا جواب دینا واجب نہیں ہے کیونکہ اس کا مقصد سلامتی کی دعا دینا نہیں ہوتا بلکہ سوال کرنا ہوتا ہے۔

مسئلہ :۔ جب دو شخص باہم ملیں تو دونوں میں سے جو شخص سلام کرنے میں پہل کرے

وہی دونوں میں سے افضل رہا۔ اگر دونوں نے ایک ساتھ ہی سلام کیا تو ہر ایک جواب دے۔

مسئلہ :۔ جو شخص اپنے گھر میں داخل ہو تو اپنے گھر والوں کو سلام کرے اور اگر گھر میں کوئی نہ ہو تو یوں کہے السلام علینا وعلی عباده اللہ الصالحین اور ہر بار جب داخل ہو اسی طرح سلام کرے۔

مسئلہ :۔ سلام کرنا زائرین کا تحیہ ہے یعنی جو کسی کی زیارت کو اور اس سے ملنے کو جائے تو سلام کرے۔ اور جو لوگ مسجد میں تلاوت قرآن اور تسبیح و ذکر کے لئے یا نماز کے انتظار میں بیٹھے ہیں وہ اس واسطے نہیں بیٹھے ہیں کہ لوگ ہم سے ملاقات کے لئے آئیں' لہٰذا یہ وقت سلام کا نہیں ہے اور ان لوگوں کو سلام نہ کرے اور اگر مسجد میں کسی آنے والے نے ان کو سلام کیا تو ان لوگوں کے لئے جائز ہے کہ جواب نہ دیں۔

مسئلہ :۔ کوئی شخص ایک جماعت پر گزرا جس میں کافر لوگ بھی ہوں تو اس کو اختیار ہے چاہے مسلمانوں کی نیت کر کے یہ کہے السلام علیکم اور اگر چاہے تو یوں کہے السلام علی من اتبع الھدی۔

مسئلہ :۔ کسی کافر کو سلام کرنا پڑے تو یوں کہے السلام علی من اتبع الھدی اور اگر وہ سلام کرے تو جواب میں صرف وعلیکم کہے۔

مسئلہ :۔ جب تک کوئی خاص ضرورت نہ ہو کافروں کو سلام نہ کرے اور اس طرح فاسقوں کو بھی اور جب کوئی حاجت ضروری ہو تو مضائقہ نہیں۔ ہاں اگر اس کے ساتھ سلام اور کلام کرنے سے اس کے ہدایت پر آنے کی امید ہو تو سلام کر سکتا ہے۔

مسئلہ :۔ سلام کا جواب دینا اس وقت واجب ہوتا ہے جب سلام اتنی آواز سے کہا ہو کہ جس کو سلام کیا گیا ہے اس نے سن لیا ہو اور سلام کے جواب کی فرضیت اس وقت ساقط ہو گی جب اتنی آواز سے دے کہ سلام کرنے والا سن لے۔

مسئلہ:۔ اگر اجنبی عورت نے کسی مرد کو سلام کیا۔ اگر وہ عورت بوڑھی ہو تو یہ مرد اس کو ایسی آواز سے اپنی زبان سے جواب دے کہ وہ عورت سن لے اور اگر یہ عورت جوان ہو تو دل سے اس کا جواب دے اور اگر اجنبی مرد نے کسی عورت کو سلام کیا تو وہ صرف دل میں جواب دے۔

مسئلہ:۔ غیر محرم مرد کیلئے کسی جوان یا درمیانی عمر کی عورت کو سلام کرنا ممنوع ہے۔ اسی طرح خطوں میں لکھ کر بھیجنا یا کسی کے ذریعہ سے کہلا کر بھیجنا اور اسی طرح نامحرم عورتوں کیلئے مردوں کو سلام کرنا بھی ممنوع ہے اس لئے کہ ان صورتوں سخت فتنہ کا اندیشہ ہے اور فتنہ کا سبب بھی فتنہ ہوتا ہے۔ ہاں اگر کسی بوڑھی عورت کو یا بوڑھے مرد کو سلام کیا جائے تو مضائقہ نہیں۔

مسئلہ:۔ جو شخص پاخانہ یا پیشاب کر رہا ہو تو اس کو سلام کرنا حرام ہے اور اس حالت میں اس کا جواب دینا بھی جائز نہیں۔

مسئلہ:۔ اگر کوئی شخص چند لوگوں میں کسی کا نام لے کر اس کو سلام کرے مثلاً یوں کہے السلام علیکم اے زید تو اگر زید کے علاوہ کوئی اور جواب دے تو وہ جواب نہ سمجھا جائے گا اور زید کے ذمے فرض باقی رہے گا۔ اگر جواب نہ دے گا تو گناہگار ہوگا۔ مگر اس طرح سلام کرنا خلاف سنت ہے۔ سنت کا طریقہ یہ ہے کہ جماعت میں کسی کو خاص نہ کرے اور السلام علیکم کہے۔

مسئلہ:۔ سوار کو پیدل چلنے والے پر سلام کرنا چاہئے اور جو کھڑا ہو وہ بیٹھے ہوئے کو سلام کرے اور تھوڑے سے لوگ بہت سے لوگوں کو سلام کریں اور چھوٹا بڑے کو سلام کرے اور ان سب صورتوں میں اگر بالعکس کرے مثلاً بہت سے لوگ تھوڑے لوگوں کو یا بڑا چھوٹے کو سلام کرے تو یہ بھی جائز ہے مگر بہتر وہی ہے جو بیان ہوا (مطلب یہ ہے کہ ان لوگوں کو اپنی ذمہ داری سمجھ کر سلام میں پہل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔)

مسئلہ:۔ جو لوگ علمی مذاکرہ کر رہے ہوں یعنی مسائل پر گفتگو کرتے ہوں، پڑھتے

پڑھاتے ہوں یا ان میں سے ایک علمی گفتگو کر رہا ہو اور باقی سن رہے ہوں تو ان کو سلام نہ کرے اگر کرے گا تو گناہگار ہوگا اور اسی طرح تکبیر اور اذان کے وقت بھی موذن یا غیر موذن کو سلام کرنا مکروہ ہے اور ان تینوں صورتوں میں وہ جواب نہ دے۔

مصافحہ ' معانقہ یعنی گلے ملنے اور بوسہ دینے کا بیان

کسی کو بوسہ دینا مختلف اسباب سے ہوتا ہے یعنی نفسانی شہوت کے ساتھ ' بزرگانہ شفقت سے اور تعظیم و تکریم سے۔

مسئلہ :- معانقہ اور بوسہ دینا اگر شہوت کے ساتھ ہو وہ باتفاق امت اپنی بیوی یا زر خرید باندی کے علاوہ کسی کے ساتھ جائز نہیں۔ اسی طرح جب اپنے نفس میں یا دوسری جانب میں شہوت پیدا ہو جانے کا خطرہ ہو اس کا بھی یہی حکم ہے۔

مسئلہ :- جو معانقہ اور بوسہ چھوٹوں پر شفقت یا بزرگوں کی تعظیم و اکرام کے لئے ہو وہ باتفاق جائز اور سنت سے ثابت ہے۔ بشرطیکہ اس کے ساتھ کوئی ناجائز کام شامل نہ ہو جائے۔

مسئلہ :- کسی بزرگ کی تعظیم کے طور پر اس کے ہاتھ اور پاؤں چومنا جائز ہے۔ لیکن جس شخص کو ان باتوں سے اپنے نفس میں تکبر و خود پسندی پیدا ہو جانے کا خطرہ ہو اس کو درست نہیں کہ دوسرے لوگوں کو دست بوسی اور قدم بوسی وغیرہ کا موقع دے۔

مسئلہ :- چھوٹوں پر شفقت کے طور پر ہاتھ اور سر یا پیشانی پر بوسہ دینا جائز ہے خواہ وہ چھوٹا مرد ہو یا اپنی محرم عورت ہو۔

مسئلہ :- معانقہ صرف ایک دفعہ کافی ہے۔ تین مرتبہ کرنا ثابت نہیں۔

مسئلہ :- تعامل امت کی بنا پر مصافحہ دو ہاتھوں سے کرنا چاہئے۔ کوئی عذر ہو تو ایک ہاتھ سے بھی کرنے کی گنجائش ہے۔

باب : 51

کھیل اور تفریح

ان کی تین قسمیں ہیں:

I- وہ کھیل جن سے کوئی دینی یا دنیوی معتدبہ فائدہ مقصود ہو جائز ہیں مثلاً"

1- ذہنی و بدنی سکون حاصل کرنا جیسے بیوی سے ہنسی کھیل۔

2- جہاد کی تیاری کرنا جیسے تیر اندازی' نیزہ بازی' گھوڑ دوڑ' بندوق کی نشانہ بازی وغیرہ۔

3- بدنی صحت و فائدہ کے لئے جیسے ورزش کرنا' دوڑ لگانا' چہل قدمی کرنا' کشتی لڑنا' فٹ بال کھیلنا' بیڈمنٹن کھیلنا۔

4- طبیعت کی تھکان دور کرنے کے لئے جیسے اشعار سننا سنانا اور ہلکی پھلکی مباح ادبی تحریر میں پڑھنا' باغ کی سیر کرنا۔

5- علمی فائدہ کے لئے مثلاً" تعلیمی تاش یا دیگر تعلیمی کھیل کھیلنا۔

لیکن یہ کھیل بھی مندرجہ ذیل صورتوں میں حرام اور ممنوع ہو جاتے ہیں:

1- اگر مقصد محض کھیل برائے کھیل یا وقت گزاری ہو تو یہ جائز کھیل بھی جائز نہیں۔ چنانچہ اگر کوئی شخص کشتی' تیراکی' دوڑ' نشانہ بازی محض لہو و لعب کی نیت سے کرے تو یہ بھی مکروہ ہوں گے۔

2- ان میں اتنا غلو کیا جائے کہ انہی کو مشغلہ بلکہ پیشہ بنا لیا جائے۔

3- جب یہ کھیل کسی حرام و معصیت پر مشتمل ہوں تو اس معصیت کی یا حرام کی وجہ سے یہ کھیل ناجائز ہوں گے۔ مثلاً" کھیل کے دوران ستر کھلا ہوا ہو' جیسے فٹ بال اور ہاکی گھٹنوں سے اونچی نیکر پہن کر کھیلے جائیں یا صرف جانگیہ پہن کر کشتی لڑی جائے یا اس کھیل میں جوا کھیلا جا

رہا ہو یا اس میں مرد و زن کا مخلوط اجتماع ہو یا اس میں موسیقی کا اہتمام کیا گیا ہو یا اس میں فرائض و واجبات کو ترک کیا جا رہا ہو یا وہ کھیل کسی خاص کافر قوم کا مخصوص کھیل سمجھا جاتا ہو۔

II- وہ کھیل جن میں موجود کسی دنیوی منفعت کو شریعت نے قابل التفات نہیں سمجھا اور ان میں موجود خرابی کا اعتبار کر کے ان کو ناجائز قرار دیا مثلاً شطرنج اور چوسر وغیرہ کیونکہ اگرچہ ان سے ذہن تیز ہونے کا فائدہ ہوتا ہے لیکن چونکہ عام طور سے یہ کھیل اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل کر دینے والے ہیں اور جمعہ اور جماعت سے رہ جانے کا باعث بنتے ہیں جو بہت بڑی خرابی ہے جبکہ ذہن کی تیزی کے لئے اور طریقے ہو سکتے ہیں' اس لئے یہ کھیل شریعت نے منع کر دیئے۔ یہی حکم تاش کا بھی ہے۔ یہ حکم بھی اس وقت ہے جب ان کھیلوں میں جوا نہ ہو۔

III- وہ کھیل جن میں دینی یا دنیوی کچھ فائدہ نہ ہو ایسے کھیل بھی ناجائز ہیں مثلاً لڈو' کیرم کھیلنا وڈیو گیم کھیلنا اور کانچ کی گولیاں کھیلنا وغیرہ کہ ان میں فائدہ کچھ نہیں البتہ وقت کا ضیاع ہے اور کبوتر بازی' جانوروں کو لڑانا اور پتنگ بازی وغیرہ کہ ان میں وقت کے ضیاع کے علاوہ اور بہت سی کراہتیں ہیں۔

تنبیہ نمبر1:- کرکٹ کے کھیل میں اگرچہ کچھ ورزش ہوتی ہے لیکن اس کھیل میں فائدہ کے مقابلہ میں نقصان زیادہ ہے مثلاً دو کھیلنے والوں کے علاوہ باقی پوری ٹیم بیٹھی رہتی ہے اور چونکہ یہ کھیل زیادہ لمبا ہوتا ہے اس لئے وقت بھی زیادہ ضائع ہوتا ہے۔ اسی طرح بہت سے فیلڈر بھی یونہی گھنٹوں کھڑے رہتے ہیں۔ اسی طرح کرکٹ کا میچ مقابلہ دیکھنے والے بھی بے حساب وقت ضائع کرتے ہیں۔

تنبیہ نمبر2:- ہر قسم کے کھیل کی کمنٹری (رواں تبصرہ) سننا ایک بے کار کام ہے جو صرف وقت کا ضیاع ہے۔

باب : 52

امر بالمعروف و نہی عن المنکر اور دعوت و تبلیغ کا بیان

دین میں جن کاموں کے کرنے کو کہا گیا اور وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں پسندیدہ ہیں ان کو معروف یعنی نیکی کہا جاتا ہے اور جو کام ایسے ہیں جن کا کرنا دین میں منع ہے ان کو منکر یعنی برائی کہا جاتا ہے۔ معروف میں فرائض' واجبات' سنن اور مستحبات سب داخل ہیں اور منکر میں حرام' مکروہ (تحریمی و تنزیہی) سب داخل ہیں۔

کسی دوسرے کو نیکی کے کام کی تلقین کرنے کو امر بالمعروف کہتے ہیں اور دوسرے کو برائی کے کام سے روکنے کو نہی عن المنکر کہتے ہیں۔

مسئلہ :- جب کوئی شخص کسی منکر اور برائی کو ہوتا دیکھے تو اس پر لازم اور فرض ہے کہ وہ اس کو اولاً" زبان سے روکے اور نہ ماننے تو اپنی قوت بازو سے روک دے مثلاً" کسی کو شراب پیتے دیکھا تو اس سے شراب چھین کر بہا دے' کسی کو موسیقی سنتے دیکھا تو موسیقی کے آلات توڑ دے' کسی کو دوسرے کی چیز غصب کرتے دیکھا تو غاصب سے غصب شدہ چیز لے کر مالک کو واپس دلا دے۔ اسی طرح اور برائیوں کو ان کے اپنے طریقے سے روک دے۔ حکمران اور اصحاب اختیار اپنی رعایا اور اپنے ماتحتوں کو اور والد اپنی اولاد کو اپنی قوت بازو سے برائیوں سے روک سکتے ہیں۔

اگر برائی کرنے والا مثلاً" زیادہ قوت والا ہو اور دیکھنے والا اس کو اپنی قوت بازو سے برائی سے نہ روک سکتا ہو تو اپنے قول سے یعنی اس کو وعظ و نصیحت کر کے اور اس کو اس گناہ پر وعید سنا کر اس برائی اور گناہ سے روکنے کی کوشش کرے۔

اور اگر اتنی بھی قدرت نہ ہو اور یہ ڈر ہو کہ زبان سے منع کرنے پر برائی کرنے والا اس کو قتل کر دے گا یا کوئی اور شدید نقصان پہنچائے گا تو کم از کم دل سے برا سمجھے۔

مسئلہ :- کسی برائی سے روکنے کے لئے اہل محلہ یا اہل علاقہ برائی کے مرتکب کا بائیکاٹ

کرسکتے ہیں کہ اس سے بات چیت بند کردیں اور اس سے کوئی تعلق نہ رکھیں۔ البتہ اس کو مسجد میں آکر جماعت سے نماز پڑھنے سے نہ روکیں۔

مسئلہ :۔ اسی طرح اگر کسی شخص نے دوسرے کو فرائض و واجبات ترک کرتے دیکھا تو اس پر لازم ہے کہ ترک کرنے والے کو امربالمعروف یعنی نیکی کی تلقین کرے' یہ فریضہ بھی ہر شخص کی قدرت و استطاعت کے مطابق ہوگا۔ مثلاً" کوئی شخص فرض نماز ترک کرتا ہے تو اصحاب حکومت و اختیار اس کو قید کرسکتے ہیں اور دیگر اصحاب اختیار بھی اپنے ماتحتوں کو مجبور کرسکتے ہیں۔ اگر کوئی مجبور نہیں کرسکتا تو اس کو نصیحت کرسکتا ہو تو نصیحت ہی کرے اور اگر اس کی بھی قوت نہ ہو تو اس کے نیکی کے ترک کو دل سے برا سمجھے۔

مسئلہ :۔ اگر متعدد آدمیوں نے کوئی برائی ہوتے دیکھی یا کوئی نیکی ترک ہوتے دیکھی اور ان میں سے ایک نے نہی عن المنکر یا امربالمعروف کیا تو باقی لوگوں سے فرضیت ساقط ہو جائے گی۔ لیکن اگر قدرت کے باوجود کسی نے نہ روکا نہ تلقین کی تو سب گناہگار ہوں گے۔

مسئلہ :۔ اگر ایک شخص نے برائی ہوتے دیکھی اور وہ خود اس برائی میں مبتلا ہے یا کسی نیکی کا ترک ہوتے دیکھا اور وہ شخص خود اس نیکی کے ترک میں مبتلا ہے تو اس پر دو باتیں لازم ہیں۔ ایک یہ کہ خود اس برائی کو ترک کردے اور دوسری یہ کہ جس شخص کو برائی کرتے دیکھا ہے اس کو بھی منع کرے۔ یاد رہے کہ نیکی کا ترک بھی برائی ہے۔ اگر خود چھوڑنے سے پہلے دوسرے کو منع کرے گا تو یہ بھی درست ہے اور وہ دو ذمہ داریوں میں سے ایک کو پورا کرتا ہے لیکن اس کے لئے مناسب یہی ہے کہ وہ خود بھی فوراً" توبہ کرلے۔

مسئلہ :۔ فرائض اور واجبات کی تلقین کرنا اور حرام و مکروہ تحریمی سے روکنا فرض ہے جبکہ مستحبات اور نوافل کی تلقین کرنا مستحب ہے۔

مسئلہ :۔ مستحبات کی تلقین میں مطلقاً" نرمی کرنا چاہئے اور واجبات کی تلقین میں اولاً"

نرمی اور نہ ماننے پر سختی کرنا چاہئے۔

مسئلہ :۔ امربالمعروف اور نہی عن المنکر کے لئے ضروری ہے کہ جس بات کی تلقین کرنی ہو اس کا پورا اور صحیح علم تلقین کرنے والے کو حاصل ہو۔ اگر ایسی بات سامنے آئے جس کا خود کو پورا علم نہ ہو تو یا تو پہلے علم حاصل کر لے یا کسی دوسرے صاحب علم شخص کو تلقین کرنے کو کہہ دے۔

مسئلہ :۔

1- اگر غالب رائے یا یقین ہو کہ حق کی تلقین (یعنی امربالمعروف اور نہی عن المنکر) کرنے پر لوگ اس کی بات کو قبول کرلیں گے تو اس وقت اس پر حق بات کی تلقین واجب ہے اور اس کا ترک کرنا جائز نہیں۔

2- اگر غالب رائے یا یقین ہو کہ حق کی تلقین پر لوگ اس کو سب و شتم کریں گے یا مار پیٹ کریں گے اور وہ اس پر صبر نہ کرسکے گا تو اس وقت اس کو تلقین نہ کرنا بہتر ہے۔

3- اگر اس کو اطمینان ہو کہ وہ لوگوں کی مار پیٹ وغیرہ برداشت کرلے گا اور کسی سے شکایت نہیں کرے گا تو اس صورت میں حق کی تلقین اور برائی سے روکنے میں کچھ حرج نہیں اور اس کا یہ اقدام جہاد شمار ہوگا۔

4- اگر اندیشہ یا یقین ہو کہ حق بات کی تلقین (یعنی امربالمعروف اور نہی عن المنکر) کرنے پر قتل کر دیا جائے گا اور اس کے باوجود اس نے حق کی تلقین کی اور قتل کر دیا گیا تو شہید ہوگا۔

5- اگر غالب رائے یا یقین ہو کہ لوگ اس کی بات نہیں مانیں گے لیکن اس کو لوگوں سے سب و شتم اور مار پیٹ کا اندیشہ بھی نہ ہو تو اختیار ہے چاہے حق کی تلقین کرے چاہے نہ کرے، البتہ تلقین کرنا افضل ہے۔

مسئلہ :۔ جب نفع سے ناامیدی کی صورت میں ترک تلقین کو اختیار کرے تو اس وقت یہ

بھی واجب ہے کہ برائی کے ارتکاب کرنے والے سے محبت اور میل جول بھی ترک کر دے الا یہ کہ کسی موقع پر سخت ضرورت ہو۔

مسئلہ :- حق کی تلقین میں حکمت کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے تاکہ مخاطب کی اصلاح ہو یہ نہ ہو کہ مخاطب مزید گمراہی میں پڑ جائے۔

دعوت و تبلیغ

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے ہٹ کر ایک اور شعبہ دعوت الی الخیر یعنی قرآن و سنت کی اتباع کی دعوت دینے کا ہے۔ یہ دعوت کافروں کو بھی ہے اور مسلمانوں کو بھی ہے۔ مسلمانوں کو دین کے احکام و اخلاق کی دعوت ہے اور کافروں کو اسلام و ایمان کی دعوت ہے۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ مسلمانوں میں ایک تعداد ایسے لوگوں کی ہو جس کا وظیفہ ہی یہ ہو جو کہ وہ اپنے قول و عمل سے دنیا کو قرآن و سنت کی طرف بلائے اور جب لوگوں کو اچھے کاموں میں سست یا برائی میں مبتلا دیکھے تو اس وقت بھلائی کی طرف متوجہ کرنے اور برائی سے روکنے میں اپنی قدرت کے موافق کوتاہی نہ کرے۔ ظاہری ہے کہ یہ کام وہی لوگ کر سکتے ہیں جو معروف و منکر کا علم رکھتے اور قرآن و سنت سے باخبر ہونے کے ساتھ ذی ہوش اور موقع شناس ہوں اور یہ وہی ہو سکتے ہیں جو علماء حق ہوں' متبع سنت ہوں' شرک و بدعت سے دور ہوں اور دین کے اصول و فروع سے کماحقہ باخبر ہوں اور نفس کی شرارتوں سے بچتے ہوں۔

مسئلہ :- ایسے علماء کا وجود خود امت پر اور ہر علاقہ والوں پر فرض کفایہ ہے۔ اگر مسلمانوں کی حکومت اپنی ذمہ داری سے ایسے علماء کی تیاری اور ہر علاقہ میں بقدر ضرورت ان کی فراہمی کا بندوبست کرے تو بہت اچھا ہے ورنہ ہر علاقہ کے مسلمانوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ بقدر ضرورت علماء تیار کریں یا کم از کم کسی دوسری جگہ سے علماء کو بلوا کر اپنے ہاں رکھیں اگر کسی علاقہ کے سب لوگ اس سلسلے میں غفلت کریں تو سب گنہگار ہوتے ہیں اور اگر ان میں سے کچھ لوگ یہ ضرورت پوری کر دیتے ہیں تو باقی سے فرض ساقط ہو

جاتا ہے۔

مسئلہ :- ہر شہر اور قصبہ میں عام علماء کے علاوہ ضرورت کے بقدر ایسے علماء کا ہونا بھی ضروری ہے جو تمام علوم و شرائع کے ماہر ہوں اور جو اسلام کے عقیدوں اور اسلام کے اصول و مسائل کے بارے میں پیدا ہونے والے یا پیدا کئے جانے والے شبہات کا ازالہ کر سکیں اور اشکالات کو حل کر سکیں۔

مسئلہ :- علماء کے موجود ہونے کے بعد دعوت الی الخیر ان کی ذمہ داری ہے جس کی مختلف صورتیں ہیں:

1- مسلمان عوام کی تعلیم و تربیت :-
اس کے لئے درس کے حلقے قائم کرنا' وعظ کرنا' لوگوں کو دین کے مسائل و اخلاق سکھانا' قرآن پاک کی تعلیم کا انتظام کرنا' تزکیہ نفس کی تعلیم دینا یہ سب باتیں دعوت الی الخیر میں داخل ہیں۔ پھر اس کے لئے وہ چاہیں زبانی دعوت دیں خواہ فرد فرد سے یا لوگوں کے اجتماع سے یا تحریر کے ذریعے دعوت دیں یعنی دین کے مختلف احکام سے متعلق کتابیں اور رسالے لوگوں کے لئے لکھیں یہ بھی دعوت ہی کا حصہ ہے۔

2- دعوت الی الخیر کا کام کرنے والی جماعت کے تسلسل کو قائم رکھنے اور محفوظ رکھنے کی تدبیر کرنا' چونکہ دعوت کا کام اصل میں علماء کا کام ہے اس لئے دعوت کے کام کو جاری رکھنے کے لئے علماء کو تسلسل سے تیار کرنا بھی ضروری ہے۔ اس کے لئے مدارس کو قائم کرنا اور وہاں تعلیم دینا بھی دعوت و تبلیغ کا حصہ ہے۔ اور دینی تعلیم حاصل کرنے والے یہ نیت رکھتے ہوں کہ پڑھنے سے فارغ ہو کر امربالمعروف و نہی عن المنکر اور دعوت و تبلیغ کا کام کریں گے تو یہ پڑھنا بھی تبلیغ ہے۔

3- کافروں کو اسلام کی دعوت دینا' جن کافروں کو ایک مرتبہ تبلیغ ہو چکی ہو خواہ ان

میں اسلام کی شہرت ہو جانے سے ہو ان کو تبلیغ کرنا فرض نہیں البتہ مستحب ہے۔

4- گمراہوں کو راہ حق کی دعوت دینا اور ان کی گمراہیوں اور ان کے شبہات کا جواب دینا علاوہ ازیں جب گمراہ لوگ مسلمان عوام میں اپنی گمراہیاں پھیلانے کی سعی کر رہے ہوں اس وقت مسلمانوں کو گمراہوں کی گمراہی کی حقیقت بتانا اور مسلمانوں کے دین کی حفاظت کی کوشش کرنا ان کو دین پر قائم رکھنا ہے جو دعوت ہی کا ایک حصہ ہے۔

دعوت الی الخیر میں عوام کا کردار

1- مسلمان دین کے احکام و اخلاق کے مطابق زندگی گزاریں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی سنتوں پر عمل کریں تو ان کی یہی بات بہت سے کافروں کے لئے اسلام میں رغبت کا باعث ہوگی۔

2- علاوہ ازیں وہ اگر کافروں کو اسلام کی دعوت دیں اور دین کی بنیادی اور موٹی موٹی باتیں بتائیں اور دین اسلام کی حقانیت کے کھلے کھلے دلائل سمجھائیں تو وہ ایسا کر سکتے ہیں۔

3- اگر علماء کم ہوں یا علماء تو بہت ہوں لیکن ان کی جانب سے دعوت کے کام میں کوتاہی ہو رہی ہو تو فکر مند علماء دعوت کے کام میں مسلمان عوام سے کام لے سکتے ہیں۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ کام لینے والے علماء ہوں اور وہ جن سے کام لیں ان کی ضروری تعلیم و تربیت کریں اور ان کو اس بات کا پابند کریں کہ جتنی بات انہوں نے سیکھی ہے اسی کے دائرہ میں رہ کر دعوت کا کام اور دعوت کی بات کریں اور ادھر ادھر سے لی ہوئی باتوں کو از خود اختیار نہ کرلیں۔

کافروں کو اسلام کی دعوت دینے میں بھی مسلمان عوام کو ضروری تعلیم تربیت کے بعد ان سے بھی کام لیا جاسکتا ہے۔

دعوت و تبلیغ کے لئے مندرجہ ذیل باتیں ضروری ہیں

1- جتنی دعوت دینی ہے اس کے متعلق ضروری باتوں کا علم حاصل ہو۔

2- اعلاء کلمۃ اللہ اور اللہ تعالیٰ کی رضامندی کی نیت ہو۔

3- جس کو دعوت دینی ہو اس کے لئے دل میں ہمدردی اور شفقت کا جذبہ ہو اور اس کو نرمی اور شفقت سے دعوت دے۔

4- دعوت دینے والے میں صبر اور برداشت کی قوت ہونی چاہئے۔

5- دعوت دینے والا خود باعمل ہو۔

اجتماعی اصلاح یا دینی انقلاب کی دعوت لے کر اٹھنے والی جماعت

ایسی ہر جماعت کے بارے میں اولاً اس کے سربراہ اور امیر کو دیکھا جائے گا کہ کیا اس میں' اس کام کی اہلیت پائی جاتی ہے یا نہیں۔ چونکہ اجتماعی اصلاح اور کسی معاشرے میں دین کو جاری و ساری کرنا کار نبوت ہے اس لئے اس کے واسطے اوصاف نبوت کا ہونا ضروری ہے اور وہ یہ ہیں کہ اس شخص نے دین کے اصول و فروع کا اہل حق علماء سے باقاعدہ علم حاصل کیا ہو اور اہل اللہ کے پاس تزکیہ نفس کیا ہو یہاں تک کہ اس کے ایمان پر اطمینان ہو کہ بدل نہیں جائے گا۔ اگر کسی جماعت کے امیر میں یہ دونوں باتیں یا ان میں سے کوئی ایک بھی مفقود ہو تو اس کی جماعت سے تعلق رکھنا یا اس میں شریک ہونا ناجائز ہے۔ بعض لوگ یہ سوچتے ہیں کہ ہم ایسی جماعت کی غلطیوں سے بچتے ہوئے اس کے ساتھ مل کر اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے دین کا کام کریں گے۔ یہ فکر اور سوچ بنیادی اعتبار سے ہی غلط ہے۔

مسلمانوں کی حکومت کے خلاف مسلح اقدام

جب تک حکومت کھلے کھلے کفر کا حکم نہ کرے اس وقت تک اس کے خلاف مسلح اقدام جائز نہیں بلکہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا عمل چلتا رہنا چاہئے۔ البتہ جب وہ

کھلی کفر کی باتوں کا حکم کرنے لگے تو اس وقت اس کے خلاف مسلح اقدام بھی کیا جاسکتا ہے لیکن اس کے لئے مندرجہ ذیل شرائط ہیں۔

1- ایسی جماعت کا امیر اہل حق عالم ہو' دین کے اصول و فروع کا صحیح علم رکھتا ہو اور اس نے اپنے نفس کا تزکیہ اس درجہ تک کرلیا ہو کہ اس کے ایمان پر اطمینان ہو کہ بدل نہیں جائے گا۔

2- جماعت کے افراد نیک اور صالح ہوں اور اتنی تعداد میں ہوں کہ امیر کو اپنی کامیابی کی امید ہو۔

3- امیر کو یہ بھی اطمینان ہو کہ اگر وہ اپنی کوشش میں ناکام ہوگیا تو نقصان فقط اس کا اور اس کی جماعت کا ہوگا دوسرے اہل اسلام اور اسلام کا ضرر نہیں ہوگا۔

موجودہ حالات میں دعوت و تبلیغ کا کام

ہمارے دور میں سارا نظام ہی بے دینی اور بد دینی پر چل رہا ہے۔ حکومت کا بھی یہی حال ہے اور عام طور سے عوام کی بھی یہ روش ہے۔ بہت سے دین سے تعلق رکھنے والے بھی صرف ایک حد تک دین پر چلتے ہیں اور باقی کاموں میں وہ بھی آزاد ہیں۔ غرض دین مغلوب ہے اور بے دینی و بددینی کو فروغ حاصل ہے اور اسی کا چرچا ہے۔ لاعلمی اور جہالت بھی عام ہے۔ گمراہیاں بھی اپنے عروج پر ہیں۔ غرض حالات دین کے مقابلہ میں کفر کے زیادہ قریب ہیں۔ امربالمعروف اور نہی عن المنکر کی جو تفصیل اوپر دی گئی ہے وہ ان حالات میں زیادہ مفید اور موثر نہیں۔ اس لئے امربالمعروف اور نہی عن المنکر کا فائدہ جہاں اور جتنے درجے تک ہو اس پر تو عمل کرنا ضروری ہوگا البتہ جہاں یہ مفید نہ ہو وہاں دعوت کے طریقے سے کام کرنا ہوگا یعنی نرمی اور شفقت سے سمجھانا اور ان کی ایذاؤں پر صبر کرنا اور ان کو برداشت کرنا۔

علاوہ ازیں عام بے دینی کی فضا میں بہت بڑی تعداد میں کام کرنے والوں کی ضرورت ہوتی ہے اس لئے مسلمان عوام سے دعوت کا کام لینے کی ضرورت ہے البتہ ان کی ضروری تعلیم و تربیت سے غفلت نہ ہونی چاہئے۔

عورتوں کا امر بالمعروف و نہی عن المنکر اور دعوت کا کام کرنا

عورتوں کے کام سے متعلق موٹی موٹی باتیں یہ ہیں:

1- عورتوں پر بھی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر لازم ہے۔

2- دین کی نشر و اشاعت میں مالی امداد کر سکتی ہیں۔

3- جن کے مرد دعوت کا کام کر رہے ہوں وہ اپنی طرف سے ان کو بے فکر رکھیں اور بچوں کی دیکھ بھال بھرپور طریقے سے کریں۔

4- پاس پڑوس کی بچیوں کو قرآن پاک اور ضروری دینی تعلیم دے سکتی ہیں۔ بلکہ پاس پڑوس کی بڑی عمر کی عورتوں کی دینی تعلیم کی فکر کر سکتی ہیں۔

5- کبھی کہیں کچھ عورتیں جمع ہوں' خواہ ایک خاندان کی ہوں یا متفرق ہوں کچھ دین کی بات کر سکتی ہیں یا کوئی معتبر کتاب مثلاً فضائل اعمال یا بہشتی زیور یا تحفہ خواتین وغیرہ میں سے کچھ پڑھ کر سنا سکتی ہیں۔

دعوت و تبلیغ کے کام میں نکلنے کے لئے والدین کی اجازت

اگر والدین خدمت کے محتاج ہوں اور ان کی خدمت کرنے والی اور اولاد نہ ہو تو ان کو چھوڑ کر تبلیغ بلکہ جہاد کے لئے بھی نکلنا جائز نہیں۔ اور اگر ان کی خدمت کے لئے اور اولاد ہو یا ان کو خدمت کی ضرورت ہی نہ ہو اور اس شخص کے نکلنے سے ان کا کچھ حرج نہ ہو تو اجازت مانگنے پر والدین محض اپنی دین سے دوری کی وجہ سے یا دینی مصلحتوں کو نظرانداز کرنے کی وجہ سے منع کریں تو اس کا اعتبار نہ ہوگا۔

باب : 53

وصیت کا بیان

مسئلہ :- یہ کہنا کہ میرے مرنے کے بعد میرا اتنا مال فلاں آدمی کو یا فلاں کام میں دے دینا۔ یہ وصیت ہے چاہے تندرستی میں کہے چاہے بیماری میں۔ پھر چاہے اس بیماری میں مر جائے یا تندرست ہو جائے اور جو خود اپنے ہاتھ سے کہیں دے دے' کسی کو قرضہ معاف کر دے تو اس کا حکم یہ ہے کہ تندرستی میں ہر طرح درست ہے اور اسی طرح جس بیماری سے شفا ہو جائے اس میں بھی درست ہے اور جس بیماری میں مر جائے وہ وصیت ہے۔

مسئلہ :- اگر کسی کے ذمے نمازیں یا روزے یا زکوۃ یا قسم و روزہ وغیرہ کا کفارہ باقی رہ گیا ہو اور اتنا مال بھی موجود ہو کہ اس میں سے کفارہ ادا کیا جاسکتا ہو تو مرتے وقت اس کے لئے وصیت کر جانا ضروری اور واجب ہے۔ اسی طرح اگر کسی کا کچھ قرض ہو یا کوئی امانت اس کے پاس رکھی ہو اس کی وصیت کر دینا بھی واجب ہے نہ کرے گا تو گنہگار ہو گا۔ اور اگر کچھ رشتہ دار غریب ہوں جن کو شرع سے کچھ میراث نہ پہنچتی ہو اور اس کے پاس بہت مال و دولت ہے تو ان کو کچھ دلا دینا اور وصیت کر جانا مستحب ہے اور باقی اور لوگوں کے لئے وصیت کرنے نہ کرنے کا اختیار ہے۔

مسئلہ :- مرنے کے بعد مردے کے مال میں سے پہلے تو اس کی گور و کفن کا سامان کریں پھر جو کچھ بچے اس سے قرضہ ادا کریں۔ اگر مردے کا سارا مال قرضہ ادا کرنے میں لگ جائے تو سارا مال قرضہ میں لگا دیں گے وارثوں کو کچھ نہ ملے گا۔ اس لئے قرضہ ادا کرنے کی وصیت پر بہرحال عمل کریں گے۔ اگر سب مال اس وصیت کی وجہ سے خرچ ہو جائے تب بھی کچھ پرواہ نہیں بلکہ اگر وصیت بھی نہ کرے تب بھی پہلے قرضہ ادا کر دیں گے اور قرض کے سوا اور چیزوں کی وصیت کا اختیار فقط تہائی مال میں ہوتا ہے۔ یعنی جتنا مال چھوڑا

ہے اس کی تہائی میں سے اگر وصیت پوری ہو جائے مثلاً کفن دفن اور قرضے میں لگا کر تین ہزار روپے بچے اور ہزار روپے میں سب وصیتیں پوری ہو جائیں تب تو وصیت کو پورا کریں گے اور تہائی مال سے زیادہ لگانا وارثوں کے ذمہ واجب نہیں۔ تہائی میں سے جتنی وصیتیں پوری ہو جائیں ان کو پورا کریں باقی چھوڑ دیں۔ البتہ اگر سب وارث بخوشی رضامند ہو جائیں کہ ہم اپنا اپنا حصہ نہ لیں گے تم اس کی وصیت میں لگا دو تو البتہ تہائی سے زیادہ بھی وصیت میں لگانا جائز ہے لیکن نابالغوں کی اجازت کا بالکل اعتبار نہیں ہے وہ اگر اجازت بھی دیں تب بھی ان کا حصہ خرچ کرنا درست نہیں۔

مسئلہ :- جس شخص کو میراث میں مال ملنے والا ہو جیسے ماں باپ' شوہر' بیٹا وغیرہ اس کے لئے وصیت کرنا صحیح نہیں۔ اور جس رشتہ دار کا اس کے مال میں کچھ حصہ نہ ہو یا رشتہ دار ہی نہ ہو کوئی غیر ہو اس کے لئے وصیت کرنا درست ہے لیکن تہائی مال سے زیادہ دلانے کا اختیار نہیں۔ اگر کسی نے اپنے وارث کو وصیت کر دی کہ میرے بعد اس کو فلانی چیز دے دینا۔ یا اتنا مال دے دینا تو اس وصیت سے پانے کا اس کو کچھ حق نہیں ہے البتہ اگر اور سب وارث راضی ہو جائیں تو دے دینا جائز ہے۔ اسی طرح اگر کسی کیلئے تہائی سے زیادہ وصیت کر جائے اس کا بھی یہی حکم ہے کہ اگر سب وارث بخوشی راضی ہو جائیں تو تہائی سے زیادہ ملے گا ورنہ فقط تہائی مال ملے گا اور نابالغوں کی اجازت کا کسی صورت میں اعتبار نہیں ہے۔

مسئلہ :- اگرچہ تہائی مال میں وصیت کر جانے کا اختیار ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ پوری تہائی کی وصیت نہ کرے کم کی وصیت کرے بلکہ اگر بہت زیادہ مالدار نہ ہو تو وصیت ہی نہ کرے وارثوں کے لئے چھوڑ دے کہ اچھی طرح فراغت سے بسر کریں کیونکہ اپنے وارثوں کو فراغت اور آسائش میں چھوڑ جانے میں بھی ثواب ملتا ہے۔ ہاں البتہ اگر ضروری وصیت ہو جیسے نماز روزہ کا فدیہ تو اس کی وصیت بہرحال کر جائے ورنہ گنہگار ہو گی۔

مسئلہ :- کسی نے کہا میرے بعد میرے مال میں سے ہزار روپے خیرات کر دینا تو دیکھو

گورو کفن اور قرض ادا کرنے کے بعد کتنا مال بچا ہے اگر تین ہزار یا اس سے زیادہ ہو تو پورے ہزار روپے دینا چاہئیں۔ اور جو کم ہو تو صرف تہائی دینا واجب ہے۔ ہاں اگر سب وارث بلا کسی دباؤ و لحاظ کے منظور کر لیں تو اور بات ہے۔

مسئلہ :- اگر کسی کا کوئی وارث نہ ہو تو اس کو پورے مال کی وصیت کر دینا بھی درست ہے اور اگر صرف بیوی ہو تو تین چوتھائی کی وصیت درست ہے۔ اسی طرح اگر کسی کا صرف شوہر ہے تو آدھے مال کی وصیت درست ہے۔

مسئلہ :- نابالغ کا وصیت کرنا درست نہیں۔

مسئلہ :- یہ وصیت کی کہ میرے جنازہ کی نماز فلاں شخص پڑھائے فلاں شہر میں یا فلانے قبرستان یا فلاں کی قبر کے پاس مجھ کو دفنانا۔ فلانے کپڑے کا کفن دینا۔ میری قبر پکی بنا دینا۔ قبر پر قبہ بنا دینا۔ قبر پر کوئی حافظ بٹھلا دینا کہ پڑھ پڑھ کے بخشا کرے تو اس کا پورا کرنا ضروری نہیں۔ بلکہ آخری تین وصیتیں بالکل جائز ہی نہیں۔ پورا کرنیوالا گنہگار ہو گا۔

مسئلہ :- اگر کوئی وصیت کر کے اپنی وصیت سے لوٹ جائے یعنی کہدے کہ اب مجھے ایسا منظور نہیں اس وصیت کا اعتبار نہ کرنا تو وہ وصیت باطل ہو گئی۔

مسئلہ :- جس طرح تہائی مال سے زیادہ کی وصیت کر جانا درست نہیں اسی طرح موت کی بیماری کی حالت میں اپنے مال کو تہائی سے زیادہ بجز اپنے ضروری خرچ کھانے پینے دوا دارو وغیرہ کے خرچ کرنا بھی درست نہیں۔ اگر تہائی سے زیادہ دے دیا تو وارثوں کی اجازت کے بغیر یہ دینا صحیح نہیں ہوا۔ جتنا تہائی سے زیادہ ہے وارثوں کو اس کے لے لینے کا اختیار ہے اور نابالغ اگر اجازت دیں تب بھی معتبر نہیں۔ اور وارث کو تہائی کے اندر بھی سب وارثوں کی اجازت کے بغیر دینا درست نہیں اور یہ حکم جب ہے کہ اپنی زندگی میں دیکر قبضہ بھی کرا دیا ہو اور اگر دے تو دیا لیکن قبضہ ابھی نہیں ہوا تو مرنے کے بعد وہ دینا بالکل ہی باطل ہے اس کو کچھ نہ ملے گا وہ سب مال وارثوں کا حق ہے اور یہی حکم ہے بیماری کی حالت میں خدا کی راہ میں دینے اور نیک کام میں لگانے کا۔ غرض یہ کہ تہائی سے زیادہ کسی

طرح صرف کرنا جائز نہیں۔

مسئلہ :- بیمار کے پاس بیمار پرسی کی رسم سے کچھ لوگ آگئے اور کچھ دن یہیں لگ گئے کہ یہیں رہتے اور اس کے مال میں کھاتے پیتے ہیں تو اگر مریض کی خدمت کے لئے ان کے رہنے کی ضرورت ہو تو خیر کچھ حرج نہیں اور اگر ضرورت نہ ہو تو ان کی دعوت مدارات کھانے پینے میں بھی تہائی سے زیادہ لگانا جائز نہیں۔ اور اگر ضرورت بھی نہ ہو اور وہ لوگ وارث ہوں تو تہائی سے کم بھی بالکل جائز نہیں یعنی ان کو اس کے مال میں کھانا جائز نہیں۔ ہاں اگر سب وارث بخوشی اجازت دیں تو جائز ہے۔

مسئلہ :- ایسی بیماری کی حالت میں جس میں بیمار مرجائے اپنا قرض معاف کرنے کا بھی اختیار نہیں ہے۔ اگر کسی وارث پر قرض آتا تھا اس کو معاف کیا تو معاف نہیں ہوا۔ اگر سب وارث یہ معافی منظور کریں اور بالغ ہوں تب معاف ہو گا۔ اور اگر کسی غیر کو معاف کیا تو تہائی مال سے جتنا زیادہ ہو گا معاف نہ ہو گا۔ اکثر دستور ہے کہ بیوی مرتے وقت اپنا مہر معاف کر دیتی ہے یہ معاف کرنا صحیح نہیں۔

مسئلہ :- حالت حمل میں درد شروع ہو جانے کے بعد اگر کسی کو کچھ دے یا مہر وغیرہ معاف کرے تو اس کا بھی وہی حکم ہے جو مرتے وقت دینے لینے کا ہے یعنی اگر خدا نہ کرے اس میں مرجائے تب تو یہ وصیت ہے کہ وارث کے لئے کچھ جائز نہیں اور غیر کے لئے تہائی سے زیادہ دینے اور معاف کرنے کا اختیار نہیں۔ البتہ اگر خیر و عافیت سے بچہ ہو گیا تو اب وہ دینا لینا اور معاف کرنا صحیح ہو گیا۔

مسئلہ :- مرجانے کے بعد اس کے مال میں گور و کفن کرو جو کچھ بچے تو سب سے پہلے اس کا قرض ادا کرنا چاہئے وصیت کی ہو یا نہ کی ہو۔ قرضہ کا ادا کرنا بہرحال مقدم ہے۔ بیوی کا مہر بھی قرضہ میں داخل ہے۔ اگر قرضہ نہ ہو یا قرضہ سے کچھ بچ رہے تو دیکھنا چاہیے کچھ وصیت تو نہیں کی ہے۔ اگر کی ہے تو تہائی میں وہ جاری ہو گی۔ اور اگر نہیں کی یا وصیت سے جو بچا ہے وہ سب وارثوں کا حق ہے۔ یہ جو دستور ہے کہ جو جس کے ہاتھ لگا

لے بھاگا۔ بڑا گناہ ہے۔ اسی طرح لڑکیوں کا حصہ بھی ضرور دینا چاہئے شرع میں ان کا بھی حق ہے۔

مسئلہ :- مردے کے مال میں سے لوگوں کی مہمانداری آنے والوں کی خاطر مدارات کھانا پلانا۔ صدقہ خیرات وغیرہ کچھ کرنا جائز نہیں ہے۔ اسی طرح مرنے کے بعد سے دفن کرنے تک جو کچھ اناج وغیرہ فقیروں کو دیا جاتا ہے مردہ کے مال میں سے اس کا دینا بھی حرام ہے۔ مردے کو ہرگز کچھ ثواب نہیں پہنچتا۔ بلکہ ثواب سمجھنا سخت گناہ ہے کیونکہ اب یہ سب مال تو وارثوں کا ہو گیا دوسروں کی حق تلفی کرکے دینا ایسا ہی ہے جیسے غیر کا مال چرا کے دے دینا۔ سب مال وارثوں کو بانٹ دینا چاہئے ان کو اختیار ہے اپنے اپنے حصہ میں سے چاہے شرع کے موافق کچھ کریں یا نہ کریں بلکہ وارثوں سے اس خرچ کرنے اور خیرات کرنے کی اجازت بھی نہ لینا چاہئے کیونکہ اجازت لینے سے فقط ظاہر دل سے اجازت دیتے ہیں کہ اجازت نہ دینے میں بدنامی ہو گی۔ ایسی اجازت کا کچھ اعتبار نہیں۔

مسئلہ :- اسی طرح یہ جو دستور ہے کہ اس کے استعمالی کپڑے خیرات کر دئے جاتے ہیں یہ بھی بغیر اجازت وارثوں کے ہرگز جائز نہیں اور اگر وارثوں میں کوئی نابالغ ہو تب تو اجازت دینے پر بھی جائز نہیں پہلے مال تقسیم کر لو تب بالغ لوگ اپنے حصہ میں سے جو چاہیں دیں بغیر تقسیم کئے ہرگز نہ دینا چاہئے۔

باب : 54

علم فرائض کی اہمیت و فضیلت (میراث)

علم فرائض نہایت اہم اور قابل قدر علم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں خاص طور سے نہایت وضاحت کے ساتھ اس کی تعلیم فرمائی ہے اور ہر ایک وارث کے حصے کو جدا جدا مقرر و معین فرما دیا ہے۔ اور چونکہ عربی زبان میں مقرر اور طے شدہ کو فریضہ کہتے ہیں اور فریضہ کی جمع فرائض ہے اس لئے اس علم کو علم فرائض کہتے ہیں۔

وارثوں کے حصے بیان کر کے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس طرز تقسیم کی حکمتوں کو خدا تعالیٰ ہی جانتا ہے تم لوگ پوری طرح نہیں سمجھ سکتے۔ اور فرمایا کہ جو لوگ ہمارے ان احکام کی تعمیل کریں گے ہم ان کو جنت میں جگہ دیں گے اور جو لوگ ہماری بات کو نہیں مانیں گے وہ دوزخ کے مستحق ہونگے۔ اور احکام کے خاتمہ پر فرمایا کہ ہم ہی صاف و صریح احکام اپنی طرف سے اس لئے مقرر فرماتے ہیں تاکہ تم لوگ گمراہ نہ ہو جاؤ (کیونکہ مال و میراث کے بارہ میں عدل و انصاف سے کام لینا بہت مشکل ہے۔ ہر شخص اپنی طرف کو جھکتا ہے اور اپنے نفع کو مقدم سمجھتا ہے)

غرض اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق جب یہ علم اور اس کے احکام پر عمل کرنا ہدایت اور جنت میں داخلہ کا سبب ہے اور اس سے ناواقف رہنے میں گمراہی کا خطرہ ہے اور اس کے خلاف عمل کرنے کا نتیجہ دوزخ ہے تو اس علم کے سیکھنے سکھانے اور عمل کرنے میں جس قدر فضیلت اور جس قدر تاکید وارد ہو بہت مناسب ہے۔

1- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک فصیح و بلیغ پر درد اور رقت آمیز موثر وعظ میں فرمایا "اے لوگو! میں تم میں ہمیشہ نہیں رہوں گا۔ فرائض کو سیکھ لو اور (یکے بعد دیگرے) لوگوں کو سکھاؤ۔ وہ وقت قریب ہے کہ وحی کا دروازہ بند ہو جائے گا۔ (یعنی آپ کی وفات پر وحی کا سلسلہ ختم ہو جائے گا) اور (پھر) علم کے

معدوم ہونے کا وہ زمانہ (بھی) آئے گا کہ دو آدمی ایک ضروری مسئلہ میں جھگڑتے ہونگے لیکن کوئی (شریعت کے مطابق) فیصلہ کرنے والا نہ ملے گا۔"

2- حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے لوگو فرائض کو ایسی ہی توجہ اور محنت سے سیکھو جس طرح قران پاک کو سیکھتے ہو۔ کبھی فرماتے تھے کہ مسلمانو! فرائض کو سیکھو اس لئے کہ وہ تمہارے دین کا ایک ضروری علم ہے۔

میراث اور وارثت سے متعلق اہم تنبیہہ:-

میراث و توریث کوئی اختیاری معاملہ نہیں بلکہ ایسا حق ہے کہ مورث (مرنے والا) اور وارث نہ بھی چاہیں تب بھی ثابت ہو جاتا ہے۔

اگر وارث کسی وجہ سے مثلاً" آپس کے لڑائی جھگڑے اور رنجش کی وجہ سے یا دوسرے وارثوں کو فائدہ پہنچانے کی غرض سے چاہتا ہے کہ میں فلاں میت کے مال میں سے حصہ نہ لوں تو اس کے چاہنے سے کچھ نہیں ہو سکتا۔ میت نے مال چھوڑا ہے اور یہ اس کے شرعی وارثوں میں سے ہے تو یہ شخص خود بخود شرعا" اس کا مالک اور وارث ہو جائے گا خواہ قبول کرے یا نہ کرے۔ البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ اپنا حصہ لینے کے بعد کسی دوسرے کو دے دے اور اپنے پاس نہ رکھے۔

اسی طرح اگر مورث چاہتا ہو کہ فلاں وارث میرے مال میں حصہ دار نہ بنے تو اس کی خواہش سے کچھ نہیں ہو سکتا۔ اس کے مرنے کے بعد وہ شخص جو شرعا وارث ہے خود بخود مالک بن جائے گا اور اسکا حصہ اس کو ضرور دیا جائے گا۔ اگر بالفرض اس مورث نے عاق نامہ بھی تحریر کر دیا کہ میں اپنے فلاں وارث سے (بیٹا ہو یا بیٹی یا اور کسی قسم کا وارث ہو) فلاں وجہ سے ناراض ہوں وہ میرے مال اور ترکہ سے محروم رکھا جائے تو وہ وارث عاق نامہ کی وجہ سے شرعا محروم نہ ہو گا اور مقرر حصہ اس کو ملے گا۔ ایسے ہی اگر اپنے ترکہ کے بارے میں شرعی قاعدہ کے خلاف زبانی یا تحریری فیصلہ کر دیا کہ میری وفات کے بعد وہ اس طرح سے تقسیم ہو یعنی شرعی حصوں سے کم و بیش مقرر کیا تو اس کا یہ فیصلہ

باطل ہو گا اور میراث شرعی قاعدہ کے مطابق ہی تقسیم ہو گی۔ البتہ اگر ضرورت اور مجبوری ہو مثلاً" کوئی وارث اوباش و بدمعاش ہو کہ اگر اس کو حصہ ملے گا تو وہ اس کو صرف اپنی اوباشی میں خرچ کرے گا تو اس وقت اس وارث کو محروم کرنے کی صورت یہ ہے کہ موجودہ سامان و جائداد جن لوگوں کو دینا ہے زندگی ہی میں ان کو دے کر ان کا قبضہ کرادے۔ اس کے مرنے کے بعد جب کچھ ترکہ ہی باقی نہیں رہے گا تو نہ میراث جاری ہو گی نہ کسی کو حصہ ملے گا۔ لیکن مجبوری اور شرعی وجہ کے بغیر کسی وارث کو محروم کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "جو شخص اپنے وارث کو میراث سے محروم کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو جنت سے محروم فرمادیں گے۔

جو لوگ عورتوں کو میراث سے محروم کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ شادی غمی وغیرہ تقریبات میں کچھ نقد و جنس دے کر معاوضہ ادا کر دیا تھا وہ بھی اللہ کی نافرمانی کے مرتکب ہوتے ہیں اور عورتوں کا حق ظلم سے دباتے ہیں۔

مال و جائیداد میں نہ انبیاء علیہم السلام کسی کے وارث ہوتے ہیں نہ کوئی انکا وارث ہوتا ہے:۔

انبیاء علیہم السلام احکام خداوندی کو بلا کسی مالی غرض کے امت تک پہنچانے والے ہوتے ہیں اور امت کیلئے ناصح و مشفق ہوتے ہیں اور علی الاعلان فرماتے ہیں لا نرید منکم جزاء ولا شکورا یعنی ہم اپنی نصیحت و ابلاغ اور خیر خواہی کا تم سے کوئی معاوضہ نہیں مانگتے اور ہم تم سے مال طلب نہیں کرتے۔ اب اگر وہ کسی قریبی میت کے مال میں سے حصہ پاتے تو دشمنوں کو کہنے کا موقع ملتا کہ دیکھئے اپنی امت سے مال حاصل کیا۔ (کیونکہ انبیاء کے اقرباء بھی تو ان کی امت میں داخل ہیں) اور جب انبیاء کی میراث ان کے وارثوں کو پہنچتی تو مخالفین کو یہ اعتراض کرنے کی گنجائش ملتی کہ اپنے عزیزوں کیلئے مال جمع کرکے رکھ گئے۔ اب اس اعتراض کی جڑ ہی کٹ گئی۔

البتہ انبیاء علیہم السلام کی میراث دراصل وہ علوم ہیں جو انہوں نے امت کو

سکھائے۔ شیعہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر طعن کرتے ہیں کہ انہوں نے فدک کی جائیداد میں سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی میراث کا حصہ نہیں دیا۔ حالانکہ خود شیعوں کی معتبر کتاب کافی کلینی میں امام جعفر صادق رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

ان العلماء ورثة الانبیاء و ذلک ان الانبیاء لم یورثوا درهما ولا دینارا وانما ورثوا احادیث من احادیثهم فمن اخذ منها فقد اخذ بحظ وافر (بحوالہ ہدایۃ الشیعہ ص 43)

ترجمہ - بے شک علماء انبیاء کے وارث ہیں۔ اور یہ اس لئے کہ انبیاء نے کسی کو درہم اور دینار کا وارث نہیں بنایا۔

حضرت امام جعفر صادق رحمہ اللہ نے صاف فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام کا ورثہ صرف علم ہوتا ہے مال و جائیداد نہیں ہوتا۔

فدک کی جائیداد مال فئی تھا جو اس مال کو کہتے ہیں جو دشمن سے لڑائی کے بغیر حاصل ہوتا ہے۔ اور یہ بیت المال میں شامل تھا جس میں سے نبی ﷺ بھی بقدر حاجت لیتے تھے۔ سورہ حشر میں ہے۔

ما افاء اللّٰہ علی رسوله فللّٰه وللرسول و لذی القربی والیتامی والمساکین وابن السبیل

جو کچھ کہ فئی کیا اللہ نے اپنے رسول پر سو وہ اللہ کا ہے اور رسول کا اور قرابت والوں کا اور یتیموں کا مسکینوں اور مسافروں کا ہے اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مال فئی کا مصرف بیان کیا ہے جو کہ بے انتہا لوگ ہیں۔ لہذا یہ ان کی ملکیت نہیں بلکہ بیت المال کی جائیداد ہے جس کے نفع سے فائدہ اٹھانے کے مذکورہ لوگ مستحق ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں اس کو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی اولاد میں تقسیم نہیں کیا اور حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے جب اپنی خلافت میں فدک امام باقر رحمۃ اللہ علیہ کے سپرد کیا تو انہوں نے متولی بن کر اس کو اپنے پاس رکھا میراث کے طور پر تقسیم نہیں کیا۔

کونسا مال ترکہ و میراث بنتا ہے اور کونسا نہیں بنتا:۔

وہ تمام مال و جائیداد جس پر شریعت نے آدمی کی ملکیت ہونے کا حکم لگایا ہے اور کسی دوسرے کا حق اس کے ساتھ متعلق نہیں اور وہ اس کو چھوڑ کر مرگیا تو وہ سب ترکہ اور مال میراث ہے خواہ وہ اس کو ماں باپ دادا وغیرہ کسی رشتہ دار سے میراث میں ملا ہو یا بیوی یا شوہر کی جانب سے ملا ہو یا خود کمایا ہو۔ غرض جو چیزیں موت کے وقت آخری دم میں اس کی خالص ملکیت میں تھیں خواہ کسی ذریعہ سے مالک بنا ہو اور خواہ وہ چیزیں زمین ' باغ ' مکان ' نقدی ' زیور ' کپڑا ' جانور ہوں یا گھر کا اسباب و آرائش کا سامان ہر ایک چھوٹی سے چھوٹی چیز بھی ترکہ میں داخل ہے یہاں تک کہ میت کے بدن پر جو کپڑے ہیں وہ بھی اس میں داخل ہیں۔

جو مال میت کے پاس ایسا ہو کہ شریعت نے اس پر ملکیت کا حکم نہیں لگایا یا غیر کا حق اس کے ساتھ متعلق ہے وہ ترکہ میں داخل نہ ہو گا مثلاً

1- جو چیزیں میت نے کسی سے عاریت لی تھیں یا کسی نے اس کے پاس امانت رکھ دی تھیں ان میں وراثت جاری نہ ہو گی کیونکہ وہ میت کی ملک نہیں۔

2- اگر میت نے کسی کا مال غصب یا چوری یا خیانت کرکے رکھ لیا تو اس میں میراث جاری نہ ہو گی۔ اسی طرح سود اور رشوت اور بیمہ میں جمع کرائی ہوئی رقم سے زائد مال میں بھی میراث جاری نہ ہو گی کیونکہ شریعت نے ان پر مالک ہونے کا حکم نہیں لگایا۔

3- وہ چیز جس کو میت نے قرض کے عوض میں رہن یعنی گروی رکھ دیا تھا اور میت نے اس قرض کو ادا کرنے کیلئے کوئی مال بھی نہیں چھوڑا تو وہ چیز میت کے ترکہ میں داخل نہیں ہو گی۔ اس چیز کو فروخت کرکے قرض خواہ پہلے اپنا قرض وصول کرے گا اور پورے قرض کی وصولی کے بعد اگر قیمت میں سے کچھ رقم بچے تو وہ وارثوں میں تقسیم ہو گی۔

4- فیملی پنشن یا کوئی اور فنڈ جو حکومت یا ادارے کی جانب سے ہمدردی کی بنیادوں پر ملے ہوں وہ ترکہ میں شامل نہیں بلکہ صرف ان افراد کا حق ہیں جو میت کے زیر کفالت تھے اور وہ رقم ان افراد میں برابر برابر تقسیم ہو گی۔ البتہ اگر تصریح کی گئی ہو کہ یہ فنڈ صرف فلاں شخص کیلئے ہے تو پھر اس کا حق ہے۔

مسئلہ :- حکومت یا ادارے کی طرف سے لکھوا لیا جاتا ہے کہ وفات کی صورت میں فلاں عزیز کو واجبات ادا کئے جائیں۔ اس سے تنہا وہ شخص ان واجبات کا مالک نہیں بنتا بلکہ وہ صرف واسطہ ہوتا ہے کہ اس کے ذریعہ سے حقداروں کو ان کا حق پہنچ جائے۔ اگر وہ رقم میت کی موت سے پہلے واجب الادا ہو چکی تھی تو تمام وارثوں میں ان کے شرعی حصوں کے مطابق تقسیم ہو گی۔ اور اگر وہ میت کی موت سے پہلے واجب الادا نہ تھی تو صرف زیر کفالت افراد میں اس کو مساویانہ تقسیم کیا جائے گا۔

5- جس چیز کے ساتھ شرعاً کسی کا حق متعلق نہیں لیکن میت نے اپنی طرف سے اس شے کو کسی کے نامزد کر دیا ہے اور اپنی ملک سے نکال کر اس شخص کی ملک اور قبضے میں نہیں دیا میت کے انتقال کے بعد اس شے میں میراث جاری ہو گی اور سب وارثوں کا حق سمجھی جائے گی۔ جس کے نامزد کی تھی اس کی کوئی خصوصیت نہ رہے گی۔ مثلاً" زید نے اپنے بیٹے کی شادی کے لئے نقد و جنس بہت کچھ جمع کیا تھا اور ارادہ تھا کہ اس کو خاص فلاں بیٹے کی شادی میں صرف کروں گا یا بیٹی کیلئے زیور اور کپڑا تیار کیا تھا کہ جہیز میں دونگا۔ اتفاق سے زید کا انتقال ہو گیا تو اس سب مال و اسباب و زیور میں تمام وارثوں کا حق ہو گا اس بیٹے اور بیٹی کا علیحدہ سے کوئی خاص استحقاق نہ ہو گا۔ یا مثلاً" مسجد تعمیر کرانے کیلئے یا حج کرنے کیلئے یا فی سبیل اللہ تقسیم کرنے کیلئے رقم جمع کر رکھی تھی اور اسے موت آگئی تو یہ رقم ترکہ میں داخل ہو کر میراث میں تقسیم ہو گی۔ البتہ اگر ان کاموں کیلئے وصیت کر گیا ہو تو وصیت کے قواعد کے مطابق اس پر عمل کیا جائے گا۔

6- مکان یا کسی اور جائیداد کی رجسٹری و کاغذات میں محض کسی عزیز کا نام لکھنے سے

وہ اس کا مالک نہیں بن جاتا جب تک مالک اس عزیز کو وہ جائیداد ہبہ کرکے اس پر اس عزیز کا قبضہ نہ کرادے۔

بعض وہ حقوق جن میں وراثت جاری ہوتی ہے:۔

-1 میت کا ایک مشترکہ مکان میں حصہ ہے جس میں سب حصہ دار ایک ہی راستے سے آتے جاتے تھے۔ اس راستے میں آمد و رفت کا حق جیسے میت کو حاصل تھا اس کے وارثوں کو بھی حاصل رہے گا اور اس حق میں میراث جاری ہوگی۔

-2 میت کے پاس جو چیز رہن یعنی گروی تھی اور جب تک قرض وصول نہ ہو جائے اس کے روکنے کا اسے حق حاصل تھا۔ اس کی وفات کے بعد اس کے وارثوں کو بھی یہ حق حاصل رہے گا کہ جب تک قرض وصول نہ ہو وہ مرہونہ شی مالک کو واپس نہ دیں۔

بعض وہ حقوق جن میں میراث جاری نہیں ہوتی:۔

-1 زید کے ہمسایہ کا مکان یا زمین فروخت ہوئی اور زید نے حق شفعہ کا دعویٰ کرکے جائیداد لینا چاہی۔ ابھی جائیداد اس کو دلائی نہیں گئی تھی کہ اس کی وفات ہو گئی تو اب اس کے وارثوں کو یہ حق نہیں پہنچے گا کہ شفعہ کا دعویٰ کرکے خریدار سے جائیداد لے لیں۔

-2 میت نے جو چیز کسی سے دو ماہ کیلئے مستعار لی تھی اور دو ماہ ختم ہونے سے پہلے مر گیا۔ اب وارثوں کو یہ حق حاصل نہیں کہ دو ماہ پورے ہونے تک اس چیز سے نفع اٹھائیں بلکہ میت کی وفات کے وقت اصل مالک اپنی چیز فی الحال واپس لے سکتا ہے۔

-3 اگر میت کسی قوم کا سردار یا محلہ و شہر کا امام یا کسی وقف کا متولی تھا یا کسی وقف مدرسہ کا مہتمم تھا تو یہ حق اس کے وارثوں کو نہ پہنچے گا نہ سب کو اور نہ کسی ایک کو۔ بلکہ جو شخص ان کاموں کی اہلیت و لیاقت رکھتا ہو اور مسلمان اپنے اتفاق

سے اس کو مقرر کر دیں یا حاکم وقت کی طرف سے متعین کر دیا جائے وہی حقدار ہو جائے گا۔ میت کی طرف سے بطور وراثت کے نہیں بلکہ عام مسلمین یا حاکم وقت کے مقرر کر دینے کی وجہ سے۔

میراث پر مقدم حقوق

تین چیزیں ایسی ہیں جو تقسیم ترکہ پر مقدم ہیں۔ ان کو پورا کرنے کے بعد جو کچھ باقی رہے اس میں میراث جاری ہو گی۔ اور اگر میت کا ترکہ ان ہی چیزوں میں ختم ہو جائے تو وارثوں کو کچھ نہ ملے گا۔ وہ تین چیزیں یہ ہیں (1) تجہیز و تکفین (2) قرض (3) وصیت۔

تجہیز و تکفین:۔

مسئلہ: میت کے ترکہ میں سے سب سے پہلے اس کی تجہیز و تکفین کا خرچ لیا جائے گا۔ مگر یہ کام نہایت سیدھے سادے شرعی طریقے سے سنت کے مطابق اور میت کی حیثیت کے موافق کیا جائے یعنی کفن کے کپڑوں کی تعداد مقدار سنت کے موافق ہو اور کپڑا ایسی قیمت کا ہو جس کو وہ پہن کر عام طور سے گھر سے باہر نکلتا تھا۔ نہ اس قدر کم قیمت اور ردی کفن دیں جس سے اس کی تحقیر و تذلیل ہو نہ اتنا بیش قیمت دیں جس میں اسراف ہو اور وارثوں کے حق میں کمی آئے۔ قبر کچی اور سادی بنائی جائے خواہ میت مالدار ہو یا غریب ہو۔ غسل دینے والے کی اجرت اور گورکنی و سامان وغیرہ کا خرچ بھی اسی طرح حسب حیثیت متوسط درجہ کا کیا جائے۔

مسئلہ: عورت کا اگر شوہر موجود ہو تو عورت کا کفن اس کے ذمے پر واجب ہے عورت کے ترکہ میں سے اس کا خرچ نہ لیا جائے۔ اگر شوہر نہیں ہے تو مرنے والی کے ترکہ اور مال میں سے خرچ کیا جائے۔

مسئلہ: اگر میت نے بالکل کچھ بھی مال اور ترکہ نہیں چھوڑا جس سے اس کی تجہیز و تکفین کی جائے تو اس کے وارثوں سے ہر ایک کے حصہ میراث کے بقدر چندہ جمع کیا جائے

یعنی اگر مال ہوتا تو جس شخص کو مثلاً" نصف ترکہ ملتا اس سے نصف خرچہ لیا جائے گا اور جس شخص کو تہائی ترکہ ملتا اس سے تہائی خرچہ وصول کیا جائے گا۔

اگر میت کے کوئی رشتہ دار نہ ہوں یا ہوں مگر مفلس اور محتاج ہوں یا پردیس میں ہوں تو تمام خرچ اسلامی حکومت کے سرکاری بیت المال سے دلایا جائے۔

اگر اسلامی حکومت یا بیت المال موجود نہ ہو تو اہل محلہ اور اہل شہر میں سے ان لوگوں پر واجب ہو گا جنکو اس میت کے حال کی اطلاع ہو کہ وہ سب چندہ کرکے اس کی تجہیز و تکفین کا سامان کریں۔

قرض:۔

جب تجہیز و تکفین کے خرچ سے کچھ مال باقی رہے اور میت پر قرض ہو تو اب پہلے قرض ادا کیا جائے۔ قرض کی دو قسمیں ہیں:

1- اول وہ قرض جو صحت میں (یعنی مرض الموت سے پہلے) میت کے اقرار سے ثابت ہوا یا گواہوں کی گواہی سے ثابت ہوا۔

2- وہ قرض جس کا مرض الموت میں میت نے اقرار کیا مثلاً" کہا کہ فلاں شخص کا اس قدر روپیہ میرے ذمہ واجب ہے یا میں نے اس کی فلاں شے ضائع کردی تھی اس کی قیمت میرے ذمے واجب ہے۔ اور یہ صرف میت کا اقرار ہی اقرار ہو گواہوں سے یہ قرض ثابت نہ ہو۔

مرض الموت سے مراد وہ مرض ہے جس میں مریض کی وفات ہو جائے اور اگر مریض پرانا بیمار ہو تو اس سے مراد وہ وقت ہے جب سے مرض میں تیزی آئی جو موت کا سبب بنی۔

اگر تجہیز و تکفین کے بعد باقی ماندہ مال دونوں قسموں کے قرضوں کی ادائیگی کے لئے کافی ہے تو بلا تکلف دونوں قسموں کے قرض ادا کئے جائیں گے۔

اگر مال ادائے قرض کیلئے کافی نہیں اور دونوں قسم کا قرض میت پر ہو تو پہلے اول

قسم کا قرض ادا کیا جائے پھر اگر کچھ بچے تو دوسری قسم کا قرض ادا کیا جائے۔

اگر پہلی قسم کے قرض کی ادائیگی کے بعد کچھ نہ بچے تو دوسری قسم کے قرض خواہ بالکل محروم رہیں گے۔

اگر سب قرض صحت کے زمانے کے ہیں لیکن ترکہ اتنا نہیں کہ وہ سب پورے کے پورے ادا کیئے جاسکیں تو ان میں باہمی تناسب سے ادائیگی کی جائے گی مثلاً" زید کا قرض پانچ ہزار ہے بکر کا تین ہزار اور خالد کا دو ہزار جبکہ کل ترکہ دو ہزار ہے تو 5 : 3 : 2 کے تناسب سے دو ہزار کے دس حصے کریں گے' جن میں سے پانچ حصے زید کو تین حصے بکر کو اور دو حصے خالد کو دیں گے۔

اگر میت نے کچھ مال نہ چھوڑا اور اس پر قرض ہو یا اتنا کم چھوڑا کہ قرض کی پوری ادائیگی اس میں سے نہیں ہو سکتی تو قرض خواہ میت کے وارثوں پر جبر نہیں کر سکتے کہ تم اپنے پاس سے ادا کرو۔ البتہ اگر میت کے وارثوں کو وسعت ہو تو مناسب ہے کہ قرض ادا کرکے اپنے عزیز میت کو قرض سے سبکدوش کرا دیں اور اجر حاصل کریں۔

بیوی کا مہر اگر زندگی میں ادا نہ کیا ہو اور نہ ہی بیوی نے معاف کیا ہو تو وہ بھی میت کے ذمے ایسا ہی قرض ہے جیسا دیگر لوگوں کا قرض۔ وصیت اور میراث کی تقسیم پر مہر کی ادائیگی مقدم ہو گی۔

وصیت:۔

ابتدائے اسلام میں وصیت فرض تھی یعنی اپنے اختیار سے والدین اور رشتہ داروں کیلئے اپنے مال میں سے حصے مقرر کر جانا ہر صاحب مال شخص پر واجب تھا۔ یہ حکم پھر منسوخ ہو گیا اور اللہ تعالیٰ نے خود ہی حصے مقرر فرما کر مال کی تقسیم کا طریقہ بتا دیا۔ لیکن ایک تہائی میں اب بھی بندہ کا اختیار باقی رکھا تاکہ اس وقت نیکی کی راہ میں خرچ کرکے کچھ ثواب کما سکے یا اپنے کسی دوست یا غیر وارث رشتہ دار کو کچھ دینا چاہے تو اس تہائی میں سے دیدے۔

وصیت اس شخص کیلئے ہو سکتی ہے جو میت کا وارث نہ ہو۔ اگر وارث کیلئے وصیت ہو گی تو غیر معتبر ہو گی البتہ اگر باقی وارث عاقل بالغ ہوں اور پھر اس کی اجازت دیدیں اور اس کو منظور کرلیں تو معتبر ہو جائے گی۔

کسی شخص کے بیٹے ہوں اور یتیم پوتے بھی ہوں جو امداد کے مستحق ہوں تو چونکہ بیٹے کے ہوتے ہوئے پوتے وارث نہیں ہوتے اس لئے یہ شخص اپنے یتیم پوتے پوتیوں کیلئے ایک تہائی مال تک وصیت کر سکتا ہے۔

وصیت سے پھر جانا:۔

جب وصیت کر دی اور عام طور سے لوگوں کو معلوم ہو گئی یا گواہ موجود ہیں تو انکار کرنے سے وصیت باطل نہ ہو گی اور یہ کہنا معتبر نہ ہو گا کہ میں نے وصیت نہیں کی۔

البتہ اگر یوں کہے کہ میں اس وصیت سے رجوع کرتا ہوں یا اسے جاری کرانا نہیں چاہتا یا اس وصیت کو تبدیل کر کے دوسری وصیت کر دے تو پہلی وصیت باطل ہو جائے گی گویا کہ کی ہی نہیں تھی۔

جب تک وصیت کرنے والا زندہ ہے اس کو اس طرح وصیت باطل کر دینے کا پورا اختیار ہے۔

اسی طرح اگر زندگی میں کوئی ایسا کام کرے جس سے معلوم ہو کہ وصیت سے پھر گیا ہے تب بھی وصیت باطل ہو جائے گی۔ مثلاً" ایک زمین کی کسی کیلئے وصیت کی تھی پھر اسی زمین میں اپنا مکان بنالیا ہو یا کپڑے کے تھان کی وصیت کی تھی پھر اس کو فروخت کر دیا تو ان صورتوں میں سمجھا جائے گا کہ وہ شخص اپنی وصیت سے پھر گیا ہے۔

میراث سے محروم کرنے والی چیزیں

وہ چیزیں یہ ہیں (1) قتل مورث (2) اختلاف دین (3) اختلاف دار (یعنی اختلاف سلطنت)

قتل مورث:۔

اگر بالغ وارث نے اپنے مورث کو ظلماً" قتل کر دیا تو یہ میراث سے بالکل محروم رہے گا خواہ کاٹنے والی چیز (مثلاً" تلوار چھری بندوق کی گولی) سے قتل کیا ہو یا کسی بڑی موٹی بھاری زور دار چیز (مثلاً" موٹا لٹھ یا بھاری پتھر) سے مارا ہو جس کے مارنے سے عموماً" آدمی مرجاتے ہوں یا کسی چھوٹی چیز (مثلاً" پتلی چھڑی اور چھوٹے پتھر) سے مارا ہو کے جس سے عموماً" لوگ مرتے نہیں لیکن اتفاق سے مورث کی موت اس ضرب سے واقع ہو گئی۔ پھر قصداً مارا ہو یا غلطی اور خطا سے مورث کو مارا گیا ہو (مثلاً" رائفل درست کر رہا تھا کہ بلا قصد چل گئی اور مورث کو گولی لگ گئی) دونوں صورتوں میں وارث میراث سے محروم ہو جائے گا۔

البتہ اگر ظلماً" نہیں مارا بلکہ مورث اس پر ناحق حملہ آور ہوا اور اس نے اپنے آپکو بچانے کیلئے مورث پر وار کیا جس سے وہ مرگیا تو یہ وارث میراث سے محروم نہ ہو گا۔
نابالغ یا مجنون نے اپنے مورث کو قتل کر دیا تو میراث سے محروم نہ ہو گا۔

اختلاف دین:۔

اگر وارث مسلمان ہے اور مورث کافر ہے (خواہ ہندو ہو یا عیسائی یہودی آتش پرست ہو یا دہریہ) تو اس کی میراث مسلمان کو نہیں ملے گی بلکہ اگر اس کافر کے کافر وارث موجود ہوں تو صرف ان میں تقسیم کی جائے گی اور اگر کوئی بھی نہ ہو تو بیت المال میں جمع کی جائے گی۔

اور اگر مورث مسلمان ہو اور وارث کافر ہو تو اس کو بھی مسلمان مورث کی میراث نہیں ملے گی بلکہ جو وارث مسلمان ہوں صرف ان ہی میں تقسیم کی جائے گی۔
مثلاً" کسی ہندو کا بیٹا مسلمان ہو گیا۔ اب اس کے باپ کو کچھ حصہ نہ ملے گا۔ ہاں اگر اس بیٹے کی کوئی زوجہ یا اولاد مسلمان ہو تو ان کو ترکہ دیا جائے گا۔ اور اگر کوئی بھی مسلمان وارث نہ ہو تو ترکہ بیت المال میں جمع کر دیا جائے گا۔

اگر کسی مسلمان نے عیسائی عورت سے نکاح کر لیا تو مسلمان شوہر کی وفات پر زوجہ کو کچھ میراث نہ ملے گی۔ البتہ اگر مہرادا نہ کیا ہو تو وہ دلایا جائے گا۔ اور اگر عیسائی زوجہ کی شوہر کی زندگی میں وفات ہو گئی تو اس کے ترکہ میں سے شوہر کو کچھ نہ ملے گا۔

جو شخص مرتد ہو جائے مثلاً" قادیانی ہو جائے یا منکر حدیث ہو جائے یا دہریہ ہو جائے تو وہ بھی کافروں کی مانند اہل اسلام کی میراث سے محروم رہے گا۔ البتہ اس کے ارتداد کی حد میں مارے جانے کے بعد یا کافروں کے ملک منتقل ہونے کے بعد اگر اس کا مال اہل اسلام کے قبضے میں ہو تو حالت اسلام میں حاصل کیا ہوا مال اس کے مسلمان وارثوں پر تقسیم کیا جائے گا اور حالت ارتداد کی کمائی بیت المال میں جمع کی جائے گی۔

مسلمان ملک میں رہنے والے اگر غیر مسلم میراث سے متعلق اپنا مقدمہ مسلمانوں کی عدالت میں لائیں تو ان کے درمیان میراث جاری کرائی جائے گی اگرچہ ان کے دین مختلف ہوں مثلاً" شوہر ہندو ہو اور عورت عیسائی ہو۔

اختلاف سلطنت:۔

یعنی میت اور وارث کے ملک و سلطنت کا مختلف ہونا۔

مسلمان کا وارث خواہ کسی بھی ملک میں رہتا ہو اور خواہ ایک اسلامی ملک میں رہتا ہو اور دوسرا کافروں کے ملک میں رہتا ہو اپنے مورث کے مال سے کبھی محروم نہیں ہوتا۔

البتہ جو لوگ مسلمان نہیں ہیں ان میں اگر میت اور وارث دو مختلف ملکوں میں رہتے ہوں اور ان ملکوں میں باہم صلح نہ ہو تو دوسرے ملک کے رہنے والے میت کی میراث اس کے وارث کو نہ پہنچے گی۔

وہ امور جو میراث سے محروم نہیں کرتے

صغر سنی:۔

یعنی کم عمر ہونے سے میراث کے حصہ میں کچھ کمی نہیں آتی۔ میت کا ایک بیٹا

جوان ہو عالم فاضل اور عاقل ہو اور دوسرا تین روز کا شیر خوار بچہ ہو تو دونوں کو میراث میں برابر حصہ ملے گا۔

نکاح ثانی :-

نکاح ثانی کر لینے سے عورت اپنے پہلے شوہر کی میراث سے محروم نہیں ہوتی کیونکہ نکاح ثانی کوئی جرم نہیں ہے۔ جو لوگ نکاح ثانی کو عار سمجھ کر اس کی وجہ سے عورت کو شوہر کی میراث سے محروم کر دیتے ہیں وہ بڑے گناہ کے مرتکب ہوتے ہیں۔

نافرمانی یا بدکاری :-

نافرمان یا بدکار ہونے سے کوئی شخص میراث سے محروم نہیں ہو سکتا۔ اگر ایک بیٹے نے باپ کی تمام عمر خدمت کی اور دوسرا بیٹا کبھی پاس بھی نہ پھٹکا بلکہ رنج پہنچاتا رہا تب بھی دونوں بیٹے برابر کے مستحق ہونگے اگرچہ میت نے زبانی یا تحریری کارروائی سے اس کو عاق و محروم بھی کر دیا ہو۔

وارثوں کا بیان اور انکی قسمیں

عام طور سے جو وارث پائے جاتے ہیں وہ تین طرح کے ہوتے ہیں۔ وہ تین قسم کے وارث یہ ہیں:

1- ذوی الفروض :- یعنی وہ وارث جنکے حصے اور میراث کی مقدار شریعت میں مقرر اور متعین کر دی گئی ہے۔

2- عصبات نسبی :- یعنی میت سے نسبی تعلق رکھنے والے وہ مرد رشتہ دار جنکے رشتہ میں عورت کا واسطہ اور ذریعہ نہ ہو اور شریعت میں ان کا کچھ حصہ مقرر نہ ہو بلکہ ذوی الفروض کے پورے حصے نکال لینے کے بعد جو کچھ ترکہ باقی رہے وہ ان کو مل جائے گا اور اگر باقی نہ رہے تو یہ محروم رہیں گے۔

3- ذوی اللارحام :- وہ وارث ہیں جن کا حصہ بھی شریعت میں مقرر نہیں ہے۔

میت میں اور ان میں عورت کے واسطے سے رشتہ قائم ہو یا وہ خود عورت ہو۔
ذوی الفروض اور عصبات بالکل نہ ہوں تب ذوی الارحام میراث میں حصہ دار بنتے ہیں۔
تنبیہہ :- اگر کسی میت کا مذکورہ بالا قسموں میں سے کوئی بھی وارث نہ ہو یا کوئی ہو مگر کسی کو بھی معلوم نہ ہو تو اس کا مال اسلامی حکومت کے بیت المال میں جمع کیا جائے اور اسکو رفاہی کاموں، دفاع اور مدارس وغیرہ ضروریات میں خرچ کیا جائے۔ لیکن آج کل چونکہ کوئی ایسا تسلی بخش انتظام نہیں ہے لہٰذا میت کا ترکہ فقراء پر صدقہ کر دیا جائے۔

ذوی الفروض کا بیان :-

ذوی الفروض یعنی وہ وارث جن کا حصہ شریعت نے مقرر و معین فرما دیا ہے تیرہ شخص ہیں۔ چار مرد اور نو عورتیں ہیں۔ جو یہ ہیں میت کا باپ، دادا، ماں شریک بھائی، شوہر، زوجہ، والدہ، بیٹی، پوتی، حقیقی بہن، باپ شریک بہن، ماں شریک بہن، دادی، نانی۔
اب ان اشخاص کے حالات تفصیل سے لکھے جاتے ہیں۔

میت کے باپ کے حصے :-

باپ کے تین حال ہیں:

1- جب میت کا کوئی بیٹا یا بیٹے کی مذکر اولاد یا پوتے کی مذکر اولاد ہو تو باپ کا چھٹا حصہ ہوتا ہے۔
2- میت کی نرینہ اولاد کسی درجے میں بھی نہ ہو بلکہ بیٹی، پوتی یا پڑپوتی موجود ہو تو باپ کو چھٹا حصہ ملتا ہے۔ اور پھر باقی ذوی الفروض کو دینے کے بعد کچھ بچے تو وہ بھی باپ کو (عصبہ ہونے کی وجہ سے) دے دیا جاتا ہے۔
3- اگر میت کی نہ بیٹی ہے نہ بیٹا ہے نہ بیٹے کی اولاد ہے اور نہ پوتے پڑپوتے کی اولاد ہے تو اس صورت میں دیگر ذوی الفروض کو انکے حصے دینے کے بعد باقی مال

سارا کا سارا باپ کو ملے گا۔

میت کے دادا کے حصے:۔

اگر میت کا باپ زندہ ہو تو دادا کو کچھ حصہ نہیں ملتا کیونکہ باپ کا درجہ قریب ہے اس کی موجودگی میں دادا مستحق نہیں ہو سکتا۔ البتہ جب باپ موجود نہ ہو تو دادا کو بالکل اسی طرح وہی حصے ملتے ہیں جو باپ کو ملتے ہیں۔

میت کے ماں شریک بھائی کے حصے:۔

وہ بھائی جو صرف ماں میں شریک ہے باپ دونوں کا جدا ہے اس کو اخیافی بھائی بھی کہتے ہیں۔ اس کے تین حال ہیں:

1- اگر میت کے باپ دادا موجود ہوں یا اس کا بیٹا بیٹی پوتا پوتی وغیرہ کوئی موجود ہو تو ماں شریک بھائی کو کچھ نہیں ملتا۔

2- اگر مذکورہ بالا کوئی موجود نہ ہو تو

الف۔ اگر ماں شریک بھائی صرف ایک ہو تو اس کو ترکہ کا چھٹا حصہ ملتا ہے۔

ب۔ اگر اس قسم کے بھائی ایک سے زیادہ ہوں خواہ صرف بھائی ہوں یا ماں شریک بہنیں بھی ساتھ ہوں تو ان سب کو کل ترکہ کا ایک تہائی ملے گا جو یہ سب آپس میں برابر برابر تقسیم کر لیں گے۔

تنبیہہ: یہ خصوصیت صرف ماں شریک بہن بھائیوں کی ہے کہ مرد عورت کو برابر کا حصہ ملتا ہے ورنہ ان کے سوا ہر جگہ یہ قاعدہ جاری ہے کہ مرد کا حصہ عورت سے دوگنا ہے۔

میت کے شوہر کے حصے:۔

شوہر کی دو حالتیں ہیں:

1- مرنے والی زوجہ نے اپنا کوئی بیٹا بیٹی پوتا پوتی پڑپوتا پڑپوتی نہیں چھوڑی تو شوہر کو

زوجہ کے ترکہ کا نصف ملتا ہے۔

2- اور اگر زوجہ کا کوئی بیٹا بیٹی پوتا پوتی پڑپوتا پڑپوتی موجود ہو تو شوہر کو کل ترکہ کا چوتھائی ملے گا خواہ زوجہ کی یہ اولاد اس شوہر سے ہو یا سابقہ شوہر سے ہو۔

میت کی زوجہ کے حصے :-

زوجہ کے بھی دو حال ہیں:

1- اگر شوہر کا کوئی بیٹا بیٹی پوتا پوتی پڑپوتا پڑپوتی موجود نہ ہو تو کل ترکہ میں سے چوتھائی زوجہ کو ملے گا۔

2- اگر شوہر کے بیٹا بیٹی پوتا پوتی پڑپوتا پڑپوتی موجود ہو (خواہ اس بیوی سے ہو یا کسی اور بیوی سے ہو) تو زوجہ کو صرف آٹھواں حصہ ملے گا۔

تنبیہہ: جس اولاد کی وجہ سے شوہر اور زوجہ کا حصہ کم ہو جاتا ہے وہ یہ اولاد ہے۔

بیٹا بیٹی، پوتا پوتی، پڑپوتا پڑپوتی

لہٰذا اگر کسی میت کے نواسا نواسی یا نواسی کی اولاد یا پوتی کی اولاد ہو (جبکہ خود میت کی بیٹی اور پوتی زندہ نہ ہو) تو اس کی وجہ سے شوہر اور زوجہ کے حصوں میں کمی نہیں آئے گی۔

میت کی والدہ کے حصے :-

والدہ کے بھی تین حال ہیں:

1- اگر میت کے بیٹا بیٹی پوتا پوتی پڑپوتا پڑپوتی (یا ان میں سے کوئی) موجود ہو تو والدہ کو کل ترکہ کا چھٹا حصہ ملے گا۔ اگر میت کے دو بھائی بہن موجود ہوں تب بھی والدہ کو صرف چھٹا حصہ ملے گا یہ بھائی بہن خواہ کسی قسم کے ہوں حقیقی ہوں یا باپ شریک ہوں یا ماں شریک ہوں جب ایک سے زیادہ ہونگے والدہ کو چھٹے حصے سے زیادہ نہ مل سکے گا۔

2- اگر مرد کا انتقال ہوا ہے اور اس کی زوجہ اور باپ اور ماں موجود وارث ہیں یا

عورت کا انتقال ہوا ہے اور اس کے شوہر اور باپ اور ماں وارث ہیں تو شوہر یا زوجہ کا شرعی حصہ نکالنے کے بعد باقی جو بچے اس میں سے ایک تہائی والدہ کا حصہ ہے۔

3- اگر اوپر مذکور وارثوں میں سے کوئی بھی موجود نہ ہو تو میت کی والدہ کو کل ترکہ میں سے تہائی ملے گا۔ یعنی والدہ کو کل ترکہ میں سے تہائی ملنے کیلئے تین شرطیں ضروری ہیں۔

ا- میت کے بیٹا بیٹی پوتا پوتی پڑپوتا پڑپوتی وغیرہ نہ ہو۔

ب- میت کے دو یا زیادہ بہن بھائی نہ ہوں۔

ج- میت کے شوہر (یا بیوی) اور باپ اکٹھے زندہ نہ ہوں۔

میت کی بیٹی کے حصے:-

1- اگر میت کی صرف ایک بیٹی ہو اور کوئی بیٹا نہ ہو تو بیٹی کو میت کے ترکہ کا نصف ملتا ہے۔

2- اور اگر دو بیٹیاں یا دو سے زیادہ بیٹیاں ہوں اور کوئی بیٹا نہ ہو تو ان کو ترکہ کا دو تہائی ملے گا جو ان میں برابر برابر تقسیم ہو گا۔

3- اگر بیٹیاں خواہ ایک ہو یا زائد ہوں انکے ساتھ میت کا بیٹا بھی موجود ہو تو اس صورت میں بیٹی کا کوئی مقرر حصہ نہیں ہے بلکہ دیگر ذوی الفروض کو ان کے حصے دینے کے بعد باقی مال بیٹے بیٹیوں میں اس تناسب سے تقسیم ہو گا کہ بیٹے کو بیٹی کا دوگنا ملے گا۔

میت کی پوتی کے حصے:-

1- اگر میت کے بیٹا بیٹی موجود نہ ہو صرف ایک پوتی ہو تو اس کو ترکہ کا نصف ملے گا۔

2- اگر میت کے بیٹا بیٹی موجود نہ ہو صرف دو یا دو سے زائد پوتیاں ہوں تو ان کو

کل ترکہ کا دو تہائی ملے گا جو ان میں مساوی تقسیم ہو گا۔

-3 اگر میت کے بیٹا بیٹی نہ ہو ایک پوتی یا کئی پوتیاں ہوں اور ان کے ساتھ کوئی پوتا ہو تو دیگر ذوی الفروض کو دینے کے بعد جو مال باقی بچے وہ پوتے پوتیوں میں تقسیم ہو گا بایں طور کے کہ پوتے کو پوتی کا دوگنا ملے گا۔

-4 اگر میت کے بیٹا یا پوتا نہ ہو لیکن صرف ایک بیٹی موجود ہو تو پوتیوں کو صرف چھٹا حصہ ملے گا خواہ ایک پوتی ہو یا زیادہ ہوں۔

-5 اگر میت کے بیٹا یا پوتا نہ ہو اور دو یا زیادہ بیٹیاں ہوں تو پوتی کو کچھ نہیں ملے گا۔

-6 اگر میت کا ایک بھی بیٹا موجود ہو تو پوتیاں پڑپوتیاں محروم رہتی ہیں۔

میت کی سگی بہن کے حصے :-

-1 اگر میت کے کوئی بیٹا بیٹی پوتا پوتی نہ ہو اور ایک سگی بہن ہو تو اس کو میت کے ترکہ کا نصف ملے گا۔

-2 اگر میت کے کوئی بیٹا بیٹی پوتا پوتی نہ ہو اور دو یا زیادہ سگی بہنیں ہوں تو ان کو ترکہ کا دو تہائی ملے گا جو ان میں مساوی تقسیم ہو گا۔

-3 اگر میت کی بیٹی یا پوتی موجود ہو خواہ ایک ہو یا زیادہ تو اس صورت میں ذوی الفروض کو دینے کے بعد جو کچھ باقی رہے وہ میت کی سگی بہن کو ملے گا۔

تنبیہہ : سگی بہن کے اوپر کے تین حالات اس وقت ہیں جب اس کے ساتھ کوئی سگا بھائی موجود نہ ہو۔

-4 اگر میت کے سگے بھائی ہوں خواہ ایک یا زیادہ تو ذوی الفروض کو انکے حصے دینے کے بعد جو مال باقی بچے وہ بہن بھائیوں میں اس طرح تقسیم ہو کہ بھائی کا حصہ بہن کے حصے کا دوگنا ہو گا۔

-5 اگر میت کے باپ دادا یا بیٹا پوتا پڑپوتا وغیرہ ان میں سے کوئی موجود ہوں تو سگی

بہن کو کچھ نہیں ملتا۔

میت کی باپ شریک بہن کے حصے:۔

سگی بہن نہ ہو تو باپ شریک بہن اس کے قائم مقام ہو جائے گی اور سوائے چوتھی صورت کے باقی حصے وہی ہونگے جو سگی بہن کے ہیں۔

میت کی ماں شریک بہن کے حصے:۔

جو حصے ماں شریک بھائی کے ہیں وہی ماں شریک بہن کے بھی ہیں کیونکہ دونوں کا حال بالکل یکساں ہے۔

میت کی دادیوں کے حصے:۔

دادی سے صرف باپ کی ماں مراد نہیں بلکہ باپ کی دادی اور باپ کی نانی وغیرہ کو بھی شرعاً دادی اور جدہ کہتے ہیں۔

تین پشتوں تک دادیوں کا نقشہ یہ ہے۔

پہلی پشت	باپ کی ماں		
دوسری پشت	دادا کی ماں	دادی کی ماں	
تیسری پشت	پڑدادا کی ماں	پڑدادی کی ماں	باپ کی نانی کی ماں

1- اگر قریب درجہ کی دادی یا نانی موجود ہو تو بعید درجہ کی دادی کو بالکل حصہ نہیں ملتا۔

2- جس درجہ کی دادی ہے اسی درجہ کی اگر نانی بھی موجود ہو تو دونوں چھٹے حصے میں شریک ہونگی۔

3- اگر میت کی ماں یا میت کا باپ موجود ہو تو تمام دادیاں بالکل محروم رہتی ہیں۔

4- اگر میت کا دادا موجود ہو تو دادیاں محروم رہتی ہیں سوائے چار دادیوں کے یعنی باپ کی ماں، باپ کی نانی، باپ کی ماں کی نانی اور باپ کی نانی کی نانی۔

میت کی نانیوں کے حصے :-

نانی سے صرف ماں کی ماں مراد نہیں بلکہ ماں کی نانی اور نانی کی نانی بھی عربی میں جدہ کہلاتی ہے۔

تین پشتوں تک کی نانیاں یہ ہیں۔

پہلی پشت	ماں کی ماں
دوسری پشت	نانی کی ماں
تیسری پشت	نانی کی نانی

1- قریب درجہ کی دادی یا نانی موجود ہو تو بعید درجہ کی نانی کو میراث میں سے حصہ نہیں ملے گا مثلاً" اول پشت کی نانی موجود ہے تو دوسری یا تیسری پشت کی نانی کو کچھ نہ ملے گا۔

2- اگر میت کی ایک یا زیادہ دادیاں اسی درجے کی موجود ہوں جس درجے کی نانی موجود ہے تو یہ سب چھٹے حصے میں برابر کی شریک ہونگی۔

3- اگر میت کی ماں زندہ ہو تو تمام نانیاں محروم رہتی ہیں خواہ کسی پشت کی ہوں۔

تنبیہہ : میت کی ماں زندہ ہو تو دادیاں اور نانیاں دونوں محروم رہتی ہیں۔ لیکن اگر میت کی ماں نہ ہو صرف باپ یا دادا ہو تو میت کی دادیاں تو محروم ہوں گی نانی محروم نہ ہو گی اور وہ باپ دادا کی موجودگی میں بھی حصہ پاتی ہے۔

تنبیہہ : جدہ (یعنی دادی اور نانی) دو قسم کی ہوتی ہے۔ ایک وہ جو ذوی الفروض میں سے ہے اور جدہ صحیحہ کہلاتی ہے اور دوسری وہ جو ذوی الارحام میں سے ہے اور جدہ فاسدہ کہلاتی ہے۔

جدہ صحیحہ یعنی صحیح دادی نانی وہ ہوتی ہے جس کے رشتے میں کسی نانا (یعنی جد فاسد) کا واسطہ درمیان میں نہ ہو مثلاً" ماں کی ماں' نانی کی ماں' باپ کی ماں' دادا کی ماں' باپ کی نانی وغیرہ اور وہ جدہ جس کے ساتھ رشتہ میں کسی نانا کا واسطہ آتا ہوں وہ جدہ فاسدہ کہلاتی ہے مثلاً" میت کے نانا کی ماں یا دادی نانی وغیرہ اور میت کے باپ کی نانی کی دادی وغیرہ کیونکہ اس میں بھی نانا شامل ہے اور وہ اس طرح کہ یہ میت کی دادی کے نانا کی ماں بھی بنتی ہے۔

چند ضروری اور مفید حل

1- ایک شخص نے باپ اور دو بیٹے اور ایک بیٹی اپنے وارث چھوڑے۔ ترکہ کس طرح تقسیم ہو گا۔

جواب: چھٹا حصہ باپ کو اور باقی پانچ حصے اولاد کو یعنی دو دو حصے ہر لڑکے کو اور ایک حصہ بیٹی کو۔

2- میت کے وارثوں میں بیوی' باپ' ماں اور ایک لڑکا ہو تو تقسیم کی کیا صورت ہو گی۔

جواب: باپ کو چھٹا حصہ۔ ماں کو چھٹا حصہ' بیوی کو آٹھواں حصہ اور بقیہ مال بیٹے کو عصبہ ہونے کی وجہ سے ملے گا۔

3- میت کے وارثوں میں شوہر' والدہ' ایک بیٹی' ایک بھائی اور ایک بہن ہیں۔

جواب: شوہر کو چوتھائی' والدہ کو چھٹا' بیٹی کو نصف' باقی بہن بھائی میں تقسیم ہوگا کہ بھائی کو بہن کا دوگنا ملے گا

4- میت کے وارثوں میں ایک زوجہ ایک بیٹی اور ایک بہن ہیں۔

جواب: زوجہ کو آٹھواں حصہ' بیٹی کو نصف اور بہن کو باقی ملے گا۔

5- میت کے وارثوں میں دو بیویاں' والدہ' چھ لڑکے اور پانچ لڑکیاں ہیں۔

جواب: دو بیویوں کے درمیان آٹھواں حصہ مساوی تقسیم ہو گا۔ والدہ کو چھٹا حصہ ملے گا اور باقی لڑکے لڑکیوں میں بایں طور کہ لڑکے کو لڑکی کا دوگنا ملے گا۔

6- میت کے وارثوں میں تین بیٹے' دو یتیم پوتے' ایک والدہ اور ایک زوجہ ہیں۔

جواب: زوجہ کو آٹھواں حصہ' والدہ کو چھٹا حصہ اور باقی مال تین بیٹوں میں تقسیم ہو گا۔ پوتے محروم رہیں گے۔

7- میت کے وارثوں میں شوہر' ایک ماں شریک (اخیافی) بہن' والدہ اور دو حقیقی

بھائی ہیں۔

جواب : شوہر کو نصف' چھٹا حصہ ماں شریک بہن کو' چھٹا حصہ والدہ کو اور باقی بھائیوں کو۔

-8 میت کے وارثوں میں شوہر' بیٹی' نانی' دادی اور ایک بھائی ہیں۔

جواب : چوتھا حصہ شوہر کو' نصف بیٹی کو' چھٹا حصہ نانی اور دادی آپس میں تقسیم کریں گی۔ باقی بھائی کو ملے گا۔

-9 میت کے وارثوں میں تین بیٹیاں' ایک زوجہ اور ایک پوتا ہے۔

جواب : دو تہائی بیٹیوں کو' آٹھواں حصہ زوجہ کو اور باقی پوتے کو ملے گا۔

-10 میت کے وارثوں میں ایک بہن ایک دادی اور ایک باپ شریک بھائی ہے۔

جواب : بہن کو نصف دادی کو چھٹا حصہ اور باقی مال باپ شریک بھائی کو ملے گا۔

عصبات نسبی

عصبات نسبی سے مراد میت سے نسبی تعلق رکھنے والے وہ مرد رشتہ دار ہیں جن کے میت کے ساتھ رشتہ میں عورت کا واسطہ نہ ہو۔ شریعت میں ان کا کچھ حصہ مقرر نہیں ہوتا بلکہ ذوی الفروض کے پورے حصے نکالنے کے بعد اگر کچھ ترکہ باقی ہو تو وہ ان کو ملے گا اور اگر کچھ باقی نہ رہے تو محروم ہو جائیں گے۔

عصبات کے چار درجے ہیں:

درجہ اول: میت کا جز یعنی اس کی نسل جیسے بیٹا' پوتا' پڑپوتا' سکڑپوتا وغیرہ

درجہ دوم: میت کے اصل جیسے باپ' دادا' پڑدادا' سکڑدادا وغیرہ

درجہ سوم : میت کے باپ کا جز یعنی باپ کی نسل جیسے بھائی' بھتیجا' بھتیجے کا بیٹا وغیرہ

درجہ چہارم : میت کے دادا کا جز یعنی دادا کی نسل اور پھر ان کی اولاد در اولاد جیسے چچا' چچا کا بیٹا' چچا کا پوتا وغیرہ

قاعدہ نمبر 1 : جب تک اوپر کے درجے میں کوئی وارث موجود ہو تو نیچے کے

درجے کے عصبہ رشتہ داروں کو کچھ نہیں ملتا مثلاً" درجہ اول میں سے کوئی عصبہ رشتہ دار موجود ہو تو درجہ دوم' سوم' اور چہارم والے عصبہ رشتہ دار محروم رہتے ہیں۔

قاعدہ نمبر 2 : ہر ایک درجے کے وارثوں میں بھی باہم فرق ہے۔ یعنی اول درجہ کے وارثوں میں جو سب سے زیادہ قریب ہو گا وہی حقدار ہو گا۔ اور جو رشتہ دار اس کی بہ نسبت بعید ہونگے وہ محروم رہیں گے مثلاً" ایک شخص کا بیٹا بھی موجود ہے اور پوتا بھی ہے۔ تو بیٹا چونکہ پوتے کے مقابلے میں زیادہ قریب ہے لہٰذا وہی سب مال لے لے گا اور پوتا محروم رہے گا باوجودیکہ پوتا اور بیٹا دونوں ایک ہی درجہ کے عصبہ رشتہ دار ہیں۔

قاعدہ نمبر 3 : بھائی ' چچا اور انکی اولاد میں حقیقی کا حق پہلے ہے اور باپ شریک کا حق بعد میں ہے۔ مثلاً" میت کا حقیقی بھائی بھی ہے اور باپ شریک بھائی بھی ہے تو چونکہ حقیقی بھائی میراث میں مقدم ہے لہٰذا وہ عصبہ بن کر مال سمیٹ لے گا اور باپ شریک بھائی محروم رہے گا۔ اسی طرح اگر ایک حقیقی چچا ہو (یعنی باپ کا حقیقی اور سگا بھائی ہو) اور ایک باپ شریک چچا ہو (یعنی باپ کا باپ شریک بھائی ہو) تو حقیقی چچا باپ شریک چچا پر مقدم ہے۔

قاعدہ نمبر 4 : اگر ایک ہی درجے اور اس کے ایک ہی نمبر میں کئی وارث ہوں مثلاً" کئی بیٹے ہوں یا کئی پوتے ہوں یا کئی چچا ہوں تو بچا ہوا مال ان میں مساوی تقسیم کیا جائے گا۔

ذوی الارحام

ذوی الارحام میت کے وہ رشتہ دار ہوتے ہیں کہ جب ذوی الفروض بھی موجود نہ ہوں اور کوئی عصبہ بھی نہ ہو' تب ان کو میراث میں سے حصہ ملتا ہے کیونکہ اگر عصبہ موجود ہو تو ذوی الفروض سے بچا ہوا سارا مال وہ لے لے گا اور اگر عصبہ موجود نہ ہو تو ذوی الفروض سے جو کچھ باقی رہے گا وہ دوبارہ اسی تناسب سے ان پر لوٹا کر تقسیم کر دیا جائے گا۔ اصطلاح میں اس کو ذوی الفروض پر رد کرنا کہتے ہیں۔

رد کی مثال یہ ہے کہ میت کے وارثوں میں مثلاً" والدہ اور ایک بیٹی ہو اور ان کے علاوہ کوئی عصبہ نہ ہو۔ تو والدہ کو چھٹا حصہ او ربیٹی کو نصف دینے کے بعد باقی تہائی مال جو بچے گا وہ دوبارہ والدہ اور بیٹی میں تقسیم کر دیا جائے گا۔ اس کی صورت یہ ہے کہ چونکہ 1/6 اور نصف کے درمیان نسبت 1 اور 3 کی ہے (یعنی 1 : 3) لہٰذا کل مال کے چار حصے کرکے ایک حصہ والدہ کو اور تین حصے بیٹی کو دیدیں گے۔

البتہ جب ذوی الفروض اور عصبہ کوئی نہ ہو تب ذوی الارحام کے وارث ہونے کا موقع آتا ہے۔ مگر دو ذوی الفروض ایسے بھی ہیں کہ جن کی موجودگی میں بھی ذوی الارحام کو حصہ ملتا ہے۔ وہ شوہر اور زوجہ ہیں۔ یعنی اگر کسی میت کی صرف زوجہ باقی رہے اور اس کے سوا کوئی ذوی الفروض اور عصبہ موجود نہ ہوں تو زوجہ کو چوتھا حصہ دینے کے بعد باقی تین چوتھائی بھی اسی کو نہیں دیا جائے گا بلکہ باقی تین چوتھائی ذوی الارحام کو دیا جائے گا۔ ایسے ہی اگر صرف شوہر وارث ہو اور کوئی اور ذوی الفروض اور عصبہ نہ ہوں تو شوہر کو نصف دے کر باقی نصف ذوی الارحام میں تقسیم کیا جائے گا۔

عصبات کی طرح ذوی الارحام کے بھی چار درجے ہیں جو یہ ہیں:

پہلا درجہ : خود میت کی وہ اولاد جو ذوی الفروض اور عصبات میں شامل نہیں جیسے نواسہ نواسی وغیرہ۔

دوسرا درجہ: میت کے وہ اصول جو ذوی الفروض اور عصبہ نہیں ہیں جیسے نانا یا دادی کا باپ وغیرہ۔

تیسرا درجہ: میت کے ماں باپ کی اولاد جو ذوی الفروض اور عصبہ نہیں ہے جیسے بھانجا بھانجی بھتیجی

چوتھا درجہ: دادا اور دادی اور نانی کی وہ اولاد جو عصبہ نہیں ہے جیسے پھوپھی، خالہ، ماموں، باپ کا ماں شریک بھائی

ذوی الارحام سے متعلق چند ضروری قواعد:۔

قاعدہ نمبر 1: جب تک اول درجے والے ذوی الارحام موجود ہوتے ہیں دوسرے درجہ والوں کو میراث نہیں ملتی۔ اسی طرح دوسرے درجہ کی موجودگی میں تیسرے درجہ والے محروم رہتے ہیں اور تیسرے درجہ والوں کے سامنے چوتھے درجہ والوں کو حصہ نہیں ملتا۔

قاعدہ نمبر 2: ایک درجہ کے وارثوں میں جو سب سے قریب ہوتا ہے وہ مستحق ہوتا ہے اور جو اس سے بعید ہوتے ہیں وہ سب محروم رہتے ہیں۔

قاعدہ نمبر 3: جو ذوی الارحام ایسے شخص کی اولاد ہیں کہ اگر وہ زندہ ہوتا تو اس وقت ضرور وارث ہوتا ایسے ذوی الارحام اس شخص کی اولاد پر مقدم رہیں گے جو اگر خود بھی زندہ ہوتا تو اس کو میراث نہ ملتی۔

مثلاً" ایک شخص نے ایک اپنی پوتی کی بیٹی چھوڑی اور ایک نواسی کے بیٹا بیٹی چھوڑے۔ اس کا ترکہ پوتی کی بیٹی کو ملے گا اور نواسی کے بیٹا بیٹی محروم رہیں گے کیونکہ میت کے انتقال کے وقت اگر پوتی بھی زندہ ہوتی اور نواسی بھی زندہ ہوتی تو پوتی کو میراث ملتی اور نواسی محروم رہتی۔ اسی لحاظ سے پوتی کی اولاد کے سامنے نواسی کی اولاد محروم رہے گی۔

تنبیہہ:۔ ذوی الارحام رشتہ داروں میں بڑی تفصیل ہے لیکن یہاں اس کے بیان کی

ضرورت نہیں ہے اور اس کی عملی اہمیت بھی زیادہ نہیں ہے۔

حمل کی میراث:۔

مسئلہ :۔ مناسب یہ ہے کہ اگر کسی عورت کو ایسا حمل ہو جو میت کا وارث ہو سکتا ہو تو بچہ جننے تک ترکہ کی تقسیم کو ملتوی رکھیں تاکہ بچہ کی ولادت پر پہلی تقسیم کو توڑ کر نئی تقسیم نہ کرنی پڑے۔

لیکن اگر وارث انتظار نہ کریں اور بچہ کی ولادت سے قبل ہی تقسیم کرنا چاہیں تو اس حمل کو لڑکا سمجھ کر جتنا حصہ اس کا بنتا ہے اتنا اس کے لئے بطور امانت رکھیں اور اس کے مرد ہونے کی وجہ سے جو لوگ محروم ہوتے ہیں ان کو محروم رکھیں اور جن کا حصہ کم ہوتا ہے ان کو کم دیں۔

اب اگر لڑکا ہی پیدا ہوا تو اس کا پورا حصہ اس کو دیا جائے گا اور ترکہ کی تقسیم علی حالہ قائم رہے گی۔ اور اگر لڑکی پیدا ہوئی تو لڑکی کا جس قدر حصہ بنتا ہے اتنا اس کو دیا جائے گا اور حمل کو لڑکا سمجھ کر جن لوگوں کا حصہ کم کیا گیا تھا یا بالکل محروم کر دئے گئے تھے ان کا حق دے دیا جائے گا۔

مثلاً" زید کا انتقال ہوا۔ اس کی ایک زوجہ ایک والدہ اور دو بہنیں موجود ہیں اور زوجہ کو حمل ہے۔ ولادت سے پہلے میراث کو اس طرح تقسیم کریں گے کہ زوجہ کو آٹھواں حصہ اور والدہ کو چھٹا حصہ دے کر باقی حمل کیلئے بطور امانت رکھ دیں گے کیونکہ حمل اگر لڑکا ہو تو بیٹے کے سامنے میت کی بہنیں محروم رہتی ہیں۔ اب اگر لڑکا پیدا ہو تو یہ تقسیم بدستور قائم رہے گی اور اگر لڑکی پیدا ہوئی تو نصف ترکہ لڑکی کو دے کر بقیہ دو بہنوں کو دیدیں گے۔

مسئلہ :۔ حمل کیلئے جو حصہ رکھا جاتا ہے وہ اس کو اس صورت میں پہنچتا ہے جبکہ وہ زندہ پیدا ہو جائے۔ اگر پیٹ ہی میں مر گیا تو وہ اس مال کا مالک نہ ہو گا اور اس کو کالعدم سمجھ کر میت کے باقی وارثوں میں اس کو تقسیم کر دیں گے۔

مثلاً" زید کی وفات ہوئی تو اس کی زوجہ حاملہ تھی۔ اس کے علاوہ اس کے وارثوں میں والدہ اور ایک بھائی ہے۔ حمل کو لڑکا اعتبار کرتے ہوئے زوجہ کو آٹھواں حصہ اور والدہ کو چھٹا حصہ دیں گے اور بھائی محروم رہے گا۔ لیکن اگر لڑکا مردہ پیدا ہوا تو زوجہ کو چوتھائی' والدہ کو چھٹا اور باقی بھائی کو ملے گا۔

مسئلہ :۔ جو حمل پورا زندہ پیدا ہونے کے بعد مرا یا نصف بدن باہر نکل آنے کے بعد مر گیا۔ وہ اپنے حصے کا مالک ہو جائے گا۔ لیکن چونکہ مالک ہو کر فوراً" مر گیا ہے اس لئے اس کا حصہ ان لوگوں پر تقسیم کیا جائے گا جو اس بچے کے شرعی وارث بنتے ہیں۔ یعنی اب یہ مال اس بچے کا ترکہ سمجھا جائے گا اور صرف انہیں وارثوں کو ملے گا جو اس کے مرنے کے وقت موجود اور مستحق ہونگے۔

میراث کے مسائل حل کرنے کا طریقہ :۔

ذوی الفروض میں چھ قسم کے حصے ذکر ہوئے تھے یعنی آدھا تہائی' چوتھائی' چھٹا' آٹھواں اور دو تہائی۔ ان تمام حصوں کا ذواضعاف اقل چونکہ 24 ہے اس لئے آسانی کی خاطر میت کے کل ترکہ کو ہم ابتداء میں 24 فرض کر لیتے ہیں اور اس کی مدد سے میت کے وارثوں کے حصے معلوم کریں گے۔

مثال نمبر1 :۔ وارثوں میں ماں باپ اور دو بیٹیاں ہیں

مسئلہ 24

وارث	باپ	ماں	بیٹیاں 2
وارثوں کے حصے	1/6	1/6	2/3
24 میں سے وارثوں کے حصے	4	4	16 (یعنی فی بیٹی 8 حصے)

مثال نمبر2 :۔ وارثوں میں ماں بیوی اور ایک بیٹا

اولاد کی موجودگی میں بیوی کا حصہ آٹھواں ہوتا ہے

مسئلہ 24

ماں	بیوی	بیٹا
1/6	1/8	باقی (عصبہ ہونے کی وجہ سے)
4	3	17

مثال نمبر3:۔ وارثوں میں شوہر ایک بیٹا اور ایک بیٹی ہیں
اولاد کی موجودگی میں شوہر کا حصہ چوتھائی ہوتا ہے

مسئلہ 24

شوہر	بیٹا	بیٹی
1/4	باقی ان دونوں کے درمیان 1:2 کے تناسب سے تقسیم ہوگا	
6	18	
6	12	6

مثال نمبر4:۔ وارثوں میں شوہر اور باپ ہیں
اولاد کی نہ ہونے کی صورت میں شوہر کا حصہ نصف ہوتا ہے

مسئلہ 24

شوہر	باپ
1/2	1/6+باقی (عصبہ ہونے کی وجہ سے)
12	8+4

مثال نمبر5:- وارثوں میں شوہر ایک ماں شریک (اخیافی) بہن اور دو حقیقی بھائی

مسئلہ 24

شوہر	اخیافی بہن	حقیقی بھائی 2
1/2	1/6	باقی
12	4	8(یعنی فی بھائی 4 حصے)

مثال نمبر6:- وارثوں میں والدہ بیوی تین بیٹے اور دو یتیم پوتے ہیں

مسئلہ 24

والدہ	بیوی	بیٹے 3	پوتے 2
1/6	1/8	باقی	محروم
4	3	17(یعنی فی بیٹا 5-2/3 حصے ہوئے)	

عول کا مسئلہ:-

کبھی جب ہم کل ترکہ کو 24 فرض کرتے ہیں (بالفاظ دیگر جو بھی مسئلہ میراث کا مخرج ہو) اور پھر وارثوں کو انکے حصے دیتے ہیں تو ان کے حصوں کا مجموعہ 24(یا جو بھی مخرج ہو اس) سے بڑھ جاتا ہے مثلاً" جب وارثوں میں ایک بیوی تین بیٹیاں اور ماں باپ ہوں۔

مسئلہ 24

ماں	باپ	بیوی	بیٹیاں 3
1/6	1/6	1/8	2/3
4	4	3	16

ترکہ ہم نے 24 فرض کیا تھا جبکہ حصوں کا مجموعہ 27 بن رہا ہے۔ اس کا حل حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیا کہ اس صورت میں حصوں کے مجموعہ یعنی 27 ہی کو ہم ترکہ (اور مخرج) بنالیں گے۔ اس طریقے سے سب وارثوں کے حق میں بھی بحصہ رسدی کمی واقع ہو جاتی ہے اور صرف بعض وارثوں کو نقصان برداشت نہیں کرنا پڑتا۔

اسی طرح اگر وارثوں میں شوہر اور دو بہنیں ہوں

مسئلہ 24 عول 28

شوہر	بہنیں 2
1/2	2/3
12	16

اس مسئلہ میں حصوں کا مجموعہ 28 بن گیا تو 28 ہی کو کل ترکہ فرض کر لیا گیا ہے۔

رد کا بیان

کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کل ترکہ کو 24 فرض کرنے کے بعد جب ذوی الفروض وارثوں کو ان کے حصے دے دیتے ہیں تو ترکہ میں سے کچھ بچ جاتا ہے۔ میت کے عصبہ بھی نہیں ہوتے کہ باقی وہ لے لیں۔ اور ذوی الارحام اگر ہوں بھی تو وہ ذوی الفروض کی موجودگی میں محروم رہتے ہیں۔ ایسی صورت میں باقی بچ رہنے والا ترکہ بھی سوائے زوجین کے باقی ذوی الفروض میں تقسیم کر دیتے ہیں۔ اس عمل کو رد کہتے ہیں۔

مثلاً" وارثوں میں ماں اور ایک بیٹی ہو

مسئلہ 24 رد 16

ماں	بیٹی
1/6	1/2

12	4

حصے دینے کے بعد 8 باقی بچ رہے۔ یہ 8 انہیں وارثوں پر لوٹانے کا طریقہ یہ ہے کہ ہم وارثوں کے حصوں کے مجموعہ کو ہی کل ترکہ بنا لیتے ہیں اور اسی طرح سے اس مثال میں کل ترکہ اب 16 ہو گیا۔

وارثوں میں بیوی والدہ اور ایک بیٹی ہے

مسئلہ 24

بیوی	والدہ	بیٹی
1/8	1/6	1/2
3	4	12

چونکہ میاں بیوی پر رد نہیں ہوتا لہٰذا باقی بچ رہنے والے 5 حصوں کو صرف والدہ اور بیٹی پر ہی رد کیا جائے گا۔ ان کے حصوں کو دیکھیں تو ان کے درمیان 3:1 کی نسبت ہے۔ لہٰذا جب ہم 5 کو اس نسبت سے تقسیم کریں گے تو والدہ کو سوا حصہ 1-1/4 اور بیٹی کو پونے چار 3-3/4 حصے ملیں گے۔ اس طرح سے 24 کو ترکہ فرض کرنے کی صورت میں جواب یہ ہو گا۔

24 مسئلہ

بیوی	والدہ	بیٹی
3	سوا پانچ 5-1/4	پونے سولہ 15-3/4